

زیارتِ نبوی ﷺ
بحالت
پیداری

(حصہ اول و دوم)

محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ

زیارتِ نبوی

بحالتِ

بیداری

(حصہ اول)

محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ



فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

مجلد: 3 01821 969 0

بار اول _____ ۲۰۰۳ء

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

ہیڈ آفس و شوروم: 60 شاہراہ قائد اعظم، لاہور۔

راولپنڈی آفس: 277 پشاور روڈ، راولپنڈی۔

کراچی آفس: فسٹ فلور، مہران ہائٹس، کلفٹن روڈ، کراچی۔

Muhammad Abdul Majeed Siddique

Ziarat-e-Nabi Bahalat-e-Baydari

محمد عبد المجید صدیقی

زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری

اس کتاب کا کوئی حصہ نقل کرنے، کسی بھی طریقے سے محفوظ کرنے،
فونو کاپی یا ترسیل کرنے کی اجازت نہیں۔

© 2003 جملہ حقوق فیروز سنز پرائیویٹ محفوظ ہیں۔

کتاب کا مواد مصنف کی تحقیق اور آرام پر مبنی ہے۔ ناشر مکمل طور پر غیر جانبدار ہے۔

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹرو پبلشر

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۵	اظہار تشکر	۱۔
۶	انتساب	۲۔
۷	انتباہ	۳۔
۹	فہرست منابع و مآخذ	۴۔
۱۴	فہرست اصحاب واقعہ	۵۔
۱۷	ہمارے نبی ﷺ زندہ نبی ﷺ	۶۔
۳۷	تبصرہ از مولانا عبدالصمد صارم الازہری	۷۔
۳۹	واقعات تفصیل وار ایک تا ۱۱۴	۸۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ تشکر

گوہر بیگم صاحب (بیگم جناب ایڈمرل (ر) مظفر حسن، کراچی) کے تعاون کے بغیر میں یہ کتاب ہرگز شائع نہیں کر سکتا تھا۔ میں ان عظیم خاتون کی الفاظ میں تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ اور آپ کے متعلقین عشق رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین کی ہر نعمت سے نوازے، آمین ثم آمین۔

احقر

محمد عبد المجید صدیقی

۳ مارچ ۱۹۸۳ء

امتناب

میں اپنے پیارے والدین کے نام اس مبارک تصنیف کا امتناب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے بزرگ والدین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، جنہوں نے نہایت شفقت سے مجھے پالا پوسا، پروان چڑھایا، پڑھایا لکھایا اور بہترین تعلیم و تربیت کے بعد میری شادی کی۔ الحمد للہ! میں آج بھی ان کی دُعاؤں سے مستفید ہو رہا ہوں۔

انتباہ

حضور نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت یا بعالم بیداری زیارت کے واقعات اور قصے گھڑنے والے اپنے انجام سے باخبر رہیں۔ دنیا میں بھی ان کی رسوائی ہوگی اور آخرت بھی خراب ہوگی۔ دین اسلام کا البتہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کہ خداوند قدوس خود اس کا محافظ و نگہبان ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے نہ دیکھی ہو۔ آپ ہی نے ارشاد فرمایا کہ جو میری جانب ایسی بات منسوب کرے گا جو میں نے بیان نہیں کی تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

فہرست منابع و مآخذ

الف

- ۱۔ اخبار الاخیار
- ۲۔ انوار المحسنین
- ۳۔ آثار احمدی
- ۴۔ احوال و مناقب حضرت سید احمد شہیدؒ
- ۵۔ اثبات کرامات الاولیاء
- ۶۔ انوار الرحمن
- ۷۔ الدار المنطوم
- ۸۔ انوار اصفیاء
- ۹۔ انوار العارفین
- ۱۰۔ اشعة الممعات
- ۱۱۔ ارشادِ رحمانی و فضل یزدانی
- ۱۲۔ اسرارِ محبت
- ۱۳۔ ارشادِ رحمانی
- ۱۴۔ ارواحِ ثلاثہ
- ۱۵۔ الفوز الکبیر
- ۱۶۔ الحکشف
- ۱۷۔ المنقذ من الضلال
- ۱۸۔ اکابر علماء دیوبند
- ۱۹۔ اولیائے ملتان
- ۲۰۔ ماہنامہ ”الفرقان“
- ۲۱۔ ماہنامہ ”النور“
- ۲۲۔ اعجاز القرآن
- ۲۳۔ الحاوی للفتاویٰ
- ۲۴۔ براہین القاطعہ
- ۲۵۔ اصدق الروایا
- ۲۶۔ امداد المشتاق
- ۲۷۔ امداد السلوک
- ۲۸۔ احوال برزخ حالات برزخ
- ۲۹۔ اوراق
- ۳۰۔ المہند
- ۳۱۔ اشرف السوانح
- ۳۲۔ ماہنامہ ”البلاغ“
- ۳۳۔ ماہنامہ ”اردو ڈائجسٹ“
- ۳۴۔ آپ بیتی
- ۳۵۔ انسانیت موت کے دروازے پر

ب

- ۱۔ بخاری شریف
- ۲۔ ماہنامہ ”بینات“
- ۳۔ بستانِ اویسہ
- ۴۔ برکات مارہرہ
- ۵۔ بہجۃ القلوب
- ۶۔ بدر البدور
- ۷۔ ہجۃ الاسرار

ت

- ۱۔ تحفۃ الہند
- ۲۔ توارخِ نامہ
- ۳۔ تذکرۃ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث چٹنیؒ
- ۴۔ تذکرۃ مولینا فضل رحمن گنج مراد آبادیؒ
- ۵۔ تذکرۃ اولیائے دہلی

۶۔ تذکرہ غوثیہ

۷۔ تذکرہ صدیق زمان

۸۔ تذکرہ کاملان رام پور

۹۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد

۱۰۔ تذکرہ الرشید

۱۱۔ تذکرہ الخلیل

۱۲۔ تذکرہ اولیاء دکن

۱۳۔ تاریخ جلیلہ

۱۴۔ تاریخ الخلفاء

۱۵۔ تاریخ الاولیاء

۱۶۔ تذکرہ شاہ جماعت

۱۷۔ تذکرہ صوفیائے سندھ

۱۸۔ تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ

۱۹۔ تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۲۰۔ تجلیات مدینہ

۲۱۔ تنویر اللمعان

۲۲۔ تکمیل الایمان

۲۳۔ تحفۃ الابرار

۲۴۔ ترغی شریف

۲۵۔ ”تذکرہ“ امام قرطبی

۲۶۔ تفسیر کبیر

۲۷۔ تحذیر الناس

۲۸۔ تنویر الحوائک

ج

۱۔ جذب القلوب

۲۔ جمال الاولیاء

۳۔ جمال نقشبند

۴۔ جواہر مجددیہ

ح

۱۔ حلیۃ الاولیاء

۲۔ حکایات اولیاء

۳۔ حیات النبی

۴۔ حیات بیگم حسرت موہانی

۵۔ حیات سروری

۶۔ حضرت مجدد الف ثانی

۷۔ حالات مشائخ کاندھلہ

۸۔ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

۹۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمباکو کی

مذمت

۱۰۔ ماہنامہ ”حکایت“

۱۱۔ حیات امیر شریعت

۱۲۔ حضرت قبلہ عالم گولڑہ شریف

خ

۱۔ خصائل نبوی

۲۔ خصائل کبریٰ

۳۔ خزینہ معارف اُردو ترجمہ ابریز

۴۔ خلاصۃ القوائد

۵۔ خلاصۃ الاثر

و

۱۔ دُر شین

۲۔ دعوت ارواح

۳۔ درس قرآن

۴۔ دفتر حقیقت و دوسرا گلزار

۱۲۔ سوانح حیات مولینا محمد رسول خان

ش

- ۱۔ شفاء السقام
- ۲۔ شرح قصص الحکم
- ۳۔ شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی
- ۴۔ شامل ترمذی
- ۵۔ شہرہ آفاق
- ۶۔ شب حسین بر عرش بریں
- ۷۔ شرح شفاء
- ۸۔ شیخ الاسلام کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات
- ۹۔ شامل امدادیہ

ص

صحیح مسلم

ط

- ۱۔ طبقات الکبریٰ للشعرانی
- ۲۔ طبقات از علامہ مناوی

ع

- ۱۔ علمائے ہند کے شاندار کارنامے
- ۲۔ عرس اور میلے
- ۳۔ عقائد اسلام
- ۴۔ عرفان، حصہ اول
- ۵۔ عالم برزخ

ف

- ۱۔ فیوض الحرمین
- ۲۔ فیض الباری
- ۳۔ فتاویٰ عزیزی

و

- ۱۔ ذکر حبیب
- ۲۔ ذکر کرام
- ۳۔ ذکر اللہ اور درود و سلام کے فضائل و مسائل

ر

- ۱۔ ریاض الفقر
- ۲۔ رویائے صالحہ، حصہ اول
- ۳۔ روح و روحانیت
- ۴۔ رسالہ ”نظر کرم“
- ۵۔ رفع الوسوسہ

ز

- ۱۔ زبدۃ المقامات
- ۲۔ زبدۃ الآثار

س

- ۱۔ سیرت النبی بعد از وصال النبی
- ۲۔ سفینۃ الاولیاء
- ۳۔ سیرت سید احمد شہید
- ۴۔ سوانح احمدی
- ۵۔ سوانح حیات سید احمد شہید
- ۶۔ سعادت الدارین
- ۷۔ سیرت مولینا محمد ادریس
- ۸۔ سیرۃ المصطفیٰ
- ۹۔ سنن ابن ماجہ
- ۱۰۔ ماہنامہ ”سلسبیل“
- ۱۱۔ سیرت مولانا محمد الیاس

۶۔ مینائے مصطفائی

۷۔ ملفوظات مہر یہ

۸۔ معارف القرآن

۹۔ ملفوظات اعلیٰ حضرتؒ

۱۰۔ مقالات ایوبی

۱۱۔ مقامات ولایت، حصہ دوم

۱۲۔ مدارج النبوۃ

۱۳۔ مواہب لدنیہ

۱۴۔ ملفوظات امیر ملتؒ

۱۵۔ ملفوظات جہانیاں جہاں گشتؒ

۱۶۔ محمد رسول اللہ ﷺ

۱۷۔ میرے والد ماجد

۱۸۔ موج کوثر

۱۹۔ مآثر حکیم الامت

۲۰۔ مقامات ارشادیہ

۲۱۔ ملفوظات الفصل للوصل

۲۲۔ مکاتیب اقبالؒ

۲۳۔ مسند کبیر

۲۴۔ مخزن احمدی

۲۵۔ محبوب التوارخ

۲۶۔ میزان الکبریٰ

۲۷۔ مناقب غوثیہ

ن

۱۔ نقش حیات

۲۔ نور الصدور

۳۔ نزہۃ الخواطر، جلد ۸

۴۔ نجات المؤمنین

۴۔ فتاویٰ حدیثیہ

۵۔ فتاویٰ ابن حجر مکی

۶۔ فضائل درود

۷۔ فتوحات مکیہ

۸۔ فضائل صدقات، حصہ دوم

۹۔ فضل رحمانی، حصہ دوم

۱۰۔ فضائل حج

ق

۱۔ قلائد الجواہر

۲۔ قول بدیع

ک

۱۔ کشف الظنون

۲۔ کمالات عزیزی

گ

۱۔ گنجینہ جوہر

۲۔ گلشن ابرار

ل

۱۔ لطائف سیریہ

۲۔ لطائف الممنن

۳۔ لوح الانوار

م

۱۔ مناقب الحسن رسول ثناء

۲۔ میزان

۳۔ مشکوٰۃ شریف

۴۔ ملفوظات مولانا تھانویؒ

۵۔ ”محمد علی“ ذاتی ڈائری کے چند اوراق

۵۔ نزہۃ الناظرین

۶۔ نشر الطیب

۷۔ نفحات الانس

۸۔ نقش دوام

و

۱۔ وفا الوفا

۲۔ وصایا، حصہ اول

۵

ہفتاد و اویاء (سیر الاخیار)

(کل کتابیں ۱۹۰ سے زیادہ)

فہرست اصحاب واقعہ

- ۱۔ حضرت غوث الاعظمؒ
- ۲۔ حضرت غوث الاعظمؒ
- ۳۔ شیخ بقاء بن بطو
- ۴۔ شیخ ابو سعید قیلویؒ
- ۵۔ قاضی شرف الدین البارزئیؒ
- ۶۔ ایک شخص
- ۷۔ احمد ابوالعباس مرئیؒ
- ۸۔ امام عبد الوہاب شعرانیؒ
- ۹۔ حضرت ابراہیم وسوئیؒ
- ۱۰۔ شیخ عبد اللہ بن ابی حمزہؒ
- ۱۱۔ ابو محمد بن ابی حمزہؒ
- ۱۲۔ ابن سمعونؒ
- ۱۳۔ ابوالموہب شاذلیؒ
- ۱۴۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ
- ۱۵۔ شیخ سعد الدین صوئیؒ
- ۱۶۔ شیخ سلیمان بن عفانؒ
- ۱۷۔ فقیہ صالح بن عمرؒ
- ۱۸۔ ابوالموہب شاذلیؒ
- ۱۹۔ ایضاً
- ۲۰۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ
- ۲۱۔ حضرت عثمان غنیؒ
- ۲۲۔ عبد العزیز و باغؒ
- ۲۳۔ فقیہ علی بن عبد اللہؒ
- ۲۴۔ محمود الکرونیؒ
- ۲۵۔ شیخ نور الدین شعرانیؒ
- ۲۶۔ سیدی احمد بن ادریسؒ
- ۲۷۔ حضرت مہر علی شاہؒ
- ۲۸۔ سید جماعت علی شاہؒ
- ۲۹۔ ایضاً
- ۳۰۔ ایک شخص
- ۳۱۔ شیخ رشید الدینؒ
- ۳۲۔ حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ
- ۳۳۔ ایک پیرزادہ
- ۳۴۔ سید علی وفاؒ
- ۳۵۔ علامہ حجازی واعظؒ
- ۳۶۔ ایک بزرگ
- ۳۷۔ نشاط النساء بیگمؒ
- ۳۸۔ حضرت رکن الدین سہروردیؒ
- ۳۹۔ شیخ رکن الدین چشتیؒ
- ۴۰۔ میاں ابراہیم خاںؒ
- ۴۱۔ میاں علی خانؒ
- ۴۲۔ مرزا بیگ لکھنؤؒ
- ۴۳۔ بعض لوگ
- ۴۴۔ حاجی سید محمد انور دیوبندیؒ
- ۴۵۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاںؒ
- ۴۶۔ صدیق زماں خواجہ محمد صدیقؒ
- ۴۷۔ ایک نوجوان زمیندار
- ۴۸۔ ابوالقاسمؒ
- ۴۹۔ میاں برکت علی قریشیؒ

- ۵۰۔ حاجی محمد احسن
۵۱۔ مولانا قلندر صاحب
۵۲۔ علی محمد ٹیلر ماسٹر
۵۳۔ دیوان محمد یسین
۵۴۔ مولانا شاہ گل حسن قلندر
۵۵۔ مولانا محمد علی جوہر
۵۶۔ ایک پیر بھائی
۵۷۔ سید محمد بن زین
۵۸۔ فقیر نور محمد
۵۹۔ خواجہ عبدالرحمن چھوہروی
۶۰۔ شاہ ضیاء النبی مجددی
۶۱۔ حافظ عنایت اللہ
۶۲۔ شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی
۶۳۔ حضرت سید احمد شہید
۶۴۔ ایضاً
۶۵۔ ڈاکٹر نواب الدین
۶۶۔ ایک مرید
۶۷۔ ایک مرید
۶۸۔ حضرت شاہ ولی اللہ
۶۹۔ ایضاً
۷۰۔ سیدی ابراہیم مقبولی
۷۱۔ حافظ سید عبداللہ
۷۲۔ شیخ محمد طاہر لاہوری
۷۳۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند
۷۴۔ شاہ عبدالرشید
۷۵۔ حضرت خواجہ محمد معصوم
۷۶۔ خواجہ محمد عبید اللہ
- ۷۷۔ شاہ احمد سعید
۷۸۔ خواجہ محمد سعید
۷۹۔ حضرت خواجہ محمد معصوم
۸۰۔ شاہ محمد نور حموی
۸۱۔ پیر ملا شاہ بدخشیانی
۸۲۔ سید حمزہ شاہ قادری برکاتی
۸۳۔ والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی
۸۴۔ شیخ فرید الدین
۸۵۔ مخدوم سید عبدالقادر ثانی
۸۶۔ مولانا شاہ محمد حمدانی
۸۷۔ علامہ احمد بن قسطلانی
۸۸۔ شیخ ابوالمعوذ
۸۹۔ شیخ ابن ثابت
۹۰۔ حضرت شاہ باجن چشتی
۹۱۔ میر سید جلال الدین بخاری
۹۲۔ ایک نوجوان
۹۳۔ میر سید جلال الدین بخاری
۹۴۔ حضرت نظام الدین اولیاء
۹۵۔ حضرت محی الدین ابن عربی
۹۶۔ ایضاً
۹۷۔ غازی علم الدین شہید
۹۸۔ موسیٰ پاک شہید
۹۹۔ شیخ یحییٰ مجذوب کملی
۱۰۰۔ حضرت علی بن صالح
۱۰۱۔ ایک سادہ لباس آدمی
۱۰۲۔ ایک لڑکی
۱۰۳۔ پیر سید شاہ

- ۱۰۴۔ مولانا محمد یحییٰ
- ۱۰۵۔ پھولی مولانا محمد زکریا
- ۱۰۶۔ مولانا عبدالحفیظ
- ۱۰۷۔ مولانا سید محمد قلندر شاہ
- ۱۰۸۔ مولانا حافظ محمد نجم الحسن
- ۱۰۹۔ مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی
- ۱۱۰۔ ایک خاتون
- ۱۱۱۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی
- ۱۱۲۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
- ۱۱۳۔ ایضاً
- ۱۱۴۔ علامہ واسد یو
-

ہمارے نبی ﷺ زندہ نبی ﷺ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ ”تنویر الحوالک، شرح موطا“ امام مالکؒ میں فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے جسم اطہر اور روح مقدس کے ساتھ زندہ ہیں۔ آپؐ تصرف فرماتے ہیں اور اقطار زمین و عالم ملکوت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپؐ تبدیلی کے بغیر اسی ہیئت میں ہیں، جس میں وصال سے پہلے تھے۔ آپؐ فرشتوں کی طرح لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر مہربانی فرمانا چاہتا ہے تو پردہ اٹھ جاتا ہے اور اسے حقیقتاً زیارت بابرکت نصیب ہو جاتی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی کیفیت ہے کہ وصال کے بعد ان کی روحیں جسم کی طرف واپس آگئی ہیں اور ان کو قبروں سے نکل کر زمین و آسمان میں تصرف کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(الحادی للنفاوی، جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

”شائم امدادیہ صفحہ ۹۳ پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں: ”اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکاں ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکت کا بعید نہیں (نزدیک اور دور کی قید عالم خلق کے لئے ہے، عالم امر کے لئے نہیں۔ روح زماں و مکاں کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ جب عالم ارواح اس قید سے مقید نہیں تو حضور انور ﷺ کی روح اقدس جو روح الارواح ہے، کیونکر قرب و بعد کی قید سے مقید ہو سکتی ہے۔“

محققین کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے اجسام اس قدر لطیف تھے کہ ان میں اور ارواح میں کوئی فرق نہ تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مشاہدہ جمال و جلال حق تعالیٰ شانہ و تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور ان کا جسم عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے۔

(حیات النبیؐ از شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی، صفحہ ۴۴)

انبیاء علیہم السلام کے وصال کے بعد فیوض و تصرفات بھی ان کی حیات کی دلیل ہیں۔ پھر ہمارے نبی محترم ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں پس آپؐ کیونکر کسی کو فیض پہنچا سکتے ہیں جب تک کہ آپؐ کو متصف بہ حیات نہ مانا جائے۔ بقول حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ موصوف کے بغیر صفت کی بقا محال ہے۔ حضرت محمد عربیؒ کی نبوت تو قیامت تک

باقی رہے گی کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ زمانہ کے اعتبار سے (خاتمیت زمانہ کہ آپ سب سے آخر زمانے میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا) اور مراتب نبوت و کمالات رسالت (خاتمیت رتبہ) کے اعتبار سے بھی کہ جو علم کسی بشر کے لئے ممکن ہے اور جو کمالات وہ سب آپ پر ختم ہو گئے۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا، جو دعویٰ نبوت کرے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (تخذیر الناس از بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی) جنگ یمامہ میں مدعی نبوت مسیلہ کذاب اور اسود غنسی سے معرکوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات سو حافظ قرآن صحابہؓ کو ختم نبوت کی خاطر شہید کروا دیا تھا۔

مسئلہ حیات النبیؐ دین کا ایک اہم مسئلہ ہے جس پر اکابرین اور علماء مفسر کا اتفاق رہا ہے۔ ائمہ اربعہ اس باب پر متفق ہیں کہ حضرت محسن انسانیت ﷺ بقید حیات ہیں اور یہ حیات وہی ہے جو جسم کے ساتھ حاصل تھی نہ کہ روحانی حیات۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ ایسا ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ کسی کو اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی۔ ان کی زندگی کو روحانی اور معنوی نہ سمجھا جائے۔

حیات النبیؐ کا مسئلہ پیش کرتے ہوئے کسی نے استاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خانؒ (سابق شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) سے دریافت کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شہداء کو بھی روحانی حیات حاصل ہے بدنی نہیں، تو آپ نے فرمایا ”من یقتل“ بدن ہے نہ کہ روح اس لئے ”من یقتل“ پر احیاء کا اطلاق اسی معنی میں آئے گا۔

(سوانح حیات حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی صفحہ ۳۳)

حیات النبیؐ کے تو غیر مسلم تک قائل ہیں۔ مشہور مستشرق ڈاکٹر گسٹاؤ لیہمان کہتا ہے: ”اس پیغمبر اسلام (ﷺ) اس نبی امی (ﷺ) کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک ایسی قوم ناخجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر حکومت میں نہیں ہوئی تھی، اسے رام کیا اور اس درجہ تک پہنچا دیا کہ اس نے دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کو زیر و بر کر ڈالا اور آج بھی وہی نبی امی (ﷺ) اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم کئے ہوئے ہے۔“

(اعجاز القرآن از شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صفحہ ۸۲)

خان محمد نیاز الدین خان مرحوم کو ۱۳ جنوری ۱۹۲۲ء کو شاعر مشرق حضرت علامہ

اقبالؒ نے جو خط لکھا، اس میں تحریر ہے ”حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانہ میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانہ کے لوگ بھی آپؐ کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ ہو کرتے تھے، لیکن اس زمانہ میں اس قسم کے اعتقاد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا، اس لئے خاموش رہتا ہوں۔“ (مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خان، خط نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۴۰)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی و دنیاوی ہے۔ وعدہ الہی کے مطابق ان پر محض ایک آن کے لئے موت طاری ہوتی ہے اور فوراً بعد ان کو حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکامات دنیاوی ہیں: ان کا ترک نہ بانٹا جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں، نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں، مٹی ان کو نہیں کھا سکتی، اللہ تعالیٰ ان کو حیات ابدی کے ساتھ زندگی بخش دیتا ہے یعنی ان کی یہ حیات دنیا کی سی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی صفحہ ۳۲، حصہ سوم)

علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ کا نبیؐ زندہ ہے، کیا ایسا کہنا بدعت ہے؟ جواب میں فرمایا: ”نسی اللہ حسی۔“ یہ حدیث ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا نبیؐ زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”مقتول فی سبیل اللہ کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے، لیکن تمہیں پتہ نہیں۔“ یہاں مقتول فی سبیل اللہ کو حسی اور زندہ کہا ہے اور ظاہر ہے محض مقتول حسی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حکم حیات اس مقتول پر ہے جو مقید ہے فی سبیل اللہ کے ساتھ یعنی یہاں حسی کی علت فی سبیل اللہ ہوگی۔ اور فرمایا ”کہہ دے کہ میری نماز اور قربانی اور میری حیات اور موت سب اللہ کے لئے ہے۔“ شہید کی تو صرف موت ہی فی سبیل اللہ اور للہ ہے، جبکہ نبیؐ کی تو ہر چیز فی سبیل اللہ اور للہ ہے۔ معلوم ہوا کہ نبیؐ کی للہیت شہید کی للہیت سے لامتناہی، افضل و ارفع ہے۔ اسی طرح نبیؐ کی حیات شہید کی حیات سے لامتناہی افضل و ارفع ہے، جبکہ ہم کو ادنی حیات شہید کا شعور نہیں تو اعلیٰ و ارفع حیات کا شعور کیسے ہو سکتا ہے؟ لہذا نبی اللہ حسی ہے اور یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت۔

(مقالات ایوبی حصہ سوم صفحہ ۲۷۸ تا ۲۷۷)

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپؐ کی یہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے۔ (المحمد یعنی عقائد علماء دیوبند۔ مرتبہ مولانا خلیل احمد صفحہ ۱۶)

حضور پیغمبر آخر ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ سلامت ہیں۔ اس عالم میں موت کے قانون سے کسی کو استثناء نہیں۔ اس لئے بعد وصال آپؐ کا نور پاک اس عالم سے اسی طرح اوجھل اور مستور ہے جس طرح ایک روشنی کے ہنڈے پر کوئی سرپوش ڈھک دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبے میں فرمانا کہ اے آقا (ﷺ)! اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا، حیات النبیؐ کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری موت سے مراد حیات بعد الموت کے بعد والی موت ہے یعنی پہلی موت کے بعد آپؐ کو جو حیات ملے گی اس کے بعد آپؐ پر کوئی اور موت طاری نہ ہوگی۔

(تسطانی جلد ۶، صفحہ ۳۷۰ مطبوعہ مصر)

حضرت امام رازیؒ، تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۵ پر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ حضرت نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارک کے سامنے لے جا کر رکھ دینا۔ اگر دروازہ کھل جائے اور قبر اطہر سے آواز آئے کہ ابو بکر کو اندر لے آؤ تو مجھے حجرہ مبارک میں دفن کر دینا ورنہ عام مومنین کے قبرستان میں دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی ادخلو الحبيب الى الحبيب (یو وصل الحبيب الى الحبيب) اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی حیات بعد الہماۃ کے قائل نہ ہوتے تو اس وصیت کے کیا معنی؟

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، لہذا اللہ کا نبی زندہ رہتا ہے اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ) اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور رزق بھی پاتے ہیں اور یہ حیات و مرزوقیت شہدائے کہیں زیادہ اعلیٰ اور اکمل ہے۔ اجساد انبیاء علیہم السلام کمال عظمت و عزت کا نشان بن کر بعد وصال بھی صحیح سالم اور محفوظ رہتے ہیں۔ مٹی ان کو نہیں کھا سکتی اور اللہ پاک ان کو حیات ابدی بخش دیتا ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی کتاب ”مذکرہ“ میں فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی موت کا حاصل اتنا سمجھو کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیے گئے ہیں اور ان کا حال ہماری نسبت ایسا ہی ہے جیسے فرشتوں کا حال ہے کہ ہم فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو بطور کرامت اور خرق عادت بحالت بیداری اپنے کسی نبی کی

زیارت سے مشرف فرما دے۔ علامہ سبکی، علامہ سیوطی، علامہ زرقانی، حافظ ابن قیم اور تمام حضرات محدثین کا یہی مسلک ہے۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حضرت سرور انس و جاں ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علین میں رفیق اعلیٰ میں ہے جہاں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح اور بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپؐ اپنی قبر شریف میں نمازیں پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ روح و بدن کے اسی تعلق کی بنا پر آپؐ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عالم بیداری میں بحالت سفر حضرت موسیٰ و حضرت یونس علیہم السلام کو وادی ازرق اور ہندیہ ہرشی میں ”لیک“ پڑھتے ہوئے خاص ہیئت و لباس میں دیکھا تھا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ”میں نے وادی عسکان میں حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم (علیہم السلام) کو دیکھا۔ وہ سرخ اونٹوں پر سوار تھے اور ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں۔“ یہ واقعات لیلۃ المعراج کے نہیں، دوسرے مواقع کے ہیں۔ (روح و روحانیت از امام ابن قیم۔ صحیح مسلم)

ماہنامہ ”الفرقان“ لکھنؤ (یوپی، بھارت) جنوری ۱۹۷۸ء میں اس کے ایڈیٹر جناب مولانا محمد منظور نعمانی نے صفحہ ۸ پر ایک مضمون محمد بن عبد الوہاب کے صاحبزادے عبد اللہ کی طرف سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا درجہ اور مرتبہ تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و افضل ہے اور آپؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپؐ کی یہ حیات برزخی ہے اور یہ شہداء کی حیات سے زیادہ بلند درجہ کی ہے، کیونکہ بلا شک و شبہ آپؐ تمام شہداء سے افضل ہیں اور آپؐ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور آپؐ کی زیارت مسنون ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہوگی اور عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ روز قیامت ہمارے نبی ﷺ کی شفاعت ہمیں نصیب فرما اور ہمارے بارے میں آپؐ کی شفاعت قبول فرما۔ ہمارے نزدیک شیخ الاسلام ابن قیم اور ان کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ اہل حق، اہل سنت کے امام و پیشوا ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی کتابیں ہمیں نہایت عزیز ہیں لیکن ہم ہر مسئلے میں ان کے بھی مقلد اور پیرو

نہیں اور متعدد مسائل میں ان سے ہمارا اختلاف معلوم اور معروف ہے۔ ہم اپنے تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کے سلسلے میں محدث و فقیہ حضرت مولانا حافظ قاری محمد عاشق الہی بلند شہری ثم مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات برزخیہ اس قدر اکمل اور اس درجہ رفیع ہے کہ وہ اس دنیا میں تشریف لاسکتے ہیں، مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور ان کا دیدار بھی ممکن ہے۔ بعض بزرگوں سے جو یہ منقول ہے کہ انہوں نے حضرت محسن انسانیت ﷺ کو بیداری میں دیکھا تو یہ بات قابل تکذیب نہیں۔ اگر کوئی تصدیق نہ کرے تو جھٹلانا بھی جائز نہیں۔ واقعہ معراج شریف میں حضور انور ﷺ اپنی حیات دنیاوی میں تھے اور جن انبیاء علیہم السلام کو آپؐ نے نماز پڑھائی، وہ حیات برزخی میں تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس دنیا میں نہیں مگر حیات برزخیہ میں بھی نہیں، بلکہ آپ کی حیات دنیاوی جاری ہے تا آنکہ دوبارہ تشریف لا کر وصال فرمائیں (احوال برزخ حالات برزخ، صفحہ ۴۸ تا ۴۹) آپ کے جسد عنصری کو جسد روحی میں تبدیل کر دیا گیا ہے، پس ظاہری زندگی کے باوجود آپ کو کھانے پینے اور پہننے اور ڈھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ”انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔“

(مسند کبیر از ابو یعلیٰ احمد بن علی متوفی ۳۰۷ھ ۹۱۹ء۔ نشر الطیب از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۸۳)

یہ نماز حکم شرعی کی وجہ سے نہیں بلکہ حصول لذت کے لئے ہے۔

حضرت امام شعرانیؒ نے کئی بزرگوں کا ذکر کیا ہے، جنہیں سید الوجود ﷺ کا مشاہدہ عالم بیداری میں ہوا ہے مثلاً شیخ محمد ابوالموہب شاذلیؒ، شیخ محمد بن ابی جمرہؒ، شیخ ابوالعباس المرسیؒ اور شیخ عبداللہ بن ابی جمرہؒ۔ متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں بزرگوں نے گنبد خضرا کے قریب جا کر بہ آواز بلند فرمایا: السلام علیک یا جدی (نانا جان السلام علیکم) اور فوراً روضہ اطہر سے آواز آئی ”وعلیک السلام یا ولدی (وعلیکم السلام میرے بیٹے)۔ اس آواز کو ان بزرگوں ہی نے نہیں بلکہ وہاں موجود دوسرے بے شمار حضرات نے بھی سنا۔ یہی نہیں حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کے لئے تو روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ و سلام) سے آپ کا دست مبارک برآمد ہوا جس کو حضرت رفاعیؒ نے بوسہ دیا۔ یہ ۱۱۶۰ھ/۱۷۵۵ء کا مشہور واقعہ ہے جو بیسیوں نہایت مستند کتب میں موجود ہے۔

دنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں۔ نظر نہ آنے والے وجود کو وجود حقیقی کہتے ہیں اور جو نظر آتا ہے، وہ وجود حسی ہے۔ وجود حقیقی، وجود مثالی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ”الکشف“ میں وجود مثالی کی یوں تعریف کرتے ہیں: ”کوئی ذات باوجود اپنی حالت و صحت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے، اس دوسری صورت کو مثالی صورت کہتے ہیں۔“ حضرت جبریل امینؑ مثالی صورت میں وحی لاتے تھے اور صرف دو مرتبہ اپنی ملکوتی صورت میں تشریف لائے۔

حضرت امام غزالیؒ کے یہاں وجود مثالی کا نام وجود حسی ہے یعنی وجود حسی وہ وجود ہے جو آنکھوں میں تو آجاتا ہے، لیکن خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا (فیصل التفریق، صفحہ ۱۸) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قائد انبیاء ﷺ نے فرمایا کہ ”میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں، جو تم نہیں سنتے۔“ (ترمذی) حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام مثالی وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہیں بعدیہ نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام کے مثالی وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ یہ روحانی حضرات عالم بیداری میں فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو دیکھتے اور ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ”المنقذ من الضلال“ میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ارباب قلوب کو حالت بیداری میں ملائکہ و ارواح انبیاء علیہم السلام کا دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور وہ ان کا کلام سن کر اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ محققین کا قول ہے کہ آنحضور ﷺ کا بحالت بیداری دیکھنا بھی مثالی ہوتا ہے اور یہ دیکھنا سوائے دیکھنے والے کے، دوسروں کے لئے حجت و دلیل نہیں ہو سکتا۔

مسند ہند و پاک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی رُوح پر فتوح سے فیض حاصل کرنے کو ایسی طریقہ کہتے ہیں۔ الفوز الکبیر کے صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید حضور اکرم ﷺ سے بلا واسطہ پڑھا۔ جس طرح آپؐ کی رُوح مقدسہ سے (فیض باطنی کے اکتساب میں) میں آپؐ کا ایسی ہوں۔ بالمشافہ اور عالم خواب میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ سے احادیث سنیں۔ بعض کی آپؐ نے خود اصلاح فرمائی، جنہیں رسالے کی صورت میں حضرت شاہ صاحبؒ نے مرتب فرما کر اس کا نام ”دُرّ ثمین“ رکھا۔ شاہ صاحبؒ ”فیوض الحرمین“ کے مقدمے میں فرماتے ہیں: ”مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سے یہ نعمت بھی عطا فرمائی کہ مجھے ۱۱۴۳ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ ﷺ کی توفیق دی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ حج بیت اللہ معرفت اور مشاہدہ

کے ساتھ ہوا۔ میں نے حضرت سرور عالم ﷺ کو بار بار اکثر امور میں اسی صورت میں دیکھا جس میں آپ تھے۔ باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی کہ روحانیت میں آپ کو دیکھوں، جسمانیت میں نہ دیکھوں۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ اپنی روح کو جسم میں ظاہر فرماتے ہیں۔“ حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول وحدت، موحد اعظم ﷺ کو بحالت خواب یا بحالت بیداری اصل اور مثالی، دونوں صورتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حدیث پاک ہے: ”جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بحالت بیداری ضرور میرا دیدار کرے گا۔“ (بخاری، صحیح مسلم، ابن ماجہ، ترمذی) مفسرین اس حدیث کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ خواب دیکھنے والے کو اس خواب کی تصدیق حالت بیداری میں ہو جائے گی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ صوفیا کا قول ہے کہ معلم عالم حضرت رسول اللہ ﷺ کی دونوں طرح زیارت ہوتی ہے۔ بعض خوش بختوں کو ذات اقدس (ﷺ) کی بعینہ زیارت ہوتی ہے (خصائل نبوی شرح شائل ترمذی، صفحہ ۲۶۰)۔ خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی مکرم ﷺ کی روح مبارک کبھی وجود مثالی کے ساتھ خواب میں جلوہ افروز ہوتی ہے اور کبھی آپ بیداری میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک آپ کا بیداری میں دیدار ممکن ہے جیسے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے ۲۲ مرتبہ آپ کو بحالت بیداری دیکھا اور آپ سے چند احادیث کے بارے میں دریافت کیا اور ان کی تصحیح فرمائی۔ اسی طرح امام عبد الوہاب شعرانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مع اپنے آٹھ ساتھیوں کے حضور پر نور، شافع یوم النور ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھی اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر آپ نے پڑھی تھی (فیض الباری جلد نمبر ۲۰۴ صفحہ ۲۰۴) یہ حضرت خاتم المحدثینؒ کی تقاریر درس صحیح بخاری کا مجموعہ ہے جس کو آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی ثم مدنیؒ نے چار ضخیم جلدوں میں مرتب فرمایا ہے۔

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربیؒ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی علامت ہوتی ہے اور اس بات کی علامت کہ کسی انسان کو بیداری میں سردارِ دو عالم ﷺ کا مشاہدہ حاصل ہوا ہے، یہ ہے کہ اس کی فکر ہر لمحہ اور ہر وقت آنحضرت ﷺ کی طرف لگی ہوئی ہو۔ یہ فکر نہ کبھی غائب ہو اور نہ کوئی امر اس کی توجہ کو آپ سے ہٹا سکے اور نہ کسی اور بات میں وہ مشغول ہو۔ چنانچہ کھائے تو اس کی فکر حضرت کہف الوجود ﷺ سے لگی ہو، پے تو یہی حال ہو، جھگڑے تو یہی حال ہو اور سوئے تب بھی یہی حال ہو۔ پس اگر کسی انسان کی

مدت تک یہی حالت رہے تو اللہ تعالیٰ اسے بیداری میں اپنے حبیب پاک ﷺ کا مشاہدہ عطا فرماتا ہے۔

حضرت دباغؒ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ حضور سید الوجود ﷺ کو بیداری میں دیکھتا ہے تو اس کے متعلق عارفین کا یہ قول ہے کہ اس کے دعویٰ کو بغیر دلیل قبول نہ کیا جائے اور وہ دلیل یہ ہے کہ وہ ایک کم تین ہزار مقام طے کر چکا ہو اور مدعی کو ان مقامات کے بیان کرنے کو کہا جائے۔ جو شخص بیداری میں آپؐ کے دیدار کا دعویٰ کرے، اس سے آپؐ کے پاکیزہ حالات کے متعلق دریافت کیا جائے۔ اس کا جواب سنا جائے کہ آنکھوں سے دیکھ کر جواب دینے والا چھپ نہیں سکتا اور نہ دیکھنے والے کے ساتھ مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ اس مشاہدہ میں وہ لذت پائی جاتی ہے کہ نہ اس کی کیفیت بیان ہو سکتی ہے نہ اس کا احاطہ ممکن ہے، حتیٰ کہ اہل مشاہدہ کے نزدیک یہ جنت میں جانے سے بھی زیادہ افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ جنت میں جائیں گے انہیں جنت کی تمام نعمتیں عطا نہ ہوں گی بلکہ ہر شخص کے لئے مخصوص نعمتیں ہوں گی۔ برخلاف مشاہدہ نبی مکرم ﷺ کہ جب انسان کو یہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی ذات کو جنت کی تمام نعمتوں سے سیراب کیا جاتا ہے۔ پس جو چیز جنت میں داخل ہونے سے بہتر اور افضل ہے، وہ بیداری میں حضرت صادق المصدوق ﷺ کا دیدار مبارک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ولی آپؐ کو آج بھی اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ آپؐ کو دیکھا کرتے تھے۔

(خزینہ معارف اردو ترجمہ "ابرین" از علامہ احمد بن مبارک سلجمائی، حصہ دوم صفحہ ۵۶۸ تا ۵۶۹)

حضرت مولانا محمد عتیق فرنگی محلیؒ اپنی تصنیف "تنویر اللمعان" (۱۳۷۹ھ لکھنؤ بھارت) میں فرماتے ہیں کہ بزرگان دین اور کالمین کی پرورش اب بھی حضور سرور انس و جاں ﷺ خود ہی فرماتے ہیں اور میں ایسے مردانِ خدا سے واقف ہوں جن کو آپؐ کی زیارت ڈیڑھ دو سو بار ہوئی اور جن کی ظاہری و باطنی مشکلات کو آپؐ نے خود حل فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں "خصوصیات" کے بیان میں تمام بحث کے بعد یوں فیصلہ فرمایا: "حاصل کلام یہ ہے کہ موت کے بعد حضرت نبی الرحمت ﷺ کو دیکھنا مثالی صورت میں ہے جیسا کہ خواب میں آپؐ کی مثال شریف کا دیدار ہوتا ہے، جاتے میں بھی مثال شریف کا دیدار ہوتا ہے اور وہ مبارک وجود جو مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامتاً) میں قبر اطہر کے اندر آرام فرما ہے اور زندہ ہے، مثالی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت میں کئی مثالی وجود عوام کو خواب میں اور

خواص کو جاگتے میں نظر آتے ہیں۔ سوال و جواب کے وقت قبر میں بھی آپ کی مثالی صورت ظاہر ہوتی ہے (جلداول صفحہ ۷۶) (آج کا انسان ٹیلی ویژن سے یہ نکتہ آسانی سمجھ سکتا ہے)۔ آگے چل کر حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سرورِ دو عالم ﷺ سے تعلق پیدا کرنے کی دو صورتیں ہیں: پہلے یہ کہ اگر تم نے کسی وقت آپ کے جمال یا کمال کو خواب میں دیکھا ہے تو اسی صورت کا ہمیشہ استحضار کیا کرو اور اگر یہ نعمت عظمیٰ حاصل نہیں اور قبر شریف کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی تو ہمیشہ ہر وقت آپ پر درود بھیجتے رہو اور یقین رکھو کہ تمہاری درودوں کا تحفہ آپ کو پہنچ رہا ہے۔ درود شریف پڑھتے وقت باادب اور حاضر القلب ہونا ضروری ہے۔ اس سے شرم کرو کہ ایسی حالت میں درود بھیجو جب تمہارا دل کسی دوسرے معاملے میں اٹکا ہوا ہو کہ اس طرح درود پڑھنا جسم بے روح کا حکم رکھتا ہے۔ انسان کا ہر عمل اس وقت تک مقبول اور با اثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں حضور قلب نہ ہو۔ ان نسخوں پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم کو افضل الانبیاء ﷺ کا مشاہدہ عیاں حاصل ہو جائے گا، تم سید پیغمبراں ﷺ سے باتیں کرو گے، آپ کا کلام مبارک سنو گے اور آپ تمہاری عرض و معروض کا جواب ارشاد فرمائیں گے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ عالم بیداری میں آنحضرت ﷺ کو دیکھنا ممتنع نہیں۔ حدیث یافتہ میں اس کی ممانعت نہیں بلکہ ایک حدیث میں ایسا اشارہ ملتا ہے۔ اربابِ قلوب اور اہل تصوف کے یہاں تو یہ چیز تو اثر کو پہنچی ہے کہ سید الکونین ﷺ اور بعض اکابر کی زیارت بیداری میں ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ بیداری کی رویت مثالی رویت ہے، عالم شہادت کی نہیں۔ عالم مثال کی مثال بھی خواب جیسی ہے البتہ جو خواب میں دیکھ لے، وہ رو یا کہلائے گا اور جو بیداری میں ہوگی، وہ رویت ہوگی۔ چونکہ رویت مثالی ہوتی ہے اس لئے ایک وقت میں متعدد اشخاص متعدد مقامات میں دیکھ سکتے ہیں۔ (اشاعت خاص ماہنامہ ”بینات“ بیاد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، صفحہ ۱۹۲)

حضرت جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ عالم ملکوت میں حضرت ختمی المرتب ﷺ کی ساری اُمت آپ کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ آپ نے اپنی ساری اُمت کو دیکھا تھا اور اس کے باوجود بھی تمام اُمت کے لئے صحابیت ثابت نہیں اس لئے کہ یہ رویت عالم ملکوت میں تھی جو صحابیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ (الحادی للفتاویٰ، جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ مصر)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ایک طالب علم نے دریافت کیا کہ حضرت! جن لوگوں نے ایمان کی حالت میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا، وہ صحابہ ہیں

لیکن اگر کسی نے بحالت ایمان خواب میں آپؐ کی زیارت کی تو کیا وہ بھی صحابی ہے؟
حضرت مدنی نے جواب ارشاد کیا: جی ہاں وہ ”خوابی صحابی“ ہے۔ (شیخ الاسلام کے حیرت
انگیز واقعات از ابوالحسن بارہ ہنگوی صفحہ ۲۰۷) (ارے صاحب یہ تو محض ظریفانہ جواب ہے۔
”خوابی صحابی“ کو آپؐ صحابی کی کوئی قسم نہ سمجھنے لگیے گا!)

شرف صحابیت کے لیے جو شرائط تھیں، حضرت سرور کائنات ﷺ کے وصال
کے ساتھ وہ ختم ہو گئیں۔ اب قیامت تک چاہے کوئی کتنی ہی بار بحالت بیداری آپؐ کی
زیارت کر لے، صحابی نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ (سابق شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ،
لاہور) سیرۃ المصطفیٰ، حصہ سوم میں حیات النبی ﷺ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت حبیب
خدا ﷺ نے بحکم ”کمل نفس ذائقۃ الموت“ تھوڑی دیر کے لئے موت کا مزہ چکھا اور
پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو زندہ کر دیا اور زمین پر آپؐ کے جسم کو کھانا حرام کیا۔ پس آپؐ
اب حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور آپؐ کی یہ حیات، حیات شہداء سے کہیں زیادہ
اکمل و افضل ہے۔ (کنزانی شرح المواہب جلد پنجم، صفحہ ۳۳۳ و مدارج النبوۃ جلد اول، صفحہ ۱۶۹)
علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ شہید کو نبیؐ سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ و ارفع
مرتبہ حاصل ہو سکے، نیز شہدا کو یہ مرتبہ بلند (یعنی حیات جسمانی) حضور نبی اکرم ﷺ کی
شریعت اور ملت کی حفاظت میں جانبازی اور سرفروشی کے صلے میں ملا ہے۔ پس قیامت تک
جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید ہو گا تو ان تمام شہداء کا اجر سید الانبیاء ﷺ
کے نامہ اعمال میں ثبت ہو گا اور آپؐ کا مقام ان تمام شہداء سے باعتبار حیات سب سے
اعلیٰ و ارفع ہو گا۔ اس لئے کہ دین کا سنگ بنیاد رکھنے والے حضور نبی الامی فداہ ابی و امی
صلوات اللہ علیہم ہیں۔ لہذا آپؐ کی تنہا حیات تمام شہدائے عالم کی حیات سے زیادہ قوی اور
بلند ہوگی۔ دیکھو شفاء السقام صفحہ ۱۲۰، نیز یہ کہ حضرت صادق المصدوق ﷺ شہید بھی ہیں۔
چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کوئی نبی ایسا ہو گا جہاں نبوت
کے ساتھ شہادت جمع نہ کی گئی ہو۔ پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی ہونے کے اعتبار
سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور ہمارے نبی محترم
حضرت سید الانبیاء ﷺ نے بحالت شہادت وصال فرمایا اس لئے کہ آپؐ کا وصال
اس زہر کے اثر سے ہوا کہ جو یہود نے خیبر میں آپؐ کو دیا تھا۔ (رواۃ البخاری)
تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام اہل جنت کی ارواح کی طرح

نظیف و لطیف اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ جس طرح اہل جنت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے، وہ مشک و عنبر سے زیادہ معطر اور پاکیزہ ہوتی ہے، اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام سے جو چیز نکلتی ہے، وہ بھی مشک و عنبر کی طرح معطر ہوتی ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کی فطرت اور حقیقت، مزاجی کیفیت اور ساخت و پرداخت اہل جنت کے طور و طریق پر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ وفات (وصال) کے بعد اہل جنت کے اجسام کی طرح بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت حضرت نبی الامین ﷺ کے فضلات اور بول و براز کی طہارت کی قائل ہے۔

(شرح شفا قاری عیاض للعلامة القاری، جلد اول، صفحہ ۱۶۰)

جو شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی خصوصیتوں کو پیش نظر رکھے گا، اس کو اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہے گا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اگرچہ ظاہراً جنس حیات میں عامۃ البشر کے ساتھ شریک ہیں، لیکن درحقیقت اور درپردہ حیات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامۃ الناس کی حیات سے بالکل مختلف اور جدا ہے اور تمام عالم بیداری کو ان حضرات کی بیداری کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہوتی ہے۔ بحالت خواب انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار ہوتے ہیں، جیسا کہ بخاری شریف میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ نوم انبیاء علیہم السلام ناقض وضو نہیں ہوتی۔ کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی اور نہ کسی نبی کو کبھی احتلام ہوا کیونکہ تناسل و احتلام شیطان کے تلاعب سے ہوتا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام اس سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ (ذرقانی شرح مواہب جلد پنجم، صفحہ ۲۳۸) اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

پس جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات، ان کی بیداری اور ان کا خواب عام مومنین کی حیات، بیداری اور خواب سے جدا اور ممتاز ہے اسی طرح سمجھو کہ انبیاء علیہم السلام کی وفات و ممات بھی عام مومنین کی وفات و ممات سے جدا اور ممتاز ہے۔ (سیرت المصطفیٰ، حصہ سوم صفحہ ۲۷۸ تا ۲۹۰ سے ماخوذ)

حضور فخر موجودات ﷺ کا احترام بعد وصال وہی ہے جو آپؐ کی حیات طیبہ میں تھا۔ آپؐ بعد وصال بھی اسی طرح رسول ہیں جس طرح اپنی مقدس زندگی میں تھے۔ مسجد نبویؐ میں آہستہ بات کرنی چاہیے اور دوسرے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

ہے لے سانس بھی آہستہ کہ دربارِ نبیؐ ہے

خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں کھڑا تھا کہ زور سے کسی نے کنکری ماری۔ مڑ کر دیکھا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے اشارے سے مجھے بلایا اور بوجہ حسن ادب آواز نہ دی۔ پھر فرمایا: یہ دو آدمی جو باتیں کر رہے ہیں، انہیں بلاؤ۔ دریافت فرمایا: کہاں کے ہو؟ وہ بولے طائف کے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر اس شہر کے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا، تم سید الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مسجد میں بلند آواز سے بول رہے ہو۔ (بخاری شریف)

مریم اُمت، اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سید المرسلین، حامی خواتین ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب کہیں قریب میں میخ وغیرہ ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو منع کراتیں کہ زور سے نہ ٹھوکو اور حضرت سید المرسلین ﷺ کی اذیت اور تکلیف کا خیال کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو حکم دیا کہ شہر سے باہر بقیع میں جا کر بنالاولا کہ ان کے بنانے کا شور فخر الرسل، حضرت سید احمد مختار ﷺ تک نہ پہنچے۔ (فضائل حج از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی) صحابہ کرامؓ جو حکم ربانی کے اصل مخاطب تھے، انہوں نے اس حکم کو عام رکھا اور سرورِ دو عالم، سید ولدِ آدم، محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ شرف و کرم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپؐ کی مجلس کا وہی ادب و احترام کیا جو آپؐ کی مقدس زندگی میں تھا اور ہمارے لئے یہی اُسوۂ حسنہ ہے۔

جمہور علماء محققین کا بیان ہے کہ حضرت پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ابداً ابدالی یوم القيامتہ کی حیات اور وفات (وصال) میں کوئی فرق نہیں۔ آپؐ اب بھی اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خیالوں تک سے اللہ پاک نے آپؐ کو باخبر کیا ہوا ہے اور یہ سب امور آپؐ پر اس طرح روشن اور واضح فرمائے ہوئے ہیں کہ ان میں کوئی پوشیدگی باقی نہیں۔ پس اس بارگاہِ عالی کی حضوری میں حرکات و سکنات اور نیت و خیالات تک کی سخت نگرانی اور نگہبانی کرو۔

(تجلیاتِ مدینہ از الحاج مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، صفحہ ۹۰)

مظالمِ کربلا کے بعد ۶۳ھ میں یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرامؓ

اور اکثر تابعین کرامؓ تھے، فوج کشی کا حکم دیا۔ اس لشکر نے حرہ کے مقام پر ڈیرے ڈالے۔ ایام حرہ میں مدینہ طیبہ میں قتل عام اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور مسجد نبویؐ میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی اور نہ ہوتا تھا۔ آپ کو افضل التابعین کہا جاتا ہے۔ ابو نعیم، ابن سعد، امام دارمی، زبیر بن بکار اور علامہ ابن جوزیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت سید ابراہار و اخیار، احمد مختار علیہ السلام کی قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ بعدہ اقامت بھی ہوتی تھی اور میں اس اقامت کے ساتھ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھتا تھا۔ میں نے پندرہ نمازیں اسی صورت میں ادا کیں۔“

(جذب القلوب صفحہ ۱۸۸، مدارج جلد ۲ صفحہ ۹۵، حلیۃ الاولیاء، قول بدیع، وفاء الوفا، خصائص کبریٰ) اللہ رب العزت نے اپنی رحمت خاص سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو یہ طاقت عنایت فرمادی ہے کہ وہ جب چاہیں اپنے جسم رُوحی کو جسم عنصری میں تبدیل کر لیں اور جب چاہیں جسد عنصری کو جسد رُوحی میں بدل لیں۔ یہی نہیں یہ طاقت اللہ تعالیٰ کے بے شمار صدیقین، صالحین، شہداء، قطب، غوث، ابدال اور بلند پایہ اولیاء کرام کو بھی حاصل ہے جس کے ثبوت میں لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر یہ تمام کرامات باذن اللہ ہیں کہ وہی اصل ہے، از خود کسی کا کچھ نہیں۔

لطائف المنن والاخلاق، جلد دوم صفحہ ۶۹ پر امام عبد الوہاب شعرانیؒ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے بلایا اور نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا، پس میں نے نماز عصر پڑھائی۔ مجھے اسی طرح کئی بار یہ حالت بیداری حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ شریعت و طریقت، امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شاہی مسجد دہلی میں پہلے سال تراویح میں جب قرآن پاک ختم کیا تو اچانک ایک شخص زردہ بکتر پہنے، ہاتھ میں علم لئے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ ”پیغمبر قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کس جگہ تشریف فرما ہیں؟“ حاضرین یہ سن کر دم بخود رہ گئے اور عالم حیرانی میں دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ نام دریافت کیا تو فرمایا کہ ”میرا نام ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ حضرت سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج عبدالعزیز قرآن مجید ختم کر رہا ہے، ہم اسے سننے کے لئے جائیں گے۔ مجھے آپؐ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا اس لئے دیر ہو گئی۔“ یہ فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

(فتاویٰ عزیزی، حصہ اول صفحہ ۸۔ کمالات عزیزی صفحہ ۹ نواب مبارک علی خان نے ۱۲۸۹ھ ۲۴ م ۱۸۷۲ء میں لکھی۔ کتب خانہ مجیدیہ۔ بوہڑ گیٹ۔ ملتان)

اس دور کی سائنس بے شمار معجزے حل کر رہی ہے جو کل تک چیتاں اور پہیلیاں بنے ہوئے تھے۔ قرآنی تعلیمات اور شرعی احکامات اس طرح واضح ہو کر سامنے آ رہے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور ان کی حقانیت پر ایمان لانا ہی پڑتا ہے۔ حبیب و محبوب خالق کون و مکان ﷺ کے فراموشی سیرت نگار گونسٹن و یٹرمل گیورگیو نے بالکل سچ کہا ہے کہ ”دنیا میں آج تک جتنے بڑے آدمی گزرے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) اُن میں سب سے بڑے ہیں اور یہ وہ رسول ہیں جنہیں از سر نو سمجھنے کی ضرورت ہے۔“

(محمد رسول اللہ ﷺ از گونسٹن و یٹرمل گیورگیو)

حضرت نبی الامی ﷺ کو زندہ نبی ثابت کرنے کے لئے اس کثرت سے اور اس قدر مؤثر دلائل ہیں کہ ایک ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے، مگر طوالت کے پیش نظر کتاب زیارت نبی بحالت بیداری کے اس ”مقدمہ“ کو ختم کرتا ہوں۔ رخصت سے قبل البتہ چند علمائے حق اور بزرگوں کے ارشادات عالیہ بیان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں:

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ علم غیب اور حاضر ناظر کی بحثیں کرتے ہیں، وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی کو بحث و مناظر کا موضوع بنانا گستاخی اور سوء ادب ہے (تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ از حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد میاں صدیقی صفحہ ۵۹) بعض لوگ نور و بشر کے جھگڑے میں پڑے رہتے ہیں، یہ نازک مقام ہے، اپنے کو ان بحثوں سے بچاؤ کہ ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔

(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صفحہ ۱۶۳)

ایک فرقے نے کلی طور پر انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت سید الشاہدین ﷺ کو قطعاً علم مغیبات نہ تھا۔ دوسرے نے آپؐ کے علم کے بارے میں اس قدر غلو کیا کہ آپؐ کو ہر ذرہ، ہر حالت اور ہر جزی کا عالم بتایا۔ یہی نہیں آپؐ کو ہر جگہ حاضر و ناظر بھی جانا۔ ان حضرات نے بھی زیادتی کی۔ اہل ظاہر اور عوام کے لیے یہ عقیدہ کافی ہے کہ حضرت ہادی برحق ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جتنا علم چاہا دیا۔ ہمیں اس کا علم نہیں اور نہ ہم اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ قدیم ہے حادث نہیں، جبکہ معتزلہ کے مطابق کلام اللہ قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ تمام فقہاء و محدثین کا اجماع ہے کہ معتزلہ کا عقیدہ باطل و فاسد ہے۔ حضرت عبدالعزیز دباغؒ فرماتے ہیں کہ نور محمد (ﷺ) حادث

ہے اور نور خداوندی ازلی و قدیم ہے اور ان دونوں کے درمیان بنی فرق ہے (خزینہ معارف حصہ اول صفحہ ۶۳ تا ۶۴)۔ اس طرح سنی مسلمانوں کے دونوں مقتدر فرقوں میں جو نور و بشر کا تنازعہ رہتا ہے، وہ حل ہو جاتا ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ عوام کے سامنے اس قسم کے مسائل کو زیر بحث نہ لانا چاہیے کہ ان میں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے، یہ مسائل خواص کے لئے ہیں۔ سنی مسلمانوں کے دونوں فرقوں کو فروعی اختلافات بھلا کر اور علما کی باتیں علما تک محدود کر کے آپس میں مل کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بن کر دوسروں کی تقلید کے لئے نمونہ بن سکے۔

اہل علم خصوصاً علماء و خطباء کو چاہیے کہ کبھی کسی کا نام لے کر بات نہ کہیں کہ حضور ﷺ کا یہی طریقہ مبارک ہے۔ آپؐ کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ ناروا عمل کس شخص نے کیا ہے مگر آپؐ مجلس میں کبھی اس کا نام نہ لیتے تھے اور یہ فرماتے تھے۔ ”نہ جانے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا اور ایسا کرتے ہیں؟“ منبر رسولؐ نہایت اہم مقام ہے۔ وہاں سے صرف حق کا درس دیں، اختلافی مسائل کو موضوع گفتگو نہ بنائیں، لڑائی جھگڑے کی باتوں سے بچیں۔ کیا مسلمانوں کے دشمن ناکافی ہیں جو ہمیں آپس میں بھی لڑنا جھگڑنا ضرور ہے؟

یاد رہے ”فساد العلماء اشد الفساد“ علماء کرام کو معاشرہ میں نہایت اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ جب یہی آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں تو معاشرے کو برباد ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا کہ علما کا فساد بدترین فساد ہے۔ نمک جب خود ہی خراب ہو جائے جو گوشت کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے اس پر لگایا جاتا ہے تو پھر گوشت کو خراب ہونے سے کون بچا سکتا ہے؟ مسلمانوں کو آپس میں جوڑنے کی ضرورت ہے نہ کہ توڑنے کی۔ اللہ پاک کے یہاں علمائے حق کا جو مقام ہے لوگوں کو اگر اس کا علم ہو جائے تو انہیں پیدل نہ چلنے دیں بلکہ اپنے کندھوں پر اٹھائے اٹھائے پھریں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ علماء دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (ارداح مشک صفحہ ۳۶۰)

محض زبان سے عشق کا دعویٰ کرنا اور عمل سے اس کی نفی کرنا، ایسے عاشق رسول بن کر پھر جو جی چاہے کرنے لگو، یہ تباہی کا راستہ ہے۔ اسی طرح خشک مولوی کا راستہ بھی

بربادی کا راستہ ہے کہ اسے ذرا سی کوئی چیز خلاف نظر آئی اور آپے سے باہر ہو گیا۔ نہ تو خشک مولوی بنے نہ تر صوفی، بلکہ اعتدال کی راہ اختیار کرے کہ وہی امر حق اور ہدایت کا راستہ ہے۔ بقول مولانا اشرف علی تھانویؒ نہ ترا نجدی بنے نہ خالص وجدی۔ جب کتاب و سنت کے احکامات سامنے ہوں گے اور بزرگوں کے حالات پیش نگاہ تو کتاب و سنت پر محض نجدی ہو کر عمل نہ کرے گا بلکہ اپنے اندر وجدی شان بھی رکھے گا اور اس طرح راہ اعتدال پیدا ہوگی کہ یہی راہ نجات ہے۔

تقرب اور نزدیکی کو لغت میں توسل کہتے ہیں۔ توسل کی ایک خاص صورت یوں دعا کرنا ہے کہ اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے ہماری فلاں مراد پوری فرما دے۔ یہ بزرگ زندہ یا مردہ آپ کے مقرب بندے ہیں اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے محبوب اور مقرب بندے سے جس کو محبت اور عقیدت ہوگی اس پر آپ کی رحمت ہوگی پس ہم آپ کی اس رحمت موعودہ کے طلب گار ہیں۔ ایسے توسل اور وسیلہ کو جمہور نے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ امام ابن تیمیہؒ موتی (مردہ) کے توسل کو مطلقاً ناجائز سمجھتے ہیں۔ جس طرح امام ابن تیمیہؒ نے اس کی ممانعت میں غلو کیا ہے اسی طرح بعض جاہل صوفیوں نے جانب جواز میں افراط سے کام لیا ہے اور وہ مردے کو مخاطب کر کے اس سے حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اس سے شرک لازم آتا ہے اور ایسے توسل کو تمام علماء منع کرتے ہیں۔ بین بین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کے طفیل اور وسیلے سے دعا کر لی جائے اور افراط و تفریط سے احتراز کیا جائے۔ (خلاصہ ملفوظات الفصل الموصل۔ اسعد الابرار از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، آثار حکیم الامت از ذاکر محمد عبدالحی صاحب صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۳ کا خلاصہ)

اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعظیم و تکریم ضروری ہے مگر اس میں غلو نہ کریں۔
ع مگر فرق مراتب نہ کئی زندگی

ان کی کرامات کی طرف متوجہ ہونے سے زیادہ ان کے اقوال و اعمال اور ان کی زندگی کی طرف توجہ دینی چاہیے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اولیاء اللہ کے سوانح نگاروں کو بھی اس طرف و حیان دینے کی ضرورت ہے۔ ولی بھی انسان ہے، اس سے لغزش ہو سکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نبی کی طرح معصوم ہو۔

(غزنیہ معارف جلد دوم صفحہ ۲۲۱۔ اقوال حضرت عبدالعزیز دہلویؒ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سن وصال (۱۹۳۳ء) سے قریب دو سال قبل دامت درست کراتے لاہور تشریف لائے۔ واپسی سے ایک روز پہلے آپ نے

لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کی۔ سلاطین اور مساکین دونوں کی قبور پر فاتحہ پڑھی اور ایصالِ ثواب کیا۔ حضرت خواجہ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر بہت دیر مراقب رہے۔ مولانا واصل بلگرامی مرحوم ساتھ تھے۔ مولانا بلگرامی نے یہ واقعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو تھانہ بھون (یوپی، بھارت) میں سنایا کہ حضرت تھانویؒ جب حضرت خواجہ ہجویریؒ کے مزار سے لوٹے تو فرمایا کہ کوئی بہت بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہزار ہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا۔ یہ بھی فرمایا کہ سلاطین کو مساکین کی صورت میں دیکھا جیسے کوئی ان کا پرسان حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا وغیرہ۔ (عالم برزخ از حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صفحہ ۲۴)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یسینؒ کو ۱۰ نومبر ۱۸۸۷ء کو اپنے خط میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ کسی بزرگ کے مزار پر کبھی چلے جایا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(میرے والد ماجد از مولانا مفتی محمد شفیع خط نمبر ۷ صفحہ ۲۹)

جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو خود کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ کسی پر لعنت کا بھی یہی حکم ہے۔ پس احتیاط کرنی چاہیے۔ نہ کسی کو کافر کہا جائے اور نہ کسی پر لعنت کی جائے۔ (تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ صفحہ ۷۲) مومن کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے۔ جس کے دل میں خوف خدا ہو گا وہ کلمہ گو کو کافر کہنے سے ڈرے گا۔

(الواقع الانوار از امام عبد الوہاب شعرائی جلد ۱ صفحہ ۱۱)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی وجہ سے پاکستان میں پہلی مرتبہ مارشل لا لگا اور پھر حقائق کی تحقیق کے لئے ایک اعلیٰ اختیارات کا کمیشن مقرر ہوا تھا۔ مرحوم مسٹر جسٹس ایم آر کیفانی نے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے سوال کیا کہ ترمذی میں ایک حدیث آتی ہے جس کی رو سے اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کا کفر خود کہنے والے پر لوٹتا ہے۔ بریلوی مکتبہ فکر والے بہت سے علماء دیوبندی علماء کو کافر کہتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے ان کا کفر خود بریلوی علماء پر لوٹا اور وہ کافر ہوئے؟ اس پر مولانا کاندھلویؒ نے جواب دیا کہ ترمذی کی حدیث تو صحیح ہے مگر آپ اس کا مطلب صحیح نہیں سمجھے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے، دیدہ دانستہ کافر کہے تو اس کا کفر کہنے والے پر لوٹے گا۔ جن بریلوی علماء نے بعض دیوبندی علماء کو کافر کہا تو انہوں نے دیدہ دانستہ ایسا نہیں کہا بلکہ ان کو غلط فہمی ہوئی

جس کی بنا پر انہوں نے ایسا کہا۔ انہوں نے منشاء تکفیر یہ تجویز کیا کہ ان علماء نے آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ اگرچہ ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ اگر وہ ذرا بھی غور و فکر کرتے یا ان ہی حضرات کی وہی کتابیں اور عبارتیں دیکھ لیتے جس سے بریلوی علماء کو یہ خیال ہوا ہے تو خود ہی اس کا ازالہ ہو جاتا۔ خود دیوبندی علماء کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔ مگر چونکہ جن بریلوی علماء نے بعض دیوبندی علماء کی تکفیر اس بنیاد یعنی توہین رسول (ﷺ) کے مزمومہ پر بر بناء غلط فہمی کی ہے اس لئے یہ کفر ان تکفیر کرنے والوں پر نہ لوٹے گا۔ ویسے بھی ہم جو اب ان کی تکفیر کا طریقہ اختیار نہیں کرتے۔ (تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی صفحہ ۱۰۵)

الحاج مولانا سردار محمد یعقوب خان صاحب، بی اے شاگرد رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد لائل پوری و گولڈ میڈلسٹ حکومت پاکستان (حیدر روڈ۔ اسلام پورہ، لاہور) نے کتاب سیرت النبی بعد از وصال النبیؐ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شہرہ آفاق علماء کی تصانیف کے مستند حوالہ جات جو اس کتاب میں موجود ہیں، ان سے ثابت ہو گیا ہے کہ اہل سنت کے گروہوں میں اعتقاد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ فقط لفظوں کے ہیر پھیر نے حقیقت کو معمہ بنایا ہوا ہے۔ اس کتاب سے اس باطل عقیدے کی از خود تردید ہو گئی ہے جو حیات النبیؐ کے خلاف تھا۔ نیز اس سے صحیح عقیدے کی تصدیق بھی ہو گئی ہے اور یہ وہ کام ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے صدیقی صاحب نے مسلمانان عالم اور بالخصوص گروہان اہل سنت والجماعت پر احسان عظیم کیا ہے اور ان کو متحد کرنے کی لاجواب سعی کی ہے۔ اس موضوع پر عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ یہ ایک اچھوتا اور نرالا موضوع ہے۔ ہمیں اس کتاب کو جلد از جلد مختلف بین الاقوامی زبانوں میں ترجمہ کرانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور حکومت پاکستان کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ اقوام عالم کو ہمارے بے مثل نبی ﷺ کی خداداد شان و شوکت اور عظمت کا علم ہو سکے اور وہ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوں۔ (حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمہا کو کی مذمت، صفحہ ۱۶)

میرے ایک دوست میرے بالکل برعکس شدت پسند اور سخت گیر عالم ہیں۔ فرمانے لگے: ”سیرت النبی بعد از وصال النبیؐ“ کی صورت میں آپ ایک بدعت جاری کر چکے ہیں۔ ”زیارت نبی بحالت بیداری“ آپ کی جانب سے دوسری بدعت ہے۔ بدعتی کا برا حشر ہوتا ہے، آپ کو ڈر نہیں لگتا؟“ میں نے عرض کیا کہ بدعت کی تعریف سے واقف

ہوتے ہوئے بھی آپ ناواقف ہیں۔ بدعت احداث فی الدین کا نام ہے، احداث للددین کا نام نہیں۔ پہلی قسم کی سینکڑوں بدعتیں معاشرہ میں پرورش پا رہی ہیں جو مذموم ہیں اور جن کے لئے سخت وعید ہے۔ جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو بسا اوقات اپنی بقا کے لئے ان کا اختیار کرنا عبادت بن جاتا ہے، مثلاً جہاد کے لئے اب تیر کمان، بلم اور تلوار ناموزوں ہے۔ اب تو ہمیں ایسی ہتھیاروں، لڑاکا بمباروں، لیزر ریز اور میزائل سے لیس ہونے کی ضرورت ہے، جبکہ میری یہ دونوں کتابیں خالص تحقیقی اور علمی حیثیت کی حامل ہیں اور بدعت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اور فہم حمید عطا فرمائے اور ہم کھرے کھوٹے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل بن جائیں، آمین ثم آمین۔ آخر میں ایک شاعر کے شعر کے پہلے مصرع میں تصرف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں:

محبت مجھ کو جس سے ہے اسی کا ذکر کرتا ہوں
زبان پر میری جز نام محمدؐ اور کیا آئے
لاشے

محمد عبدالجید صدیقی، ایڈوکیٹ

جمعہ ۳ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء لاہور۔

تبصرہ

از مولانا عبدالصمد صارم الازہری

”زیارت نبی بحالت بیداری“ جناب محمد عبدالمجید صدیقی ایڈوکیٹ کی دوسری حیرت انگیز کتاب ہے۔ ان کی پہلی کتاب ”سیرت النبی بعد از وصال النبی“ ہی بڑی حیران کن تھی اور یہ تو عجائبات دہرے ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں، کسی نے اس عنوان پر کتاب نہیں لکھی۔ صدیقی صاحب کے دماغ میں جدت بہت ہے۔ وہ اپنے راہوار قلم کے لیے نئے سے نیا موضوع تلاش کرتے ہیں اور بڑی ہی کاوش کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کا جو مقدمہ تحریر فرمایا اور مجھے پڑھ کر سنایا، خوب ہے اور مستند حوالوں سے مالا مال ہے۔ ان کی اس کتاب سے نہ صرف یہ کہ موضوع کتاب کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے بلکہ سینکڑوں مسائل دینیہ سامنے آتے ہیں اور بہت سے مشکل مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ صدیقی صاحب کی یہ کتاب عالمی و دائمی شہرت حاصل کرے گی۔ اس کتاب کا ترجمہ مختلف زبانوں میں شائع کر کے بطور تبلیغ مسلم و غیر مسلم ممالک میں بھیجا جانا چاہیے۔ کوئی صاحب خیر اس کام کو انجام دیں تو بڑی اچھی تبلیغ ہوگی اور بہت سے مسلم و غیر مسلم راہ راست پر آجائیں گے۔

بلاشبہ سیرت نبوی کے بارے میں جو کام صدیقی صاحب نے انجام دیا ہے، بالکل انوکھا، دلچسپ اور علمی ہے۔ اس کتاب کو جو بھی ایک بار شروع کرے گا، آخر تک پڑھے بغیر اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں کتابیں شاہکار ہونے کے باوصف بالکل عام فہم ہیں۔

زیارتِ نبی ﷺ بحالتِ بیداری

کے سلسلہ میں کتاب کے اندر ۱۱۴ واقعات پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مجلس میں وعظ فرما رہے تھے۔ اس پر تاثیر وعظ کا اثر یہ تھا کہ مجلس کے دس ہزار شرکاء میں سے اسی دن سات آدمی وفات پا گئے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی کے نیچے آپ کے قدموں میں حضرت شیخ علی بن ہبیتی بیٹھے تھے کہ ان کو غینہ آگئی۔ حضرت غوث الاعظم نے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ فرمایا۔ مجلس کی یہ حالت ہو گئی کہ لوگوں کی سانس کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ اس کے بعد حضرت غوث الاعظم اپنی کرسی سے نیچے اترے اور حضرت ہبیتی کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ہبیتی بیدار ہو گئے تو حضرت غوث الاعظم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے ابھی حضرت آقائے نامدار ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ میں نے اسی وجہ سے ادب اختیار کیا تھا۔ اچھا بتاؤ کہ آپ نے کیا وصیت فرمائی؟ اس پر حضرت ہبیتی نے فرمایا کہ حضور سید الشاہدین ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ حضرت ہبیتی نے مزید فرمایا کہ میں نے حضور انور ﷺ کو خواب میں دیکھا جبکہ آپ نے حضور خاتم الانوار ﷺ کی بیداری میں زیارت فرمائی (زبدۃ الآثار تلخیص بیہ الاسرار از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اردو ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صفحہ ۶۹) سیدنا حضرت غوث الاعظم کے حالات پر یہ مختصر کتاب ہے۔ (سفینۃ الاولیاء از دارالشکوہ صفحہ ۶۷) دارالشکوہ نے اسے ۲۱ جنوری ۱۶۴۰ء کو مکمل کیا۔ اس میں ۴۱۱ صوفیائے کرام کے حالات ہیں۔)

۲۔ حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ایک دن منبر پر خلق کو تذکیر و وعظ فرما رہے تھے۔ عین دورانِ وعظ آپ منبر سے اتر آئے اور آخری سیڑھی پر شرکائے مجلس کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے۔ منبر کی جانب کر کے باادب سر جھکا دیا اور وعظ سے رُک گئے۔ اہل مجلس حیران تھے۔ آپ کے ایک رازدار نے وجہ دریافت کی کہ اثناء وعظ آپ منبر سے اتر پڑے۔ آخری سیڑھی پر بیٹھ گئے اور خاموش رہے۔ بارہا آپ نے وعظ فرمایا مگر ایسا واقعہ پہلے کبھی پیش نہ آیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور سید کون و مکاں ﷺ کو دیکھا کہ منبر پر تشریف لائے اور جلوہ افروز ہو گئے۔ میری کیا مجال تھی کہ حضرت ساقی

کوثر علیہ السلام کے برابر بیٹھتا یا آپ کی جانب پشت کرتا، میں اتر آیا، میری کیا مجال تھی کہ میں حضرت سید موجودات علیہ السلام کے سامنے بات کرتا یا وعظ کہتا، اس لیے خاموش ہو گیا۔ غرض یوں آپ حضرت خیر الانام علیہ السلام کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ الخدوم یعنی حضرت مولانا مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات مبارکہ کا اردو ترجمہ جسے حکیم غلام محبوب سبحانی قریشی ملتانی نے سید الیکٹرک پریس و مطبع صدیقیہ ملتان سے ۱۳۷۷ھ میں شائع کیا۔ (صفحہ ۶۸۹ تا ۶۹۰ جلد دوم)

۳۔ حضرت شیخ بقا بن بطو سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت محبوب سبحانی، غوث صدانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ حضرت منبر کی پہلی سیڑھی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے سکوت فرمایا اور منبر سے اتر آئے۔ کچھ توقف کے بعد منبر کی دوسری سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ میں نے بغور دیکھا کہ منبر کی پہلی سیڑھی میری نظر کی حد تک کشادہ نظر آتی تھی۔ اس پر ایک مسند تھی جس پر بہتر رنگ کا فرش بچھا ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سید البشر علیہ السلام چند صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سمیت اس پر جلوہ فرما ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت محبوب سبحانی کے قلب پر تجلیات ربانی کا پرتو پڑا۔ آپ اس کی تاب نہ لا کر گرا چاہتے تھے کہ حضرت سید عالم علیہ السلام نے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم چھوٹا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ آپ چڑیا جتنے نظر آنے لگے۔ پھر اس میں اضافہ شروع ہوا اور آپ حسب معمول اپنی ہیئت پر آ گئے، لیکن آپ کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ پر خوف کی کیفیت طاری ہے اور چہرہ کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ نقشہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

شیخ بقاء سے لوگوں نے حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وبارک وسلم کی تشریف آوری سے متعلق روایت کی تحقیق طلب کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت سید الانبیاء علیہ السلام کا حافظ وناصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی مقدس روح مختلف اجسام اور نمایاں صورتوں میں نمودار ہوتی رہتی ہے، لیکن اس کا دیدار وہی کر سکتا ہے جسے اللہ پاک تاب نظارہ اور دید کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آپ سے گرنے، چھوٹا اور بڑا ہونے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تجلیات الہی کے نظارے کی تاب اگر کسی کو ہو سکتی ہے تو صرف تائید نبوی علیہ السلام سے۔ اگر حضرت بشیر و نذیر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام حضرت محبوب سبحانی کو سنبھال نہ لیتے تو یقیناً آپ گر جاتے۔ دوسری تجلی جو حضرت کے قلب پر نور بیز ہوئی،

اس کی شان جلالی تھی اور اس کی نوعیت کچھ اس طرح تھی کہ حضرت کا جسم تحلیل ہونا شروع ہوا، یہاں تک کہ آپ نے چڑیا کی شکل اختیار کر لی۔ تیسری تجلی جس سے آپ کو نوازا گیا، اس کا مزاج جمالی تھا اسی لئے آپ کے جسم میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور آپ آہستہ آہستہ اپنی اصلی حالت پر عود کر آئے۔ یہ خداوند تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہتا ہے محض اپنے فضل سے عطا فرمادیتا ہے۔

(سفینۃ الاولیاء از شہزادہ داراشکوہ صفحہ ۸۴ تا ۸۵ اردو ترجمہ از محمد وارث کامل)

۴۔ الشیخ السید غوث عالم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی الحسنى اباوالحسنی اُمّی کرامات کثیرہ میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے بارہا عالم کشف میں حضرت شفیع المشفّع علیہ التحیۃ والسلام کی زیارت بابرکت کی۔ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور فیض صحبت حاصل کیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ خود حضرت سرور کائنات ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور فیض صحبت سے مستفیض فرمایا۔

(غوث الاعظم از مولوی فیروز الدین فیروز ڈسکوی)

شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں کئی بار حضرت نبی مکرم، نور مجسم، فخر بنی آدم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی اور یہ زیارت بحالت بیداری تھی۔

(پیرۃ الاسرار صفحہ ۹۵، قلائد الجواہر صفحہ ۷۵)

حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی کی ولادت ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء میں ہوئی اور وصال گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ / ۱۱۶۳ء میں۔ مزار مبارک بغداد شریف میں مرجع خلافت ہے۔ حضرت امام عبداللہ یا فضل فرماتے ہیں کہ جو بزرگ بغداد شریف میں جائے اور مزار اقدس کی زیارت نہ کرے تو اس کی ولایت سلب کر لی جاتی ہے۔ سلسلہ قادریہ عالیہ آپ ہی سے چلا۔ مادر زاد ولی اور اولیاء کرام کے سردار ہیں۔

۵۔ قاضی شرف الدین البازری نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ بن موسیٰ بن النعمان نے بیان کیا کہ میں ۶۳۷ھ میں حجاج کے قافلے کے ساتھ تھا۔ کسی ضرورت سے سواری سے نیچے اُترا کہ نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو قافلہ دُور نکل چکا تھا۔ تنہائی، خوف اور پیاس کی شدت سے رونے چلانے لگا۔ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ موت سامنے نظر آنے لگی۔ اسی عالم میں صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور غیب سے میرے لیے مدد بھیج۔ ان الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا

کہ رب العزت نے مدد بھیج دی۔ مجھے ایک آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کسی شخص نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میرا خوف دور ہو گیا اور پیاس جاتی رہی۔ وہ شخص مجھے لے کر ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ قافلے کی آواز سنائی دینے لگی اور پھر یکدم میری سواری قافلے کے سامنے آ گئی۔ اس وقت مجھے جو خوشی حاصل ہوئی الفاظ میں اس کا اظہار ممکن نہیں۔ اس کے بعد وہ شخص مجھے میری سواری پر سوار کرا کے یہ کہتا ہوا رخصت ہوا کہ ”جو شخص میرے وسیلہ سے اللہ پاک سے مدد طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے محروم نہیں فرماتا۔“ اب میں سمجھا کہ یہ سید الانبیاء، حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھے۔ آپؐ واپس تشریف لے جا رہے تھے اور آپؐ کے انوار سے اندھیری رات میں سارا میدان چمک رہا تھا۔ مجھے سخت رنج اس بات کا تھا کہ میں نے آپؐ کی قدم بوسی کیوں نہ کی۔ (نزہۃ الناظرین)

۶۔ ایک شخص جنگل میں تنہا چلا جا رہا تھا کہ اس کی سواری کے جانور کا پیر ٹوٹ گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ تھوڑی دیر بعد تین بزرگ تشریف لائے۔ ان میں سے ایک دور کھڑے رہے اور دو صاحبان نزدیک تشریف لائے اور اس کے جانور کا پیر درست کر دیا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں؟ ان دونوں صاحبان نے فرمایا کہ ”ہم حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں اور وہ جو دور کھڑے ہیں، وہ ہمارے نانا (ﷺ) ہیں۔“ اس شخص نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھ کو قدم بوسی سے کیوں محروم فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”تیرے منہ سے حقہ کی بو آتی ہے۔“

(انوار الرحمن۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمباکو کی مذمت از محمد عبدالمجید صدیقی ایڈوکیٹ صفحہ ۹)

۷۔ اصحاب فتح کے لیے بیداری میں مشاہدہ ذات نبوی (ﷺ) اختیاری بات نہیں رہتی بلکہ اگر وہ اس سے غافل ہونا چاہیں تو نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ امام احمد ابو العباسی مرسیؒ فرماتے ہیں کہ چالیس سال گزر گئے کہ میں اس عرصہ میں کبھی بھی حضرت سید الشاہدین ﷺ سے حجاب میں نہیں رہا اور اگر ایک لمحہ کے لیے بھی حجاب میں آ جاؤں اور آپؐ کو نہ دیکھوں تو میں اپنے کو مسلمان شمار نہ کروں۔

(لوائح الانوار فی طبقات الاخیار جو بالعموم طبقات کبریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ از امام عبد الوہاب شعرانیؒ مطبوعہ مصر۔ جلد ۲ صفحہ ۱۳، الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۳، خزینہ معارف حصہ دوم صفحہ ۴۱۵، انوار العارفین صفحہ ۸۲۹-۸۳۰)

۸۔ امام عبد الوہاب شعرانیؒ سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں پیدا ہوئے اور

۱۵۶۵ء / ۹۷۳ھ میں وصال فرمایا۔ اپنے دور کے جید عالم اور مشہور بزرگ تھے۔ بہت سی تصانیف چھوڑیں جن میں لوائح الانوار، لطائف المکنن اور رسالۃ الانوار زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے مع اپنے آٹھ ساتھیوں کے حضرت سیدنا و مولینا و شفیعنا محمد ﷺ کے زور و بخاری شریف پڑھی اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر حضور آخر النبیین ﷺ نے پڑھی تھی۔ (لوائح الانوار، فیض الباری جلد ۱ صفحہ ۲۰۴)

۹۔ حضرت ابراہیم دسوتی مشہور عالم و صوفی تھے۔ ۴۳ سال کی عمر میں ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء میں وصال فرمایا۔ آپ کو وحشی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں آتی تھیں۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کو بحالت بیداری حضرت سرور دو عالم، فخر بنی آدم، آقائے دو جہاں، نبی عالمین، امام النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل تھا۔ (لوائح الانوار)

۱۰۔ شیخ عبداللہ بن ابی جمرہ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے زمانے میں تھے۔ آپ کو سیدنا خیر البشر ﷺ کی زیارت بحالت بیداری ہوئی تھی۔ (لوائح الانوار جلد اول صفحہ ۱۷۶)

۱۱۔ امام ابو محمد بن ابی جمرہ (شیخ ابو محمد بن سعد بن ابی جمرۃ الازدی اندلسی متوفی ۵۲۵ھ اور بقول بعض ۶۷۵ھ) نہایت رفیع المرتبت ولی گزرے ہیں۔ شریعت کی بڑی تعظیم فرماتے تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ ظاہر میں تنگ حال، لیکن باطن میں مالامال تھے۔ جلال کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آپ کو بحالت بیداری حضرت سرور انس و جاں ﷺ کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ اہل ظاہر اصحاب مشاہدہ پر ہمیشہ اعتراض کرتے ہی رہے ہیں۔ پس لوگوں نے آپ کے اس دعویٰ کو جھٹلایا اور آپ سے لڑنے جھگڑنے لگے جس کی وجہ سے آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ دس سال سوائے نماز جمعہ کے آپ گھر سے باہر نہیں نکلے۔ اس کو علامہ منادیؒ نے بیان کیا۔ آپ کے منکرین برے حال میں مرے اور اس وقت آپ کی کرامت کا عوام کو علم ہوا۔ (کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۴۹۳، طبقات کبریٰ للشعرانی صفحہ ۳۰۶، خزینہ معارف جلد ۲ صفحہ ۴۱۵، جمال الاولیاء صفحہ ۱۲۵، النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ)

بزرگان دین کو شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اکبر الہ آبادیؒ فرماتے ہیں۔

ہ ان مصائب سے کام لے اکبر

غم بڑا بدرک حقائق ہے

علامہ اقبالؒ نے اس شعر کے آخری مصرع کے طعن میں فرمایا کہ زندگی کا

سارا فلسفہ اس ذرا سے آخری مصرع میں مخفی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

کہ ابتلا بھی ایک شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے خواص کے لئے ان تمام مصائب و آلام کو جمع فرمادیا ہے، جو پہلی اُمتوں میں متفرق و منقسم تھے کیونکہ اس اُمت کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار اولیاء اکرام اور ائمہ عظام پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے ہیں۔

۱۲۔ محمد بن محمد بن اسماعیل صوفی بغدادی جو ابن سمعون کے نام سے مشہور تھے، اپنے زمانے کے بے مثل اور وقت کے یگانہ بزرگ تھے۔ ۳۸۷ھ میں وصال فرمایا اور اپنے گھر میں دفن کئے گئے۔ ۳۳ برس بعد منتقل کئے گئے تو ایسے پائے گئے کہ جسم بالکل تروتازہ اور کفن تک میلانہ ہوا تھا۔ ابن باطیش نے اپنی کتاب ”اثبات کرامات الاولیاء“ میں ابو طاہر محمد علاف سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں ابن سمعونؒ کے پاس مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ ابوالفتح قواسؒ کرسی کے برابر بیٹھے تھے۔ ان پر اونگھ طاری ہوئی اور وہ سو گئے۔ ابن سمعونؒ کچھ دیر کے لئے رُک گئے۔ ان کے بیدار ہوتے پر ابن سمعونؒ نے فرمایا کہ تم نے ابھی خواب میں حضور اعلم الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت کی ہے۔ ابوالفتح قواسؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا: اسی وجہ سے خاموش ہو گیا تھا مبادا تم گھبرا جاؤ اور یہ حالت جس میں تم تھے، تم سے منقطع ہو جائے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں ابن سمعونؒ نے سلطان جن و بشر ﷺ کی بیداری میں زیارت کی، جبکہ ابوالفتح قواسؒ نے خواب میں (روائے صالحہ حصہ اول از محمد عبد المجید صدیقی خواب نمبر ۴۰، النور بابت ماہ شوال ۱۳۶۰ھ، جمال الاولیاء صفحہ ۹۲، طبقات از علامہ منادی، توارخ الاولیاء حصہ اول صفحہ ۳۰۳)

۱۳۔ محمد ابوالموہب شاذلیؒ بڑے عارفین اور عالمین میں سے تھے۔ آپ خواب میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے، گویا آپ سے چہا ہی نہ ہوتے تھے۔ آپ نے یہ خواب ایک کتاب میں جمع کئے ہیں۔ امام عبد الوہاب شعرانی نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے فوائد طبقات کبریٰ میں لکھے ہیں۔ آپ افضل الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت کرتے اور کسی معاملے میں عرض و معروض کرتے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سید المخلوقات، سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی، مکمل فرما دیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ بیداری میں بھی زیارت اقدس سے مشرف ہوتے تھے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین ﷺ سے ”الحزب الفردانیہ“ بیداری میں پڑھی ہے (النور بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء صفحہ ۱۸۷ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ اشرف المطالع) جمال الاولیاء کتاب

”لامع علامات الاولیاء“ کا ترجمہ ہے جو ”جامع کرامات الاولیاء“ مولفہ شیخ یوسف بن اسماعیل بہائی کی تلخیص ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۴ھ میں تالیف ہوئی اور ۱۳۲۹ھ میں مصر سے طبع ہوئی۔

۱۴۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ایک ایسی شان والے بزرگ گزرے ہیں کہ اُمی ہونے کے باوجود یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ ایک مرید نے عرض کیا کہ بغداد میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی ہے، وہاں جا کر علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دے دیجئے۔ دریافت فرمایا کہ وہاں کون سا علم پڑھو گے؟ عرض کیا کہ میں احادیث نبی (ﷺ) پڑھوں گا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا خرقان میں حدیث پڑھانے والا کوئی نہیں ہے؟ عرض کیا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر حکم دیا کہ بازار جاؤ اور تلاش کر کے حدیث شریف کی ایک کتاب لاؤ۔ مرید بازار سے حدیث شریف کی ایک کتاب لے آیا۔ فرمایا: پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا۔ ایک حدیث پڑھی۔ آپ نے فرمایا: یاد رکھو، یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے عین کلمات ہیں اور اس کے اندر یہ معانی ہیں۔ اب دوسری حدیث پڑھو۔ دوسری حدیث پڑھی۔ آپ نے فرمایا: اس کا پہلا حصہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہے اور آخری حصہ میں آپ کے الفاظ نہیں ہیں، ان کو نظر انداز کر دو۔ اچھا اب تیسری حدیث پڑھو۔ تیسری حدیث پڑھی تو معنی بتائے اور فرمایا کہ یہ حدیث بالکل ہی حضرت رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے، اس کو نظر انداز کر دو۔ اس طرح پڑھاتے پڑھاتے تھوڑے دن میں پوری حدیث شریف کی کتاب ختم کرادی۔ کسی نے عرض کیا: یا حضرت آپ کے عربی جاننے کی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کی معاشرت اہل عرب کے ساتھ زیادہ رہی ہے، لیکن جب کہ آپ بالکل اُمی ہیں تو آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ پہلی حدیث صحیح ہے، دوسری کا نصف صحیح ہے اور تیسری حدیث ازسرتاپا غیر صحیح ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جب حدیث پڑھی گئی تو مجھے حضرت رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک نظر آیا۔ پہلی حدیث پڑھنے کے وقت چہرہ مبارک بشارت ہو گیا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ آپ کی حدیث ہے۔ دوسری حدیث کے ابتدائی حصہ کے پڑھنے کے وقت چہرہ انور بشارت رہا، لیکن آخری حصہ پڑھتے وقت منقبض ہو گیا تو میں سمجھ گیا کہ آخری حصہ اس حدیث کا آپ کی حدیث نہیں ہے۔ اسی طرح تیسری حدیث پڑھنے کے وقت اول سے آخر تک آپ کا چہرہ مبارک منقبض رہا تو میں سمجھ گیا کہ یہ حدیث بالکل ہی آپ کی نہیں ہے۔ یہ فضل الہی ہے، فراست ہے، مکاشفہ ہے، اسی کو علم لدنی کہتے ہیں (مینائے مصطفائی دور اول از اعلیٰ حضرت

خواجہ مصطفیٰ صہبہ اللہ شاہ ابراہیمی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیانے صالحہ خواب نمبر ۲۲ صفحہ ۵۸۳۵، بیان العارفین) آپ کا اسم گرامی علی بن جعفر ہے۔ قزوین کے قریب خرقان نامی مقام کے باشندے تھے۔ اپنے دور کے غوث تھے۔ وصال ۱۰ محرم ۳۲۵ھ کو شب سہ شنبہ ہوا۔ سلطان محمود غزنوی آپ کے بے حد معتقد تھے۔ سلطان نے ہندوستان پر ۷ حملے کیے۔ آخر آپ نے سلطان کو اپنا چوغہ عطا فرمایا اور دعا دی، جس کی برکت سے سلطان نے سو مہینے فتح کیا۔

۱۵۔ شیخ صدر الدین قونوی ایک دن سماع میں شیخ سعد الدین حموی کے ساتھ حاضر تھے۔ شیخ سعد الدین حموی نے سماع کے درمیان اس صفہ (چہوترہ) کی طرف منہ کیا جو اس مکان میں تھا اور پورے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد اپنی آنکھیں چھپالیں اور آواز دی کہ صدر الدین کہاں ہیں؟ جب شیخ صدر الدین قونوی سامنے آئے تو ان کے سامنے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ حضرت نبی آخر الزماں ﷺ اس صفہ پر تشریف فرما تھے، میں نے سوچا کہ وہ آنکھیں جو ابھی حضور نبی کریم ﷺ کے جمال مبارک سے مشرف ہوئی ہیں، ان کو تیرے منہ پر کھولوں۔ شیخ سعد الدین حموی کو شیخ صدر الدین قونوی سے کمال درجہ محبت تھی۔ بڑے عالم فاضل اور متقی تھے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے خلفا سے تھے۔ وفات بروز عید الاضحیٰ ۶۵۰ھ بمصر ۶۳ سال ہوئی۔ قبر مبارک بحر آباد میں ہے۔ ایک مرتبہ حالت وجد میں ۱۳ روز بے ہوش بے آب و دانہ پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے، ذرہ برابر بھی جسم کی خبر نہ تھی۔ (شرح فصوص الحکم از شیخ مویہ الدین جنیدی، تاریخ الاولیاء جلد دوم صفحہ ۱۴۱۰ از امام الدین)

۱۶۔ شیخ سلیمان ابن عفان السندی دہلوی نے ۱۴ محرم الحرام ۹۴۴ھ میں وصال فرمایا۔ قبر دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے روضے کے عقب میں ہے۔ آپ کو مرتبہ نقل ارواح حاصل تھا اس لئے قرون ماضیہ و مستقبل کی خبریں دیتے تھے۔ تجوید قرآن میں یگانہ عصر تھے۔ قرآن مجید آپ نے عالم واقعہ میں حضرت نبی امین ﷺ کے حضور میں پڑھا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے آپ سے قرآن پاک پڑھا اور مدت تک آپ کی خانقاہ میں رہے (اخبار الاخیار از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا اردو ترجمہ انوار صوفیہ صفحہ ۴۴۱، تاریخ الاولیاء جلد دوم از امام الدین صفحہ ۵۴۲)

۱۷۔ جندی نے فقیہ صالح بن عمر سے روایت کیا کہ "تفسیر نقاش کو میں پڑھا کرتا تھا اور سب سنا کرتے اور فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن اسعد بن علی بن فضل صہبائی اثناء قرأت میں

کبھی کبھی اُدگھٹتے، یہاں تک کہ گمان غالب یہ ہوتا کہ وہ کچھ نہیں سنتے اس لیے میں نے ایک زمانے میں یہ ارادہ کر لیا کہ ان سے پڑھنا چھوڑ دوں۔ اسی اثناء میں حضرت ہادی امام علیہ السلام کو دیکھا کہ فقیہ کی جگہ تشریف رکھتے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ ”اے صالح! پڑھ اور میں پڑھ رہا ہوں۔“ اس کے بعد فقیہ نے آنکھیں کھول دیں اور خاص طور پر میری طرف دیکھ کر مبسم فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فقیہ کو یہ واقعہ مکشوف ہو گیا یا یہ کہ ان ہی کا یہ تصرف تھا۔ فقیہ صالح نے ۶۹۴ھ میں قریہ سفینہ میں وصال فرمایا۔ (انوار الحسنین در مطبع اشرف المطابع - تھانہ بھون - یوپی - بھارت صفحہ ۵۶)

کسی شخص نے حضرت عبدالعزیز دباغ سے ذکر کیا کہ کوئی بزرگ مریدوں کے ساتھ بیٹھے ذکر میں مشغول تھے کہ ان میں سے ایک شخص کا رنگ بدل گیا، حالت و گروں ہو گئی اور اس نے اپنی نشست کو بھی بدل لیا۔ کسی نے سبب پوچھا تو کہا: ”خبردار ہو جاؤ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ یہاں موجود ہیں۔“ اس کی مراد یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ اس وقت وہاں موجود تھے اور اس نے آپ کا مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت عبدالعزیز دباغ سے دریافت کیا گیا کہ یہ مشاہدہ جو اس شخص کو حاصل ہوا، مشاہدہ فتح تھا یا مشاہدہ فکر؟ حضرت دباغ نے فرمایا کہ یہ مشاہدہ فتح نہ تھا بلکہ مشاہدہ فکر تھا۔ گو مشاہدہ فکر کا درجہ مشاہدہ فتح سے کم ہے، لیکن اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کا ایمان خالص، محبت پاک اور نیت سچی ہو۔ مختصر یہ کہ مشاہدہ فکر بھی انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، جن کا تعلق آنحضرت ﷺ سے کمال کو پہنچا ہوتا ہے، لیکن بہت سے لوگ اس مشاہدہ کو مشاہدہ فتح سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ مشاہدہ فکر ہوتا ہے۔ (خزینہ معارف، جلد دوم صفحہ ۴۲۷)

۱۸۔ سیدی شیخ ابوالموہب شاذلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام الانبیاء علیہ السلام کو ۸۲۵ھ میں جامعہ ازہر کی چھت پر دیکھا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے قلب پر رکھا اور فرمایا: ”اے میرے بیٹے! غیبت حرام ہے۔ کیا تو نے اللہ کا قول ولا یغتب بعضکم بعضا (نہ غیبت کریں بعض تمہارے بعض کی) نہیں سنا۔“ میرے پاس اس وقت ایک جماعت بیٹھی تھی، اس نے بعض لوگوں کی غیبت کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ”اگر غیبت سے چارہ نہ ہو تو سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر ان کا ثواب اس شخص کی نذر کر دو جس کی غیبت ہوئی ہے۔ اس طرح غیبت و ثواب متوارث و متوافق ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔“

(نعت عظمیٰ جلد سوم کا اردو ترجمہ از عبدالغنی وارثی صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۳، روایات صالحہ صفحہ ۸۲)

۱۹۔ سیدی شیخ ابوالموہب شاذلی فرماتے ہیں کہ مجھے حامل مہر نبوت ﷺ کی

۲۲۔ جب عید الاضحیٰ کا تیسرا دن ہوا تو حضرت عبدالعزیز دباغؒ کو سید الوجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس وقت حضرت عبداللہ برنادویؒ نے فرمایا: اے عبدالعزیز اب تک تو مجھے تمہارے متعلق اندیشہ تھا مگر آج چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت کاملہ یعنی سید الوجود حضرت محمد ﷺ سے ملا دیا ہے، اس لئے میرا دل مطمئن ہو گیا ہے، اب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے جاتا ہوں۔ چنانچہ مجھے چھوڑ کر وہ اپنے وطن چلے گئے۔ دراصل ان کا میرے ساتھ رہنے کا مقصد یہ تھا کہ جو مشاہدات مجھے پیش آرہے تھے، ان میں ظلمت کا دخل ہونے سے مجھے بچائے رکھیں حتیٰ کہ مشاہدہ محمدیہ (ﷺ) نصیب ہو جائے کیونکہ صاحب فتح پر اس کے بعد کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ جو کچھ خطرات ہوتے ہیں وہ اس مشاہدہ سے پہلے ہی ہوتے ہیں (خزینہ معارف حصہ اول، ابریز کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے۔ پی ایچ ڈی) ابریز کے اندر سید عبدالعزیز دباغ مغربی کے مختصر سوانح حیات، عقائد، کرامات، بعض آیات قرآن و احادیث نبویؐ کی بے نظیر تشریحات اور علم و عرفان کی نادر باتیں جمع کی ہیں۔ اسے علامہ احمد بن مبارک سلجھائی نے عربی میں مرتب کیا ہے۔

حضرت برنادویؒ برنو کے باشندے تھے۔ حضرت دباغؒ کو حضرت برنادویؒ کے ساتھ بہت قصے پیش آئے، جن میں عجیب ترین یہ ہے کہ ایک دن انہوں نے عورت کی صورت میں آکر حضرت دباغؒ کو بہت بہلایا پھسلایا اور اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ حضرت برنادویؒ اولیا عارفین میں سے تھے۔ آپ کے وصال ۱۱۲۶ھ پر آپ کے تمام اسرار کے وارث حضرت دباغؒ بنے۔ شہر فاس (الجزائر، افریقہ) کے بارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ غوث زماں حضرت سید عبدالعزیز دباغؒ مغربی امی محض تھے۔ علوم ظاہری سے نابلد ہونے کے باوجود علوم باطنی میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ کا تمام علم وہی تھا جس کا اندازہ لگانے کے لئے ”ابریز“ کا مطالعہ ضروری ہے۔

۲۳۔ فقیہ علی بن عبداللہ الصبائیؒ کو اپنے شیخ حضرت سید عبدالعزیز دباغؒ سے عشق کے درجہ کی محبت تھی اور تمنا تھی کہ شیخ کی محبت میں موت اور انہی کی جماعت میں حشر ہو۔ جب دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب مرنے کا وقت قریب آگیا ہے تو بیوی سے یہ کہہ کر میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں فاس جاتا ہوں تاکہ وہیں وفات پاؤں، صباغات چھوڑ کر اور اہل وطن سے رخصت ہو کر آستانہ شیخؒ پر آ پڑے اور بیمار ہو گئے۔ شیخؒ نے وصیت کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کا حکم دے دیا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت

شیخؒ نے اپنے گھر رکھ کر ان کی تیمارداری کی۔ جب وقت آخر آیا، حضرت شیخؒ نے اپنے مکان میں تشریف فرما تھے اور علی بن عبد اللہ بالا خانے پر تھے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا: ابھی علی کو حضرت فخر کوثرؒ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی ہے۔ یہ سن کر سب بالا خانے میں علی بن عبد اللہ کے پاس آئے تاکہ معلوم کریں۔ دیکھا تو ان کی زبان بند ہو چکی تھی۔ پھر بھی لوگوں نے حضرت شیخؒ کا قول دہرایا۔ وہ سمجھ گئے اور سر ہلا کر کہا ہاں سچ ہے اور مسکرا دیئے اور اس کے بعد برابر مسکراتے رہے یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی۔ بعد ہا حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس پر رحم کیا۔ اگر یہ صباغات میں نوے سال اور زندہ رہتا تو بھی جس حال میں مرا ہے، وہ حاصل نہ کر سکتا۔

(خزینہ معارف، حصہ اول صفحہ ۳۶ تا ۳۷)

فقیر علی بن عبد اللہ الصباغیؒ نے اپنے شیخؒ کی بہت سی کرامات اور اقوال کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ میرا چچا زاد بھائی بے حد تنگ دست تھا۔ میرے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تنگ دستی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیری بیوی حاملہ ہے، وہ بیٹی جنے گی، اس کا نام خدیجہ رکھنا۔ اس نے اس نام کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جس خوش نصیب کو بھی حق تعالیٰ نے فتح کبیر عطا فرمائی اور اس نے نکاح کرنے کا قصد کیا تو ایسی عورت کی جستجو کی جس کا نام خدیجہ ہو، کیونکہ سیدنا خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو أم المؤمنین حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی راحت حاصل ہوئی اور ان ہی کے پاس آپ کو ہر قسم کی دینی اور دنیاوی خوبیاں عطا ہوئیں۔ میرے چچا زاد بھائی کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام خدیجہ رکھا گیا اور خوشحالی اور رزق کی فراوانی کا دور شروع ہو گیا۔ فرمایا جو اوقات نماز میں مجامعت کرے گا (خصوصاً بوقت نماز فجر) اگر حمل قرار پا جائے تو جو اولاد ہوگی وہ ماں باپ کی نافرمان ہوگی (لوگوں نے تجربہ سے اس بات کو بالکل درست پایا)۔

۲۴۔ غوثِ زمان، سیدنا عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں ماہ رمضان ۱۱۰۵ھ میں مدینہ منورہ (زید شرفا) میں تھا اور مجاور محمود الکردیؒ کے ساتھ حجرہ نبویہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامتاً) کے دروازے کے پاس بیٹھتا تھا۔ وہ مجھے بتاتے تھے کہ وہ حضرت صاحبِ خلقِ عظیمؒ کو بیداری میں دیکھتے ہیں اور آپ کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور حضرت داعی حق، ماجی عصیاں، جن و بشر کے سرور و سلطانؒ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ (الفضل السلطانی علی سید السادات الزعماء امام

یوسف بن اسماعیل بھائی کا اردو ترجمہ "فضائل درود" از مولانا حکیم محمد اصغر فاروقی صفحہ ۴۳)

۲۵۔ شیخ نور الدین شعرانی کا روزانہ وظیفہ دس ہزار تھا اور شیخ احمد روادنی روزانہ چالیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اس کثرت درود کا اثر یہ تھا کہ بیداری میں حضرت خاتم الشرائع، خاتم الادیان اور خاتم الکتاب علیہ السلام کے ہمراہ بیٹھتے اور آپ کے ساتھ مثل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجلس کرتے اور آپ سے اپنے دین کی بابت پوچھتے اور وہ احادیث جنہیں حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، ہمارے پاس ہوتیں اور ہم حضور خاتم الانوار، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق عمل کرتے۔ جب تک ہماری یہ کیفیت نہ ہو، ہم بکثرت درود پڑھنے والے نہیں ہوتے۔ اے میرے بھائی! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ بارگاہ خداوندی میں پہنچنے کا قریب ترین راستہ حضرت حسن کل، حسن جامع علیہ السلام پر کثرت سے درود بھیجنا ہے۔ (فضائل درود، صفحہ ۴۰ تا ۴۱)

۲۶۔ بحر الشریعہ والطریقہ والحقیقہ سیدی احمد بن ادریس صاحب طریقہ الادریسیہ جو طریقہ شاذلیہ کی شاخ ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت نبی پاک، صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری کی حالت میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے پاس اس وقت حضرت خضر علیہ السلام موجود تھے۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ مجھے طریقہ شاذلیہ کے اوراد سکھائیں۔ پس انہوں نے مجھے آپ کی موجودگی میں یہ سکھائے۔

(فضائل درود، صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰)

۲۷۔ پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت مہر علی شاہ قدس سرہ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں سواری کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ جب وادی حمرہ پہنچے تو تمام حاجی تھک کر چور تھے۔ جاتے ہی لیٹ گئے۔ کسی نے نماز پڑھی کسی نے نہیں پڑھی۔ پیر صاحب نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سونے کا ارادہ کیا۔ دیکھا کہ حبیب خالق اکبر، ساقی کوثر علیہ السلام پاس سے گزر رہے ہیں۔ جب بالکل قریب پہنچے تو میری طرف سے پردہ کر لیا۔ میں دوڑ کر آگے بڑھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کیا غلطی ہوئی جو التفات نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جب آپ ہماری سنتیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔" یہ سن کر پیر صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔ دوبارہ عشاء کی پوری نماز پڑھی اور مندرجہ ذیل مشہور نعت کہی (شیخ القرآن حضرت پیر محمد عبدالغفور چشتی ہزار دہی از رانا منظور احمد خان صفحہ ۱۳۲) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام علیہ الوفاء التحیات والسلام کے زور و مسجد نبوی (زید

شرقا) میں منبر پر بیٹھ کر نعت پڑھی۔

قصیدہ بردہ کی دس فصلیں اور ۱۵۲ اشعار ہیں۔ پہلی فصل تشبیب ہے جس میں جذبات کی شدت اور احساس کی گہرائی کمال پر ہے۔ علامہ اقبالؒ کا قصیدہ ”ذوق و شوق“ میں ۵ بند اور ۳۰ اشعار ہیں۔ پہلے بند میں علامہ اقبالؒ نے بھی قصیدہ بردہ سے متاثر ہو کر الفاظ اضم اور کاظمہ کا استعمال کیا ہے۔ پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کی پنجابی نعت میں چھ بند ہیں۔ ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ جذبات کی شدت اور الفاظ کی بندش بے مثل ہے، ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اج سک متراندی ودھیری امے کیوں دلڑی اداس گھنیری امے
آج محبوب کی محبت کی کسک زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں آج یہ ننھا سادل کیوں اتنا اداس ہے؟

۲۔ لون لون وچ شوق جنگیری امے اج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں
میرے روئیں روئیں میں شوقِ محبت موجزن ہے۔ آج آنکھوں نے کیوں برسات کی جھڑیاں لگا دی ہیں؟

۳۔ الطیف سری من طلعتہ والشد و بدا من وطرہ
اس کے چہرہ پر نور سے رات کی تاریکی چھٹ گئی اور اس کی زلفوں سے مشک کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔

۴۔ فسکرت هنا من نظرتہ نیناں دیاں فوجاں سر جڑھیاں
حبیب کا یہ نظارہ دیکھ کر میں بے خود ہو گیا اور اس کی سحر آگیاں نظریں میرے فہم و ادراک پر چھا گئیں۔

۵۔ مکھ چند بدر لائانی امے متھے جمکے لاٹ نورانی امے
چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے اور پیشانی مبارک سے لمعات نور ضیا بیز ہیں۔

۶۔ کالی زلف تے اکھ مستانی امے مخمور اکھیں من مدہ بھریاں
آپؐ کی زلف مبارک سیاہ اور آنکھ مست کر دینے والی ہے۔ شرابِ معرفت سے آنکھیں مخمور ہیں۔

۷۔ دو ابرو قوس مثال وسن جیں لون نونک مثرہ دے تیر چہلن
دونوں ابروئے مبارک مثل کمان کے معلوم ہوتے ہیں، جن سے پلکوں کے تیر

چھوٹ کر جگر کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

۸۔ لبان سرخ اکھان کہ لعل یمن جتنے دند موتی دیاں ہن لڑیاں
لب ہائے لعلین کہ انہیں سرخ کہوں یا لعل یمن سے تشبیہ ووں، میری طاقت بیان
سے باہر ہے۔ یہ دند ان سپید ہیں کہ موتیوں کی لڑیاں ہیں۔

۹۔ اس صورت نوں میں جان اکھان جان اکھان کہ جان جہاں اکھان
اس شکل و صورت کے مالک کو میں اپنی جان کچھوں یا سارے جہاں کی جان کہوں۔
۱۰۔ سچ اکھان تے رب دی شان اکھان جس شان توں شاناد سب بنیاں
سچ تو یہ ہے کہ آپ خدا کی شان کا مظہر ہیں۔ آپ کا ظہور اس جہاں کی تمام نیرنگیوں
کا منبع ہے۔

۱۱۔ ایہہ صورت ہے بے صورت نہیں بے صورت ظاہر صورت نہیں
یہ صاحب صورت اس ذات اقدس کا شاہکار ہے جو خود شکل و صورت کی قیود سے
بالا تر ہے اور اس کی قدرت کاملہ کا ظہور اس صاحب وجود سے ہے۔

۱۲۔ بے رنگ دسے اس صورت نہیں وچ وحدت پھٹیاں جد کھڑیاں
بارغ وحدت میں جب پھول کھل اٹھے تو اس وجود اقدس سے ذات وحدت آشکارا
ہو گئی۔

۱۳۔ دسے صورت راہ بے صورت دا تو یہ راہ کہ عین حقیقت دا
آپ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات وحدت کا راستہ دکھاتی ہے اور یہی عین
حقیقت کا راستہ ہے۔

۱۴۔ پر کم نہیں بے سوجھت دا کوئی دریاں موتی لمے تریاں
لیکن (اس راستہ پر چل کر منزل پالینا) بے سمجھوں کا کام نہیں۔ بہت تھوڑے ہی
اس دولت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

۱۵۔ ایہا صورت شالا پیش نظر رہے وقت نزع تے روز حشر
خدا کرے یہ صورت ذات حضور ﷺ بوقت موت اور روز حشر میرے سامنے رہے۔

۱۶۔ وچ قبر تے ہل نہیں جد ہو گزر سب کھوٹیاں نہیں تھکھریاں
قبر اور پل صراط سے گزرتے وقت بھی نگاہوں کے سامنے رہے تو میرے سارے
کھوٹے عمل بھی کھرے ہو جائیں۔

۱۷۔ يعطيك ربك داس تسان فترضی تھیں پوری آس اسان

آپ کے لیے خدا کی طرف سے يعطيك ربك انعام ہوگا اور فترضیٰ سے ہماری
امیدیں پوری ہوں گی۔

۱۸۔ لج پال کریسی پاس آسان اشفع تشفع صحیح پڑھیاں
اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو شفاعت کرتے ہی شفاعت قبول ہوگی، اس وقت گنہگاروں کی
لاج رکھنے والے گنہگاروں کو فائز المرام کرائیں گے۔

۱۹۔ لاہو مکھ تون مخطط بُرد یمن من بھاوندی جھلک دکھاؤ سجن
اے میرے محبوب رُخ روشن سے یہ دھاری داری یعنی چادر ہٹائیے اور میرے دل کو
لبھانے والی نورانی جھلک مجھے دکھائیے۔

۲۰۔ اڑھا مٹھیاں گالیں الانو مٹھن جو حمرا وادی سن کریاں
اور مجھے وہی مٹھے مٹھے بول سنائیے جو وادی حرا میں آپ نے سنائے تھے۔

۲۱۔ حجرے تھیں مسجد آؤ ڈھولن نوری جہات دی کارن سارے سجن
اے میرے محبوب حجرہ خلوت سے ذرا مسجد میں تشریف لائیے جہاں آپ کی ایک
نورانی جھلک دیکھنے کے لیے سب بے تاب ہیں۔

۲۲۔ دو جگ اکھیں راہ فرش کرن سب انس و ملک حوراں ہریاں
دونوں جہاں کی مخلوق تمام انسان اور فرشتے، حوریں اور پریاں سب کے سب
دیدہ و دل فرش راہ کئے منتظر ہیں۔

۲۳۔ انہاں سکدیاں تے کر لاندیاں تے لکھ واری صدقے جانڈیاں تے
یہ تڑپتے ہوئے بے تاب دل لاکھوں بار آپ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔

۲۴۔ اتے ہردیاں مفت وکانڈیاں تے شالا وت پیاں آون ایہہ گھڑیاں
یہ لونڈیاں اور غلام مفت بک جانے کو تیار ہیں۔ کاش! ایسے لمحات بار بار آتے رہیں۔

۲۵۔ سبحان اللہ ما اجملك ما احسك ما اكملك
سبحان اللہ! کیا شان ہے آپ کے جمال کی، کیا شان ہے آپ کے حسن کی، کیا شان
ہے آپ کے ہمہ صفت موصوف ہونے کی۔

۲۶۔ کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں
کجا مہر علی اور کجا آپ کی تعریف و توصیف۔ ان آنکھوں نے آپ کو بالمشافہ دیکھنے کی
گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

(اس خوبصورت، پنجابی نعت کے خوبصورت اردو ترجمے کے لیے میں ریٹائرڈ ایڈیٹر شل)

کشتہ جناب الحاج چودھری علی محمد صاحب کا ممنون ہوں۔)

حضرت گوڑوی کی ولادت یکم رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ بتائی جاتی ہے۔
وصال ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا۔ گوڑہ شریف نزد راولپنڈی /
اسلام آباد میں نہایت خوب صورت آپ کا روضہ مرجع خلافت ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب
حضرت غوث الاعظم سے جاملتا ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سالوی سے بیعت اور انہی
کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ اکبر کے نظریہ وحدت الوجود پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا۔

۲۸۔ امیر الملت حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خادم حاجی عبداللہ
امرتسری نے بیان کیا کہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی تھی۔ شاہ صاحب حج کے ارادے
سے روانہ ہوئے۔ میں ہمرکاب تھا۔ آپ بمبئی سے جدہ پہنچ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔
ہمارا قیام مدینہ منورہ میں ایام حج تک رہا۔ یہاں سے واپسی کے وقت شاہ صاحب
مواجهہ شریف کے سامنے طلوع آفتاب کے بعد ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کر کے اجازت رخصت
کی استدعا کر رہے تھے کہ آپ کو عالم بیداری میں حضور رحمت دو عالم ﷺ کی
زیارت مبارک کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ”مولوی خیر المبین صاحب کو
حیدر آباد دکن میں ہمارا سلام پہنچا دو۔“ اس حکم کی تعمیل میں شاہ صاحب مناسک حج
ادا کرنے کے فوراً بعد پہلے جہاز سے بمبئی تشریف لے گئے۔ وہاں سے حیدر آباد دکن
جانے والی پہلی گاڑی میں سوار ہو کر حیدر آباد دکن پہنچے اور سٹیشن سے بذریعہ تانگہ
مولوی صاحب موصوف کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آپ نے مولوی صاحب کو پہلے
کبھی نہیں دیکھا تھا اور آپ کا یہ پہلا سفر دکن تھا جو حضرت اشرف الانبیاء ﷺ کے ارشاد
مبارک کی تعمیل میں کیا تھا۔ آپ نے مولوی صاحب کے مکان پر دستک دی۔ ایک
صاحب باہر آئے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ مولوی صاحب گھر میں تشریف رکھتے
ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر انہوں نے آپ کو مولوی صاحب کے پاس پہنچا دیا۔
آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ حضرت ختمی المرتبت ﷺ نے میرے مدینہ منورہ
سے رخصت کے وقت ارشاد فرمایا کہ ”مولوی خیر المبین صاحب کو حیدر آباد دکن میں
ہمارا سلام پہنچا دو۔“ یہ سنتے ہی مولوی صاحب پر وجد طاری ہو گیا اور ماہی بے آب کی
طرح تڑپنے لگے۔ جب بہت دیر بعد ہوش آیا تو اٹھ کر شاہ صاحب سے معافہ کیا۔

(تذکرہ شاہ جماعت صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۳)

حضرت مولانا خیر المبین شیخ الشیوخ قطب الاقطاب حضرت مولانا الحاج محمد نعیم

صدیقی نقشبندی المعروف بہ مسکین شاہ کے خلیفہ اور اپنے وقت کے قطب تھے۔ شہر حیدر آباد دکن کے وسط میں مجالس وعظ و حلقہ ہائے ذکر منعقد کرنے کی غرض سے ایک وسیع و کشادہ مکان بنوایا تھا جو ”بنی خانہ“ کے نام سے مشہور تھا۔ اس عمارت کے ساتھ والے مکان میں مولوی صاحب خود قیام پذیر تھے۔ اس مکان میں ۱۹۴۳ء سے پہلے کئی بار حضرت جماعت علی شاہ نے بھی قیام فرمایا۔

۲۹۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کو حضرت رحمت اللعالمین علیہ السلام سے جو عشق صادق تھا، اس کو اپنے اور بیگانے سب ہی جانتے اور مانتے ہیں لیکن بارگاہ رسالت مآب علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاما میں آپ کی رسائی و باریابی اور زیارت باسعادت کے شرف کا علم کم لوگوں کو ہے۔ یہ سعادت نہ صرف آپ کو حاصل تھی بلکہ آپ کے حلقہ بگوشوں کو بھی حاصل تھی۔ انہوں نے جمال مصطفوی علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاما اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت امیر ملت نے خود اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ فقیر مصر کی راہ سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ بمبئی سے مصر تک وضو اور استنجاء کے لئے میٹھا پانی نہ ملا۔ سمندر کا کڑوا پانی مسلسل استعمال کرنے کی وجہ سے سرین اور رانوں میں زخم ہو گئے اور اوپر کی جلد اتر کر اندر سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ خون کی وجہ سے کپڑے پلید ہو جاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں دربار اقدس میں حاضری دینے کے قابل نہ تھا۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ مجھ کو حاضری نصیب ہوئی، مگر بے وضو میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا کہ یہ زخم ہر وقت جاری رہتا ہے۔ مجھے حضرت نبی القہتمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ ان زخموں کو آب کوثر سے دھو ڈال (کوثر و حرم شریف کے اندر ایک چھوٹا سا کنواں جو بیر فاطمہ کے نام سے موجود تھا)۔ فقیر اُدھر گیا اور پانی پلانے والے سے ایک کوزہ لے لیا۔ پہلے تو یہ خیال آیا کہ یہ پانی متبرک ہے اور زخم غلیظ۔ پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو میں حکما کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے ذرا پرے ہٹ کر ایک ران پر ایک چلو اور دوسری پر بھی ایک چلو لپ کر دیا اور نماز عشاء کے بعد گھر جا کر لیٹ گیا۔ فجر کو اٹھا تو زخم کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بدن آئینہ کی طرح چمک رہا تھا۔ اس وقت سے آج تک ۶۲ سال ہوئے کوئی پھوڑا پھنسی ان اعضا میں نہیں نکلی۔

(تذکرہ شاہ جماعت تہجد و ترتیب پیر سید حیدر حسین شاہ نبیہ حضرت محدث علی پوریؒ صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۰۔
ملفوظات امیر ملت مطبوعہ حیدر آباد دکن صفحہ ۱۶)

نام جماعت علی، عرف حافظ جی لقب امیر الملت، والد حضرت سید کریم شاہ کے یہاں ۱۸۴۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو وصال فرمایا اور سنگ مرمر سے اپنی ہی تعمیر کی ہوئی ”مسجد نور“ کے جنوب میں دفن کئے گئے۔ آپ کا مزار مقدس مرجع خلافت ہے۔ نجیب الطرفین و صحیح السبب سید ہیں۔ مولانا سید حسین احمد مدنی فرمایا کرتے تھے کہ عشق رسول (ﷺ) میں شاہ صاحب کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ سگان مدینہ والا واقعہ مولانا داؤد غزنوی نے پچشم خود دیکھا تھا اور سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ اس کو اکثر بیان کرتے تھے۔ کثرت سے حج کئے۔ خطہ حجاز سے آپ کو عشق کے درجے کی محبت تھی۔ اسلام کے فروغ اور عربوں کی خدمت میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات، ماورزادہ ولی تھے۔ اپنے زمانے کے جید علماء سے تحصیل علم کیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ نے اپنی کلاہ مبارک آپ کے سراقہ پر رکھ دی اور اپنا پس خوروہ پانی پلا کر بہت سے اوراد، وظائف اور سند حدیث کی اجازت دی۔ حضرت بابا فقیر محمد نقشبندی فاروقی آف چورہ شریف نے آپ کو بیعت کرنے کے ساتھ سب کچھ عطا فرمادیا۔

۳۰۔ حضرت پیر سید جماعت علی محدث علی پوریؒ نے فرمایا کہ ۵۰ سال پہلے میرا ایک رفیق (پنجابی) رات کو حرم شریف میں شب پاش ہوا۔ ترکوں کے زمانے میں رات کو حرم شریف کے اندر رہنے کی کسی کو اجازت نہ تھی، جب تک کہ شیخ الحرم اجازت نہ دیں۔ مجھے چار آدمی اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت تھی۔ میرے ساتھ تین آدمی تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ چوتھا تو رہ جا۔ اس دن وہ روزے سے تھا۔ روزہ کھولنے کے بعد اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد میرے ساتھ حرم شریف میں رہ گیا تھا۔ وہ اندر رات گزارنے کے بعد فجر کو میرے ڈیرے میں آکر کہنے لگا کہ رات کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ پچھلی شب میں نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بھوک سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ اتنے میں سفید لباس والے ایک بزرگ تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ جھولی پھیلا۔ میں نے جھولی پھیلا دی تو انہوں نے میری جھولی میں کھجوریں جو سیر بھر ہوں گی، ڈال دیں۔ کہنے لگا میں نے پیٹ بھر کر کھالیں۔ میں نے کہا کہ میرے لئے بھی دو چار کھجوریں رکھ لیتا۔ کہنے لگا کھا چکنے کے بعد خیال آیا۔ چشم دید واقعہ کا انکار کفر ہے۔ میں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دربار کی کھجوریں تجھے مبارک ہوں۔

(ملفوظات امیر ملت۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن صفحہ ۱۶۔ تذکرہ شاہ جماعت صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲)

۳۱۔ حاجی ذاکر علی صدیقی نقشبندی خلیفہ مجاز حضور قبلہ عالم (حضرت پیر جماعت علی شاہ) نے بیان کیا کہ ہمارے ایک رشتہ دار شیخ رشید الدین صاحب روہتک کے محلہ قلعہ میں رہتے تھے اور محکمہ انہار میں ہیڈ منشی تھے۔ پنشن لینے کے بعد حج کو گئے۔ مدینہ طیبہ میں حضور قبلہ عالم سے شرف قدم بوسی حاصل ہوا۔ وہیں داخل سلسلہ ہو گئے۔ میرے اصرار پر یہ وعدہ لے کر کہ میری زندگی میں اس کا کسی سے ذکر نہ کرو گے، شیخ صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ ۱۹۱۰ء میں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اہلیہ میرے ہمراہ تھیں۔ ہم مدینہ طیبہ میں حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ترکوں کا زمانہ تھا۔ شیخ الحرم کی طرف سے حضور قبلہ عالم کو چار یاران طریقت کے ساتھ حرم شریف میں رات بسر کرنے کی اجازت تھی۔ روزانہ حضور کے ساتھ چار آدمی جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے حضور سے خواہش ظاہر کی۔ فرمایا ایسی تیاری کر دو کہ رات بھر وضو ساقط نہ ہو۔ اگلے دن میں نے روزہ رکھا اور رات کو حضور قبلہ عالم کے ساتھ حرم شریف میں داخل ہوا۔ حضور مواجہہ شریف کے سامنے مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ میں بھی حضور کے پیچھے مراقب ہو گیا۔ جب تھک گیا تو نفل پڑھنے لگا۔ اس کے بعد تسبیح شروع کر دی۔ اس سے فارغ ہوا تو قبلہ عالم بالکل ساکت نظر آئے حتیٰ کہ تنفس کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر آج حضرت امام الانبیاء علیہ السلام کی زیارت مبارک نصیب نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟ اس خیال کے آتے ہی حضور قبلہ عالم کی پشت مبارک کی طرف آکر کھڑا ہو گیا اور اپنے عمر بھر کے گناہوں پر نادم ہوا۔ مجھ پر گریہ اور عجز و انکساری کی کیفیت طاری ہو گئی اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنے شیخ کے وسیلے سے زیارت کا شرف عطا کئے جانے کی التجا کرنے لگا۔ بیقراری بڑھتی چلی گئی۔ میں وہاں سے ہٹ کر باب مجیدی کی طرف کھڑا ہو گیا اور بعد الحاح و زاری عرض کرنے لگا۔ پھر خیال آیا کہ حضور علیہ السلام کی زیارت تو مواجہہ شریف کے سامنے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے پھر اپنے پیر و مرشد کی پشت مبارک کی طرف آ کھڑا ہوا اور گریہ و زاری میں مشغول ہو گیا۔ پھر اپنی مصحتوں کا خیال کر کے باب مجیدی کے سامنے چلا گیا۔ یہ عمل بے قراری میں سات مرتبہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ میں باب مجیدی کے سامنے کھڑا تھا تو اچانک حضور، محبوب رب العالمین علیہ السلام جلوہ فرما ہوئے اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ کی خدمت اقدس میں حلقہ بنائے، گردن جھکانے دم بخود بیٹھے تھے۔ یہ روح پرور، جانفزا نظارہ میں نے اپنی جاگتی آنکھوں سے ایک منٹ تک دیکھا۔ اس کے بعد یہ پرکیف سماں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے اس

وقت جو روحانی انبساط اور قلبی سرور حاصل ہوا، اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ صبح حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کی تو آپ نے خود ہی فرمایا کہ بھتی مبارک ہو، کسی سے ذکر نہ کرنا۔ (تذکرہ شاہ جماعت صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۶)

۳۲۔ اوّلین زمانہ، حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی وصال سے دور و زقبل ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ خواب استراحت سے دفعتاً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: یہ بہشت، یہ بہشت، یہ بہشت اور چاروں سمت دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ تشریف لائے ہیں۔ (تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی از مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۸۹۔ تواریخ نامہ)

آپ سندیلہ (یوپی، بھارت) اپنی ننھیال میں اور بقول بعض ملاواں ضلع ہردوئی (یوپی، بھارت) نزد گنج مراد آباد ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت شاہ اہل اللہ نے جب آپ گیارہ بارہ برس کے تھے، رحلت فرمائی جس کی وجہ سے انتہائی غربت کا دور شروع ہو گیا۔ ماں بیٹا درختوں کے پتے اُبال کر کھا لیتے لیکن کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے۔ اس پاک صاف غذا کا اثر یہ تھا کہ بچپن میں آپ کو کثرت سے سید الصابرین و سید الشاکرین حضرت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت بحالت خواب ہوتی تھی۔ نسا صدیقی تھے۔ اپنے دور کے مشہور بزرگ اور عالم دین گزرے ہیں۔ حضرت شاہ محمد آفاق کے مرید و خلیفہ تھے۔ اکثر اوقات جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ فرماتے تھے کہ ننگے سر نماز مکروہ ہوتی ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن، جلد سوم صفحہ ۵۵۲ پر فرماتے ہیں۔ چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے۔

خذوا زینتکم عند کل مسجد (سورۃ الاعراف آیت ۳۱ پارہ ۸)

اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا، مونڈھے، گھٹنے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے۔ جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے یا سر پر بجائے ٹوپی کے (کھجور کی ٹوپی) کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رد مال باندھ لینا۔ جب کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے؟ سر، مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز کا

مکروہ ہونا آیت قرآن کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی۔

اس آیت سے مساجد کے لئے اہتمام، پاک ستھرا اچھا لباس پہننا، خوشبو وغیرہ کا استعمال مطلوب ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جب دنیا میں امراء و سلاطین کے دربار میں بغیر مناسب لباس کے حاضر نہیں ہوتے تو مسجد کے خاص اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور نماز کے لئے خاص دربار الہی ہے، وہاں بغیر زینت اور پاکیزہ لباس کے حاضر ہونا بے ادبی ہے۔ نمازی حسب استطاعت اپنا پورا لباس پہنے جس میں ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی۔ فقہانے لکھا ہے کہ جس لباس کو پہن کر لوگوں کے سامنے بازار میں جاتے شرم آئے، اس لباس سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(درس قرآن جلد چہارم صفحہ ۱۳۹ تا ۱۵۰ از الحاج مولانا محمد احمد صاحب)

ننگے سر رہنا یا کسی بڑے کے سامنے جاتے وقت ہیٹ اتار لینا، انگریزی تہذیب کا حصہ ہے۔ یہ یہودیوں اور نصرانیوں کا طریقہ ہے اور اسلام میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ عبادت اور نماز کے وقت مسلمان کے لئے سر ڈھکنا مثل ستر پوشی کے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہے۔ کوئی مسلمان پرانے بزرگوں کے سامنے ننگے سر چلا جاتا تھا تو وہ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے، آنکھیں بند کر لیتے تھے اور اسے جاہل اور بد تہذیب قرار دیتے تھے۔ (مصنف)

نماز سے آپ کو عشق تھا۔ فرمایا جب سجدے میں جاتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا قدرت بوسے لے رہی ہے۔ فرمایا جنت میں حوریں ملیں گی تو ان سے کہہ دوں گا بیویو! اگر نماز پڑھتی ہو تو میرے ساتھ رہو، ورنہ اپنا رستہ لو۔ میں تو قبر میں بھی نماز پڑھنا پسند کروں گا۔ فرمایا ہر قسم کے مریض کو الحمد شریف کبھی گڑ، کبھی پانی اور کبھی شکر پر دم کر کے دے دیا کرو۔ فرمایا جو تعویذ مانگے ہر کام کے لئے یہ لکھ کر دے دیا کرو: اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیاء۔ اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیاء۔ جو کوئی تمام مومنین اور مومنات کے لئے ہمیشہ مغفرت مانگا کرے جو مطلب رکھتا ہو، ہمیشہ پورا ہو جایا کرے اور مستجاب الدعوات ہو کر مرے۔ خوب اچھا کھاؤ پہنو، لوگ سمجھیں اسے اللہ سے کیا لگاؤ، مگر دل اس کی محبت سے معمور اور چور ہو۔

مغرب اور آسمان استعارہ: دن یارات میں تین یا سات مرتبہ الحمد شریف پڑھیں۔ شروع و آخر میں تین تین بار درود شریف پھر ۲۵ مرتبہ ”یا علیم علیمی یا خیر الخیونی“

پڑھیں۔ شروع و آخر میں تین تین بار درود شریف۔ پھر سو جائیں۔ انشاء اللہ مطلوب کو خواب میں دیکھیں گے۔ اگر کچھ نہ دیکھیں صرف روشنی اور سفیدی یا سبزی دیکھیں تو امر خیر ہے یا ہونے والا اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھیں تو امر شر ہے۔ برا نہ ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی خواہش ہو تو اپنے اندر خلوص پیدا کرو۔ حضرت حسن رسول نما گیارہ سو مرتبہ اللھم صلی علی محمد و عترتہ بعدہ کل معلوم لك ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور جس کو بتا دیتے اس کو بھی حضور ﷺ کی زیارت ہو جاتی تھی۔ میں بھی اس ورد کو جب موقع ملے دن میں گیارہ سو مرتبہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔ (ارشاد رحمانی و فضل یزدانی، اسرار محبت از نواب نور الحسن خان، ارشاد رحمانی از مولانا سید محمد علی مونگیری، فضل رحمانی حصہ دوم از مولانا تاجل حسین بہاری، نزہۃ الخواطر جلد نمبر ۸ از مولانا حکیم سید عبدالحی لکھنوی)

۳۳۔ ایک پیر زادے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو شاہ صاحب نے بے ہوشی کی وجہ دریافت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس حضرت محبوب کبریا، سردار ہر دوسرا، مکین گنبد خضرا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کا جمال و کمال دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا بس ایک جھلک میں تمہارا یہ حال ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب کو اکثر و بیشتر آپ کی زیارت بحالت بیداری نصیب تھی۔ (رفع الوسوسۃ والاحتمال عن رویۃ النبی بعد الارحام باہتمام ابوالحسنات قطب الدین احمد حکایت ۱۳ صفحہ ۶)۔ (بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب سلطان ذوالمنن علیہ السلام کی زیارت کوئی شخص اپنے سر کی آنکھوں سے بعالم بیداری کرے تو اسے صحابی قرار دیا جانا چاہیے، مگر نہیں وہ اس سعادت کے باوصف صحابہ کی صف میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابیت کے لیے یہ شرط ہے کہ دیدار بعالم ملک نصیب ہوا ہو جبکہ آپ اب عالم ملکوت میں ہیں اور ہم عالم ملک میں پس اتحاد عالم نہ ہونے کی بنا پر ایسا شخص صحابی نہیں کہلایا جاسکتا)۔

۳۴۔ سید علی وفا فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ ﷺ سفید کرتے اپنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ”پڑھ۔“ پس میں نے آپ کو سورۃ الفتحی اور الم نشرح پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپ غائب ہو گئے۔ جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر قراقرم میں نماز فجر کے لیے تکبیر کہہ چکا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: واما بنعمۃ

ربك فحدث۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے خصوصی توفیق عطا فرمائی۔

(فتاویٰ ابن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۵۶)

۳۵۔ ایک روز ابراہیم لقانیؒ طلباء کو درس دے رہے تھے کہ علامہ حجازی واعظؒ اس طرف آنکے اور مجلس درس کے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تشریف رکھیے یا تشریف لے جائیے۔ علامہ نے جواباً فرمایا: ذرا توقف فرمائیے۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اے ابراہیم! جب میں آپ کی مجلس درس کی طرف آتا ہوں تو حضرت معلم انسانیت ﷺ کو کھڑے ہوئے تمہارا بیان سنتے پاتا ہوں۔ (خلاصۃ الاثر)

۳۶۔ ایک بزرگ ایک فقیہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے۔ فقیہ نے ایک حدیث پڑھی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ حضرت ہادی السبل، فخر الرسل ﷺ یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ بعدہ ان بزرگ نے اس فقیہ کو بھی سیدنا احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کرا دی۔ (فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۵۳، فتاویٰ ابن حجر مکی)

۳۷۔ نشاط النساء بیگم مولانا حسرت موہانیؒ کی بیگم تھیں۔ ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء کو وصال فرمایا۔ وصال سے چند ماہ قبل جسم کا نصف حصہ اسفل بالکل بے حس ہو گیا تھا اور نئی نئی تکالیف پیدا ہو گئی تھیں، مگر زبان سے اس کے سوا کہ ”جو اللہ کی مرضی اور اس کی مصلحت کا تقاضا“ کسی نے کبھی کوئی حرف شکایت نہ سنا۔ کبھی کبھی فرماتیں کہ جب بیماری میں تکلیف کی یہ شدت ہے تو افتراق جسم و جان کے وقت کیا حال ہوگا؟ وصال سے ایک روز قبل نماز فجر کے اول وقت ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا کہ ”اب مجھے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں اس لئے کہ ابھی ابھی حضرت نبی پاک ﷺ تشریف لائے تھے۔ میں نے آپ کا دامن تھام کر عرض کیا کہ مجھے مدینہ لے چلیئے۔ آپ نے فرمایا: ”گھبراؤ نہیں ہم تم کو جلد بلا لیں گے اور تکلیف جان کنی کے لئے فرمایا کہ ہم ذمہ دار ہیں، تم کو ایسی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“ چنانچہ مجھے اب کوئی تکلیف نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ الحمد للہ! نتیجہ اسی شکل میں ظاہر ہوا اور میرے سوا کسی کو آخر تک اس کا احساس نہ ہوا کہ ان کا خاتمہ اس درجہ قریب ہے۔ (حیات بیگم حسرت موہانی)

۳۸۔ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو دہلی میں وصال فرمایا۔ حضرت رکن الدین سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی

اور جب نقش مبارک کو قبر میں اتارا تو آپ نے وہاں حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کو جلوہ گر دیکھا۔ اتنا اثر تھا کہ باہر تشریف لاتے ہی فرط تاثیر سے بے ہوش ہو گئے۔

(ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی صفحہ ۳۱۳)

۳۹۔ حضرت شیخ رکن الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے، کا مزار بھی اسی قبرستان میں ہے۔ ان کی نسبت مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے لیے اپنا روضہ خود اپنی زندگی میں تعمیر کرایا تھا اور اسی موقع پر ان کو حضرت آقائے نامدار، رسول غمگسار ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ اس مقام کا نام ”رسول سر“ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ یہ مقام بہاولنگر میں ہے۔ چشتیاں سے پندرہ سولہ کوس جانب ریگستان ”رسول سر“ کا یہ قبرستان ہے، جہاں بڑے بڑے مقبول بزرگوں کے مزار ہیں۔ (ذکر کرام از محمد حفیظ الرحمن حفیظ بہاولپوری، صفحہ ۳۲)

۴۰۔ حضرت رسول نٹا کا ایک مخلص میاں جمال خان تھا مدرسہ کا استاد۔ اکثر اوقات چادر اور تہبند میں بسر کرتا۔ اس کے رویا و مکاشفات کے واقعات کثرت سے ہیں۔ اس کا بھائی میاں ابراہیم خان بھی بہت مجاہدات و ریاضت کرتا اور طلباء و غربا کی خدمت بھی بہت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ موسم سرما آنے پر طلباء کے لئے شیر و انیاں آئیں۔ ایک شیردانی بہت غلیظ اور ناکارہ تھی۔ کسی نے اس کو قبول نہ کیا۔ ابراہیم خان نے خاموشی سے اُسے لے کر پہن لیا۔ مرشد حضرت رسول نٹا نے یہ دیکھ کر نہایت مسرت سے فرمایا: واہ واہ کیا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ کلمات سن کر ابراہیم خان کی حالت متغیر ہو گئی۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ تم کسبلی پوش آقا ﷺ کا بیداری میں مشاہدہ کرو گے، اگر کسی سے ذکر نہ کیا تو اکثر اوقات یہ دولت بے بہا تم کو میسر رہے گی۔ جب بیدار ہوئے تو سچ مچ حضرت شہ کوئین، صادق الامین ﷺ کے جمال باکمال کا دیدار میسر ہوا۔ سات روز تک برابر یہ سعادت حاصل رہی۔ آخر ضبط نہ ہو سکا اور شیخ محمد فیاض سے اس بات کا ذکر کر دیا۔ بس اسی وقت سے یہ دولت ختم ہو گئی۔ بہت افسوس کیا۔

(مناقب الحسن رسول نما اولیٰ دہلوی، صفحہ ۳۷۲)

۴۱۔ میاں علی خان حضرت رسول نٹا کا قدیمی مخلص اور عقیدت مند تھا۔ صاحب مشاہدہ و مجاہدہ تھا۔ رات کو تھوڑی دیر سوتا اور تمام رات کشف و مشاہدہ میں گزرتی۔ رات دن میں ایک لمحہ ضائع نہ کرتا۔ ایک دن میاں جمال خاں نے جو اس کا شاگرد رشید تھا، کیفیت حال دریافت کی۔ بہت اصرار کے بعد کہا کہ کیا بیان کروں، اگر ایک دن کی کیفیت

ظاہر کر دوں تو ایک عالم انگشت بدنداں رہ جائے، کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ مجھے توحید الہی کے مناد حضرت پیغمبر عربی ﷺ کا دیدار میسر نہ ہو۔ ۱۰۹۰ھ میں پیٹ کی بیماری سے مرشد کی خدمت کے دوران جان دی۔ مرشد حضرت رسول نما فرمایا کرتے تھے کہ میاں علی خان نے اپنی زندگی خوب بسر کی۔ دنیا کی لذتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہا اور انتقال کے بعد بھی اکثر میرے پاس حاضر ہوتا ہے اور دروازے تک میرے ساتھ چلا آتا ہے۔

(مناقب الحسن رسول نما دہلوی، صفحہ ۳۶۸)

۳۲۔ اوائل ایام میں ایک دن مرزا بیگ لکھنؤ حضرت رسول نما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ایک مطرب خوش الحال گارہا تھا اور آپ پر شدت وجد و شوق سے گریہ طاری تھا۔ مرزا نے آپ کے اس فعل کو نقص کی علامت خیال کیا اور کہا:

ع گریہ زخامی کند بر سر آتش کباب

(کباب کا آگ پر چرچر کر کے روتا اس کی خامی کی علامت ہے)۔

آپ کو کشف سے یہ بات معلوم ہو گئی۔ آپ نے چپکے سے اس کے کان میں کچھ کہہ دیا جس سے اس کے آنسو جاری ہو گئے اور روتے روتے وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ جب شام کا وقت ہوا، اس سے فرمایا: اٹھو وضو کر کے نماز پڑھو۔ وضو کر لیا تو فرمایا امامت کراؤ۔ جب وہ نماز کی نیت باندھنے لگا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ہادی اکبر، علمبردار حق ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور نماز کی امامت فرماتے ہیں (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے)۔ اس سے دریافت فرمایا کہ نماز میں تم نے کیونکر اعتدال اور توسط سے کام لیا؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت سید المرسلین ﷺ بذات خود تشریف لے آئے تھے اور آپ ہی نے امامت فرمائی تھی، میری حیثیت تو مقتدی کی تھی۔ حضرت رسول نما کا یہ بہت بڑا تصرف تھا اور یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں شیخ علی بن ہبیشی (متوفی ۵۶۰ھ عمر ۱۲۰ سال۔ عراق کے مشائخ کبار سے تھے) کو ذات بابرکات، سید موجودات ﷺ کا دیدار نصیب ہوا تھا۔

(مناقب الحسن رسول نما ۱۳۸ تا ۱۳۹)

۳۳۔ حضور رسالت پناہ ﷺ نے بعض لوگوں کو خواب میں اور بعض کو بحالت بیداری مکاففہ کے طور پر اپنا جمال مبارک دکھا کر فرمایا کہ ”خبردار! اس شخص (مراد حضرت رسول نما) کے حق میں زبان طعن دراز نہ کرنا، نہیں تو خراب ہو جاؤ گے۔“

(مناقب الحسن رسول نما دہلوی صفحہ ۷۰ یعنی ترجمہ فوارح العرفان مؤلفہ سید محمد ہاشم خلیفہ سید

حضرت رسول ٹنڈا کے والد ماجد شاہ محمد مقیم، ضلع ساہیوال کے رہنے والے تھے۔ آپ سید عثمان نارنولی کی اولاد سے تھے۔ حضرت رسول ٹنڈا تمام عمر پہاڑ گنج، دہلی باغ کلائی میں رہے اور وہیں ۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۲ء میں وصال فرمایا اور دفن ہوئے۔ آپ کو ”رسول ٹنڈا“ کے معزز لقب سے اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ آپ نہایت پابندی اور توجہ کے ساتھ ہر روز گیارہ سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے تھے: اللہم صلی علی محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لك جس کی وجہ سے آپ کے اندر یہ وصف پیدا ہو گیا تھا کہ جس کو چاہتے حضرت رسول کریم ﷺ کی زیارت کرا دیتے تھے اور خود تو حضور یوں میں سے تھے کہ ہر وقت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ اس درود شریف کو اسی طرح پڑھنے کی آپ کی جانب سے عام اجازت ہے۔

۴۴۔ حاجی سید محمد انور دیوبندی، حضرت حاجی سید محمد عابد دیوبندی مہتمم اول دارالعلوم دیوبند (یوپی، بھارت) کے رشتہ دار اور خلیفہ تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۱۸۹۴ء وصال فرمایا۔ سرائے پیر زادگان دیوبند میں مزار ہے۔ حج سے واپس آنے کے بعد ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ مجنون ہو گئے۔ اپنی چیزیں لوگوں کو مفت دے ڈالتے۔ کھانے بکثرت پکوا کر تقسیم عام کر دیتے اور ہر وقت ایک سکر کی سی کیفیت طاری رہتی۔ اسی زمانے میں حاجی سید عابد دیوبند تشریف لائے تو حاجی سید محمد انور نے خلوت میں ان سے فرمایا کہ آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی پر ظاہر نہیں کی ہے۔ آپ بھی میری زندگی میں یہ بات کسی پر ظاہر نہ کریں۔ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے۔ میری جو موجودہ حالت ہے، یہ ان ہی انبیاء علیہم السلام کی نظر کا اثر ہے۔ (اشرف السوانح صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۱ باب دوازدہم)

۴۵۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانؒ نے جب دوسری مرتبہ زیارت نبی ﷺ کے لئے مدینہ طیبہ حاضری دی تو شوق دیدار میں مواجہہ شریف میں درود شریف پڑھتے رہے۔ یقین تھا کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ شرف زیارت حاصل ہوگا، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو آپ نے ایک نعت کہی، جس کا مطلع ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ نعت شریف مواجہہ اقدس (علی صاحبہ صلوٰۃ و سلاما) میں عرض کر کے انتظار

میں مؤدب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور اپنے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ تسلیم اکثر
 کثیر اکثر کو بیداری کی حالت میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور زیارت مقدس کی اس
 خصوصی دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سے شرف یاب ہوئے۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۴۴، سوانح
 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی از علامہ بدر الدین احمد رضوی قادری صفحہ ۲۹۰)

اعلیٰ حضرت کا خاندان اصل میں دلی کا قدیمی خاندان تھا اور آپ کے پردادا محمد
 سعادت علی خان صاحب کی وفات تک یہ سارا خاندان کبھی دلی سے باہر نہیں گیا تھا۔ آپ
 ۱۰ شوال ۱۲۸۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۶۵ء بروز اتوار بوقت ظہر شہر بانس بریلی (یوپی،
 بھارت) میں پیدا ہوئے۔ صرف ۱۴ برس کی عمر میں علوم و دینیہ و عقلیہ کی تکمیل کر کے
 سند فراغ حاصل کی۔ پچاس فنون پر آپ نے کتابیں لکھیں۔ آپ کے والد ماجد مولینا
 نقی علی خان اور دادا حضرت مولینا رضا علی خان نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ آپ
 کی تمام شاعری نعت رسول مقبول ﷺ کے لئے ہے اور کمال ادب و تعظیم کا شاہکار ہے۔
 حقیقی معنی میں آپ شیفۃ رسول تھے۔ مخالفین بھی جس کے قائل ہیں۔ ۲۵ صفر ۱۳۳۹ ہجری
 بمطابق ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک وصال فرمایا۔ بریلی میں آپ کا روضہ مرجع خلافت ہے۔
 ۴۶۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد پسروروی جنہوں نے حضرت صدیق زماں
 خواجہ محمد صدیق (حضرت مولانا ہادی پاک) آلو مہار شریف (ضلع سیالکوٹ) کو باطنی
 تربیت دی تھی اور ان کے ظاہری علوم کے استاد بھی تھے، سیالکوٹ جا رہے تھے اور ہمیشہ
 کی طرح اس وقت بھی خواجہ محمد صدیق ان کے ہمراہ تھے۔ سواری کے لئے صرف ایک
 گھوڑی تھی جس پر شہر سے رخصت ہوتے وقت شاہ صاحب سوار ہو گئے اور چونکہ کئی
 صاحبان کچھ فاصلے تک شاہ صاحب کو چھوڑنے آئے تھے اس لئے صدیق صاحب کو
 پایادہ آگے آگے جانے کو کہا اور دل میں یہ طے کر لیا کہ شہر سے باہر نکل کر ان کو بھی
 گھوڑی پر سوار کر لوں گا۔ آپ کو شاہ صاحب کا فرمان شاق گزرا، پھر بھی آگے آگے
 چلنے لگے مگر روتے جاتے تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ پیچھے ایک پاکی چلی آرہی ہے۔
 پاکی جب قریب پہنچی تو اس میں ایک ایسے بزرگ قبلہ رو بیٹھے نظر آئے، جن کے چہرہ
 انور پر بوجہ نور نظر نہ جستی تھی اور پاکی کے چاروں پائے ایسے چار اصحاب رضوان اللہ علیہم
 اجمعین اٹھائے ہوئے تھے، جن کے رخ ہائے جمال نہایت تابندہ تھے۔ آپ نے پاکی اور
 اصحاب کو دیکھ کر رونا بند کر دیا کہ اتنے میں اندر والے بزرگ نے اپنا دست مبارک دراز
 فرما کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ”آؤ صدیق۔“ ان چار اصحاب میں سے ایک بزرگ

نے عرض کیا کہ میں بھی صدیق ہوں اور یہ بھی صدیق ہیں۔ اس پر ان بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم اپنے زمانہ کے صدیق تھے اور یہ اپنے زمانہ کے صدیق ہیں۔“ آپ پاکی کے ہمراہ کچھ دور چلے۔ پاکی کی رفتار تیز تھی اور آپ کو کچھ ہوش باقی نہ تھا۔ آپ رُخ انور کی تابش اور اس قدر تیز چلنے کی وجہ سے بالکل از خود رفتہ ہو چکے تھے۔ پاکی دفعتاً رُک گئی اور ان بزرگ نے آپ کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے آپ کی تسلی و تشفی فرمائی۔ پاکی پھر آگے بڑھ گئی، آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور گرتے ہی ناک و منہ سے خون جاری ہو گیا۔ شاہ صاحبؒ کو احباب سے رخصت ہونے میں دیر لگ گئی۔ سڑک کے دونوں طرف خواجہ صدیقؒ کی تلاش میں شاہ صاحبؒ نے نگاہ دوڑائی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے کہ اسی وقت کیوں نہ سوار کر لیا۔ سارا راستہ اسی جستجو میں طے ہو گیا۔ جب آلو مہار کے قریب اس مقام پر پہنچے جہاں سے سیالکوٹ کی سڑک کو پکڑنا جاتی ہے تو دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد صدیقؒ سڑک کے بیچ میں بے ہوش پڑے ہیں اور ناک و منہ سے خون جاری ہے۔ یہ دیکھ کر شاہ صاحبؒ پریشان ہو گئے۔ ان کو گھوڑے پر ڈال کر مکان پر پہنچے اور ہوش میں لانے کی تدبیر کی۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو شاہ صاحبؒ نے اتنی جلدی چلے آئے اور بے ہوش ہونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے رُکتے رُکتے جو واقعہ پیش آیا تھا، سنا دیا۔ شاہ صاحبؒ کو جب یہ علم ہوا کہ حضرت فخر کوثرؒ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کی اعانت کو تشریف لائے تھے اور اپنی زیارت و محبت و بشارت صدیقیت سے نواز گئے ہیں تو شاہ صاحبؒ پر بہت اثر ہوا اور اس واقعہ کے بعد سے آپ کی اور بھی زیادہ تواضع و دلداری کرنے لگے۔

(تذکرہ صدیق زماں حضرت خواجہ محمد صدیق قدس سرہ۔ صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۳، روایات صالحہ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۸)

۴۷۔ حکیم صوفی محمد طفیل صاحب متمکن پیچہ وطنی نہایت صادق القول، متقی و پرہیزگار بزرگ ہیں۔ انہوں نے یہ واقعہ مصنف کتاب ہذا کے مرشد گرامی استاذ الکل، سند الوقت حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب قدس سرہ، کو سنایا تھا اور ان سے مجھے معلوم ہوا۔ سو فیصد درست اور قطعاً قابل اعتماد ہے۔

صوفی صاحب کے یہ دوست گزشتہ بارہ برس سے درود شریف پڑھ رہے تھے مگر شہنشاہ کونین، مصدر قرآن، نبی ذیشان علیہ السلام کی زیارت نہ ہوتی تھی۔ قسیم حوض کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدرجہ عشق محبت تھی۔ بہت جتن کئے مگر گوہر مراد ہاتھ نہ آیا اور یقین ہو گیا کہ خالق کائنات کے منظورِ نظر، برج نبوت کے قمر علیہ السلام ضرور ان سے ناراض

ہیں۔ یہ خیال آتے ہی کہا کہ پھر ایسی زندگی سے کیا حاصل اور خودکشی کے لئے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ رسی کا پھندا گلے میں ڈالا اور دوسرا درخت کی ایک مضبوط ٹہنی سے باندھ کر کود گئے۔ درخت سے لٹکے ابھی تڑپ ہی رہے تھے کہ طیب عاصیاں، حامی دل حسنگاں، محبوب رب دو جہاں علیہ السلام نے بہ نفس نفیس تشریف لا کر ان کو کمر سے پکڑ لیا، رسی فوراً ٹوٹ گئی اور خواب میں دیدار کے خوش بخت تمنائی کو بہ حالت بیداری سر کی آنکھوں سے شرف زیارت حاصل ہو گیا، مگر تاب دیدار نہ لاتے ہوئے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ دو تین دن بعد جب ہوش آیا تو اس نوجوان زمیندار کی حالت ہی کچھ اور ہو چکی تھی۔ دل سے دنیا کی محبت سرد پڑ چکی تھی۔ مجذوبانہ کیفیت طاری تھی، اسی حالت میں وطن سے غائب ہو گئے۔ لوگ کبھی ان کو مساجد میں اور کبھی ویرانوں میں دیکھتے۔ یہاں تک کہ قریب بارہ سال ہوئے چند سال زندہ رہ کر جنت الفردوس کو سدھار گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون (یہ غیر مطبوعہ واقعہ میں نے ۱۹۶۸ء میں کسی وقت سنا تھا)۔

۳۸۔ اسم گرامی ابوالقاسم اور لقب نورالحق تھا۔ آپ پورے سندھ میں ”حضرت نقشبند صاحب“ کے نام سے مشہور تھے۔ وصال ۱۱۳۸ھ کو ہوا۔ مزار قبرستان مکھی (یہ ٹھٹھہ کا وہ مشہور قبرستان ہے جس میں سندھ کے جلیل القدر علماء، عظیم المرتبت صوفیاء، بلند پایہ شعراء، بے مثل مفکرین، متعدد فرمانروایاں سندھ اور مختلف اہل کمال و دانش محو استراحت ہیں) میں ہے۔ خانقاہ کے جس حجرے میں آپ کا قیام تھا وہ ”حجرہ حضوری“ کہلاتا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک رات عشاء کے بعد آپ کے حجرے سے دو آدمیوں کے آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ خانقاہ کے درویشوں نے یہ سمجھا کہ شاید شہر کے عمائدین میں سے کوئی آیا ہے جس سے آپ باتیں کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ حجرے سے برآمد ہوئے اور تازہ وضو کیا اور خانقاہ کے ایک درویش سے فرمایا کہ حجرے میں سے ہماری دستار لاؤ۔ وہ دستار لینے اندر گیا تو حیرت زدہ رہ گیا، کیونکہ وہاں کوئی دوسرا آدمی موجود نہ تھا۔ کچھ دن بعد اس خادم نے اس روز کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ سرخیل پیغمبراں عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ اس وقت سے آپ کے حجرے کا نام ”حجرہ حضوری“ ہوا۔

(تذکرہ صوفیائے سندھ از اعجاز الحق قدوسی، صفحہ ۶۰)

۳۹۔ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا خواجہ محبوب عالم شاہ سیدوی شب معراج بڑے احترام و التزام اور عقیدت سے مناتے تھے۔ اہل ذوق

کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ ہر دستار باندھ کر منبر پر تشریف رکھتے اور معراج شریف کا واقعہ نہایت محبوبانہ انداز میں بیان فرماتے۔ جوں جوں رات گزرتی ذکر معراج شریف شباب پر آتا جاتا۔ یوں معلوم ہوتا کہ خواجہ صاحبؒ اور مدینہ والی سرکار علیہ السلام کے درمیان حجابات اٹھ چکے ہیں اور حضور سرور کونین، اشرف الحقائق، معدن الدقائق، طور التجلیات علیہ السلام یہیں تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم خاص میاں برکت علی قریشی سکندہ چونڈہ دیوبی (ضلع امرتسر) ایک ایسی ہی محفل میں موجود تھے۔ دوران و عطا ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ”وہ“ یہ کہنے ہی پائے تھے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے منع فرما دیا۔ صبح دریافت کیا کہ بابا رات کیا بات تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے یہ دیکھا کہ حضرت فخر موجودات علیہ السلام ایک تخت پر رونق افروز ہیں اور اپنے بازو آپ کے گلے میں ڈالے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ”آپ جو بیان کر رہے ہیں، بالکل صحیح ہے۔“ بے ساختہ میری زبان سے نکلا۔ ”وہ“ پھر آپ نے منع فرما دیا۔ فرمایا کہ بابا یہ تو عرصہ دراز سے اصدق الصادقین، سرکار عرش وقار علیہ السلام کے ساتھ اپنا معاملہ ہے، میں نے کبھی ظاہر نہ کیا، سالک کو بھی ایسا بے حوصلہ نہیں ہونا چاہیے۔ غرض خواجہ صاحبؒ کو اس شب سے خاص مناسبت تھی۔ اکثر فرماتے کہ اس محفل کی شمولیت تمام سال کی حاضری کے مانند ہے۔ (جب حسین بر عرش بریں المعروف بہ اسرار جمیل الی رب العالمین مصنف حضرت مولانا و مرشدنا خواجہ محبوب عالم شاہ سیدوئی صفحہ ۱۰۳۹)

سہ ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان دوست

بجز و بر در گوشہ دامان دوست

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رات کی تنہائی میں بعد تہجد اس شعر کا ورد اکثر فرماتے تھے:

سے اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سرمن پیدا مکن

۵۰۔ ابوالحسنات قطب الدین احمدؒ کے بھانجے حاجی محمد احسنؒ ایک مرتبہ ۱۳۱۳ھ میں شب شہادت محرم الحرام کی وس تاریخ بعد نماز عشاء درود شریف وغیرہ معمول کے مطابق پڑھ رہے تھے کہ دفعتاً انہوں نے دیکھا کہ حضور پر نور، شافع یوم النور علیہ السلام و شرف و کرم صحن مکان میں رونق افروز ہیں اور یمن و یسار خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایستادہ ہیں اور کنار مبارک پر امامین الشہیدین حضرات حسنین رضی اللہ

تعالیٰ عنہا اور خاتون جنت سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہیں۔
اس مشاہدے سے حاجی صاحب دیر تک عالم بے خودی میں رہے۔ (رفع الوسوسۃ والافتحار
عن رویۃ النبی بعد الارتحال باہتمام ابو الحسنات قطب الدین احمد۔ حکایت ۱۵ صفحہ ۶)

۵۱۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ان کے استاد
حضرت مولانا قلندر صاحب جو جلال آباد (یوپی، بھارت) میں رہتے تھے۔ وہ صاحب
حضوری تھے یعنی ان کو روزانہ حضرت محسن انسانیت ﷺ کی خواب میں زیارت ہوتی
تھی۔ حضرت مولانا قلندر صاحب جب مدینہ شریف جا رہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے حمال
کو جو ایک نوجوان شخص تھا، تھپڑ مار دیا۔ بس اسی روز سے زیارت بند ہو گئی۔ انہیں اس کا
بڑا غم ہوا۔ اس غم کو وہی جانتا ہے جس کو کچھ ملا ہوا اور پھر لے لیا جائے، جس کو کچھ ملا ہی
نہ ہو وہ کیا جانے؟ اسی غم میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا مگر سب
نے کہا کہ ہمارے بس کی بات نہیں، البتہ ایک مجذوب عورت کبھی کبھی روضہ اطہر علی
صاحبہ صلوٰۃ و سلام کی زیارت کے لئے آتی ہے۔ وہ برابر ٹھنکی لگائے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ کبھی
آئے اور توجہ کرے تو ان شاء اللہ پھر زیارت نصیب ہو جائے گی۔ وہ اس مجذوبہ کے منتظر
رہے۔ ایک دن وہ بی بی آئیں۔ ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش آیا اور
اس جوش میں انہوں نے روضہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا ”شف ہذا رسول اللہ ﷺ
اللہ ﷺ“ انہوں نے جو اس وقت نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ
تشریف فرما ہیں۔ غرض یہ عالم بیداری آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس کے
بعد وہی کیفیت حضوری کی جو جاتی رہی تھی، پھر حاصل ہو گئی۔ گو تھپڑ مارنے کے بعد
مولانا نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کر دیا تھا، لیکن پھر بھی اس
حرکت کا یہ وبال ہوا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سید زادہ تھا۔ (ملفوظات ہفتم مولانا اشرف
علی تھانوی صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۰، امداد العشاق از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۰۰)

۵۲۔ بعالم بیداری ۷ شب رمضان المبارک کو دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑی
سنگ مرمر کی دیوار ہے اور اس میں بہت سی محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک بہت بڑی محراب
ہے، چونکہ میرے سامنے ہے اور اس کی شکل یہ ہے ”عرش اللہ معلیٰ“ یہ دو سفید درہیں
اور عرش معلیٰ اس طرح لکھا ہوا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں نمازی موجود ہیں۔ بندہ
اگلی صف میں کھڑا ہے اور حضرت محمد عربیؐ پیغمبر ﷺ امامت فرما رہے ہیں۔ اس وقت کسی
نے آپ کا نام لے کر کہا کہ مولینا اشرف علی تھانوی بھی اس جگہ موجود ہیں۔ یہ سب

کیفیت عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے معلوم ہوئی اور یہ کوئی خواب نہیں ہے۔

(علی محمد ٹیلر ماسٹر ساکن ضلع انبالہ، مقیم کانگڑول، اصدق الرویا حصہ دوم بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

۵۳۔ دیوان محمد لیسین صاحب دیوبندی مرحوم، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

(دیوبند) کے خدام میں سے تھے۔ نہایت دردناک آواز میں ذکر کرتے اور بہت رلاتے

تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں چھتہ کی مسجد میں شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مشغول

تھا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی مسجد کے صحن میں شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور

توجہ کا رخ میرے ہی قلب کی جانب تھا۔ اسی اثنا میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور

میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں

ہے بلکہ ایک عظیم الشان نور اور روشنی ہے جو آسمان تک فضا میں پھیلی ہوئی ہے۔ یکا یک

میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر حضرت ہادی اعظم، منتہی النبیین،

ابدالآبدین و دہر الداہرین علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہر

چہار کونوں پر موجود ہیں۔ وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آکر مسجد میں ٹھہر گیا

اور حضرت امام الانبیاء علیہ السلام نے خلفاء میں سے ایک سے فرمایا کہ ”بھائی ذرا مولانا محمد

قاسم کو بلا لو۔“ وہ تشریف لے گئے اور مولانا کے ہمراہ آئے۔ افضل الانبیاء و امام الملائکہ

علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا کہ ”مولانا! مدرسہ کا حساب لائیے۔“ عرض کیا حاضر

ہے اور یہ کہہ کر حساب بتانا شروع کر دیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ حضرت افضل

المخلوقات، آفتاب فضل و کمال علیہ السلام کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بہت ہی خوش

ہوئے اور فرمایا: ”اچھا مولانا! ہم کو اب اجازت ہے۔“ مولانا نے عرض کیا جو مرضی

مبارک ہو۔ اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔

(حکایات اولیاء جمع کردہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۴۵ تا ۴۴۶)

۵۴۔ حضرت مولانا شاہ گل حسن قلندر پانی پتی مؤلف ”تذکرہ غوثیہ“ نے حضرت

مولانا سید غوث علی شاہ قلندر قادری پانی پتی کے اشارے پر قصیدہ بردہ یاد کیا۔ اس کو

خاص طریقے سے پڑھنے کی برکت سے آپ کو کئی مرتبہ سلطان دارین، امام العادلین،

آفتاب حق نما علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ جناب سرکار عرش وقار

علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے فراق میں دریا و صحرا اور کوہ و بیاباں طے کرتا ہوا ایک

ریگستان میں پہنچا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ریت پر تڑپ رہا ہوں کہ ناگاہ محبوب کبریا،

رسول دو جہاں علیہ السلام ایک جماعت کثیر کے ہمراہ تشریف لائے اور میرے سر کو اٹھا کر

اپنے زانوئے مبارک پر رکھ لیا اور ردائے مبارک سے گرد و غبار میرے چہرے کا صاف کیا۔ میں ہوش میں آیا اور آپؐ کو دیکھا تو رو کر عرض کیا کہ میری فریاد رسی فرمائیے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ”بیٹا گھبراؤ مت، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا اور تمہارے سارے مقاصد حاصل ہو جائیں گے، ابھی وقت نہیں آیا کچھ عرصہ بعد منزل مقصود کو پہنچو گے۔“ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ ایک ایسی کیفیت طاری تھی جو عبارت میں نہیں آسکتی۔ خواب شاہ صاحبؒ کو سنایا تو فرمایا: مبارک ہو، یہ حال تو ہم پر بھی نہیں گزرا، تم کو جج بھی نصیب ہو گا اور مدینہ منورہ میں تم اپنی ان آنکھوں سے حبیب حق قبلہ، دل و جان، کعبہ دین و ایمان ﷺ کو دیکھو گے اور اس خواب کی واردات تم پر بیداری میں گزرے گی مگر تم پہچانو گے نہیں۔

کچھ عرصہ بعد حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اور اتمام حج کے بعد مدینہ منورہ کو قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینہ الرسول (زادہ اللہ شرفاً و کرامتاً) کی زیارت کو سوار ہو کر جانا تو بے ادبی ہے، پاپیادہ جانا چاہیے چنانچہ پیدل روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک پھوڑا پیر میں نکل آیا اور تمام ٹانگ سوچ گئی۔ چلنا ڈوبھر ہو گیا۔ درد کی شدت نے بے تاب کر دیا۔ ایک ریگستان میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو خیال گزرا کہ بس اب تیری مدت حیات پوری ہو چکی۔ افسوس کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت بھی نصیب نہ ہو سکی۔ آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اسی حال میں تھا کہ گوشہ بیاباں سے غبار بلند ہوا اور ایک جماعت نمودار ہوئی جو وردیاں پہنے ہتھیار لگائے گھوڑوں پر سوار تھی۔ سردار نے میرے پاس آ کر فرمایا: ”یا شیخ قم قافلہ راح۔“ میں نے جواب دیا: ”یا سیدی انا مریض فی مرض شدید و داء کثیر۔“ یہ بات سن کر وہ گھوڑے سے اترے اور میرے سر کو زانو پر رکھ کر ایک رومال سے میرے چہرے کے گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا ”فاین مرضک“ میں نے پھوڑے کی جانب اشارہ کیا کہ ”شف هذا“ آپ نے میری پوری ٹانگ پر ہاتھ پھیرا، معاذ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد بہت تسلی و تشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک قافلہ سوار کو حکم دیا کہ تم اس کو قافلے میں پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کر دو کہ با آرام تمام مدینہ لے جائے۔ وہ ناقہ سوار سیارفتار مجھ کو لے چلا۔ راہ میں بار بار کہتا: یا شیخ! میرے لئے دعا کرو۔ آخر کار قافلہ میں جا ملا اور مجھے ایک اونٹ پر سوار کر کے نہ معلوم کدھر گیا۔ اہل قافلہ نے میری نہایت خاطر مدارات کی۔ میں سمجھا یہ سامان اسی سردار کا ہے جس کے حکم سے میری خاطر داری

ہو رہی ہے۔ جب قافلہ منزل پر پہنچا تو ایک عمدہ خیمہ نصب کیا گیا اور سب سامان اس میں لگا دیا گیا۔ میں سردار کا منتظر رہا مگر وہ نہ آیا اور خیمہ خالی پڑا رہا۔ تب میں نے مہتمم کاروبار سے دریافت کیا مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔ تیسرے روز قافلہ مدینہ شریف پہنچ گیا۔ اس نے مجھے شہر کے باہر اتار دیا اور پھر اس کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا تب مجھے اپنا خواب یاد آیا جو حضرت غوث علی شاہ قلندرؒ کے سامنے سنایا تھا۔ کفِ افسوس مل کر رہ گیا۔ اب کیا ہوتا ہے (تذکرہ غوثیہ صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۳) حضرت سید غوث علی شاہ قلندرؒ بروز جمعہ، ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور شبِ دو شنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ بمقام پانی پت وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۵۵۔ انگریزی حکومت نے اس جرم میں مولانا محمد علی جوہر کو سزا دی تھی کہ وہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے اور حکومت وقت کی نگاہ میں بے حد خطرناک تھے۔ مولانا جوہر کو بیجا پور جیل میں ایک روز دوپہر کے وقت بحالت نیم بیداری ایک دُھندلا سا پر تو جمال تاجدار مدینہ علیہ السلام نظر آیا تھا، اللہ اکبر۔ جس جمال کی زیارت خواب میں نظر آنا بڑے بڑے خوش نصیب اپنی خوش نصیبی سمجھیں، اس کے دیدار سے بیداری میں مشرف ہونے کی خوش بختی کو کن الفاظ میں ظاہر کیا جائے۔ ہو شیار ہوتے ہی مولانا جوہر نے دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کرنے کے بعد حسب ذیل اشعار موزوں فرمائے۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لمحہ تشریف ہے

ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں

ہر روز یہی چہرے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت

اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں

بھیجیں ہیں و رودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

(”محمد علی“ ذاتی ڈائری کے چند اوراق از مولانا امجد الدین علیؒ صفحہ ۳۵۔ گنجینہ جوہر

مولانا جو ہر خود کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی محبت میں فنا کر چکے تھے۔ علی گڑھ اور آکسفورڈ کے اس گریجویٹ کی زبان پر آخر زمانہ میں قرآن پاک کی ربانی آیات کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آباؤ اجداد بجنور (یوپی، بھارت) کے رہنے والے تھے۔ والد مولانا عبد العلی خان، ریاست رام پور میں ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ مولانا دسمبر ۱۸۷۸ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ دو سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ آزادی ہند کی تاریخ آپ کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ گول میز کانفرنس لندن میں اپنی تقاریر سے ہندو اور انگریز کے چھکے چھڑا دیئے اور فرمایا میں یہاں قوم کی آزادی طلب کرنے آیا ہوں اور آزادی لے کر ہی جاؤں گا ورنہ غلام ملک میں واپس نہ جاؤں گا۔ رئیس حریت مولانا محمد علی جوہر نے اپنا قول سچ کر دکھایا اور ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو لندن میں رحلت فرمائی اور ۲۳ جنوری کو جامعہ مسجد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بیت المقدس) میں آغوش لحد کے سپرد کر دیئے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یورپ کے سیاست دان کہتے تھے کہ محمد علی کے پاس نیولین کا دل، برک کی زبان اور میکالے کا قلم ہے اور وہ عالم انسانیت کا زبردست پیشوا ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے سے

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں کبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

۵۶۔ حضرت سید احمد میاں نے فرمایا کہ ہمارے ایک پیر بھائی تھے، ان کو بخار آیا اور چند دن بعد اتر گیا لیکن ان کی صورت اور کیفیت جو بیماری کی تھی، جاری رہی۔ طبیب حیران ہو کر ان سے استفسار کرتا لیکن وہ کچھ نہ کہتے یہاں تک کہ چھ ماہ اسی طرح گزر گئے۔ طبیب نے جب بہت اصرار کیا تو کہا: میں کیا کروں حضرت محبوب دو عالم علیہ الصلوٰۃ والثناء لتسلم عیادت کو تشریف لایا کرتے ہیں اس لئے بیمار بنارہتا ہوں۔

(کتاب شہرہ آفاق صفحہ ۸۳ از نور الحسن)

حضرت شاہ محمد آفاق سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ محمد آفاق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نسل سے تھے۔ اپنے دور کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ بیرونی سنت کو نہایت درجہ مد نظر رکھتے تھے۔ مسکینی و شکستگی بدرجہ کمال حاصل تھی۔ آپ نے ۷ محرم الحرام ۱۲۵۱ھ کو وصال فرمایا اور مغلیہ (دہلی) میں دفن کئے گئے (تذکرہ اولیائے دہلی صفحہ ۱۳۵ از سعید احمد) حضرت شاہ فضل الرحمنؒ سکنج مراد آبادی آپ کے اجل خلیفہ تھے۔

۵۷۔ قطب ربانی امام شعرانیؒ ”میزان“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد بن زینؒ ایک مداح حضرت رسول اللہ ﷺ کے تھے اور اکثر بحالت بیداری آپؐ کی زیارت کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان سے اپنے لئے حاکم کی سفارش چاہی۔ یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ اسی دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔ پھر وہ ہمیشہ مداح میں سوال کرتے رہے کہ مجھے اپنے جلوے سے مشرف فرمائیے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک خاص شعر پڑھا تب آپ کو دور سے کچھ دکھائی دیئے اور فرمایا: ”تو سوال دیدار کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کی مسند پر۔“ ہمیں خبر نہیں کہ پھر ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آئے ہوں، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(البراہین القاطعہ از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، صفحہ ۲۲۲)

۵۸۔ حضرت فقیر نور محمدؒ نے ”عرفان“ حصہ اول میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی کچی مسجد ہے جس میں سیدنا مطہر البیانؒ امامت فرما رہے ہیں اور چند انبیاء علیہم السلام اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپؐ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نماز میں ایسی لذت ہے کہ ہم سب انتہائی وجد و سرور میں ہیں۔ جب آپؐ نماز پڑھا چکے تو آپؐ نے ہمارے موجودہ طریقہ کے خلاف دائیں بائیں پھر کر نہیں، بلکہ اسی طرح بدستور قبلہ رخ کئے ہوئے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور جب آپؐ دُعا سے فارغ ہو چکے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس جماعت میں صرف چند انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آپؐ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا فرمائیں کہ مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے۔ پس آپؐ نے دوبارہ اپنے دست مبارک دُعا کے لئے اٹھا دیئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں مسجد کے باہر والے چبوترے پر قبلہ رخ کھڑا ہوں اور دائیں سے تمام انبیاء علیہم السلام ایک قطار بنا کر میری جانب تشریف لارہے ہیں اور مجھ سے مصافحہ کر کے گزر رہے ہیں۔ اس طرح میں نے ہر نبی علیہ السلام کو حضرت شافعؒ محشر، آفتاب فضل و کمال ﷺ کے طفیل قدرت کی الگ الگ شان، آن اور اپنی اپنی صفت کے علیحدہ علیحدہ رنگ اور حسن و اعمال کی جدا جدا چال اور حال میں دیکھا۔

(حیات سروری از فقیر عبد الحمید سروری خلف و جانشین حضرت فقیر نور محمدؒ صفحہ ۷۹ تا ۸۰)

۵۹۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن چھوہروی (ہری پور ہزارہ سے تقریباً ایک میل دور چھوہر شریف ایک سرسبز و شاداب گاؤں ہے)۔ آپ کے وجود مبارک میں اللہ تعالیٰ کے

عشق کی آگ ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی۔ عالم یہ تھا کہ سینے پر سات زخم ہو گئے تھے جن پر روزانہ ہلدی کو گھی میں تل کر زخموں پر لگایا جاتا تھا اور عبادت کا یہ عالم تھا کہ برف باری کے ایام میں عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ منبع صدق و صفاء تاجدار ہل اتی ﷺ کی حضوری کی یہ کیفیت تھی کہ چونکہ اُمی تھے، جب کوئی آپ سے مسئلہ دریافت کیا جاتا اگر معلوم ہوتا بتا دیتے ورنہ فرماتے صبر کرو، حضور ﷺ سے دریافت کر کے جواب دوں گا۔ نہ آنکھیں بند کرتے نہ ہی مراقب ہوتے اور تھوڑی دیر بعد فرماتے کہ حضور بے نواؤں اور غریبوں کے حبیب ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کر لیا ہے، ایسا ایسا ہے۔ ہمر ۸۰ سال بروز شنبہ بعد نماز مغرب یکم ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ بمقام چھوہر شریف وصال فرمایا۔ مصنف کتاب ہذا نے جب حاضری دی تو روضہ زیر تعمیر تھا۔ سننے میں آیا تھا کہ صدر ایوب کے بیٹے اختر ایوب بنوار ہے ہیں۔ (واللہ اعلم) قریب ہی رحمانیہ مدرسہ ہے جو آپ اپنی زندگی میں قائم کر گئے تھے۔ آپ کے بیٹے اور سجادہ نشین جناب محمود الرحمن ہیں۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول از محمد امیر شاہ قادری صاحب۔ صفحہ ۱۸۴)

۶۰۔ حضرت شاہ ضیاء النبی مجددیؒ کا جس قدر اقتدار بڑھا، اسی قدر فروتنی زیادہ ہوتی گئی۔ ایک روز ہاتھی پر سوار جا رہے تھے کسی شخص نے جلد باندھنے کو کہا۔ ہاتھی روک کر کتاب لے لی۔ مرض الموت میں طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی۔ ایک روز یکا یک پلنگ سے اتر کر نیچے باادب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ حضرت دانائے سل، ختم الرسل، مولائے کل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تھے اور اس پلنگ کو قیام سے مشرف فرمایا تھا۔ تو شک اور چادر تمبر کا رکھوا دی۔ وہ تو شک اور چادر آپ کی اولادوں میں برابر موجود چلی آتی ہے۔ اس واقعہ کے سترہ روز بعد ۱۲۱۵ھ میں رام پور (یوپی، بھارت) میں وصال فرمایا۔ بڑے پیر صاحب کے چھنڈے پر متصل والان مسجد جانب جنوب خطیرہ میں دفن ہیں۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد سے تھے۔ (تذکرہ کالمان رام پور صفحہ ۱۷۸)

۶۱۔ حافظ عنایت اللہؒ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد حافظ ارشاد حسینؒ نے نواب کلب علی، والی ریاست رام پور کے ساتھ پہلی مرتبہ سفر حج کا ارادہ فرمایا تو مجھے بھی بے اختیار شوق ہوا۔ حضرتؒ سے عرض کیا تو فرمایا کہ والد صاحب سے اجازت لے لو۔ والد صاحب اجازت نہ دیتے تھے۔ غرض عجب کشمکش میں وقت گزر رہا تھا کہ ایک روز سیدنا النبی الامی العربی والقرشی البہاشیؐ کی طرف رجوع ہو کر بہت الحاح و زاری کی۔ جب حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے محلہ چاہ شور جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ

حضرت پیر و مرشد کی خانقاہ شریف کے قریب حضور انور، سرور دنیا و دین ﷺ تشریف فرما ہیں۔ یہ دیکھ کر یقین ہو گیا کہ مجھے اب ضرور جانا ہو گا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح خود بخود والد ماجد نے تین سو روپیہ دے کر اجازت مرحمت فرمادی۔

(مقامات ارشاد یہ و مناقب عنایتیہ، صفحہ ۳۸۲)

۶۲۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے ۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کو جائے قیام بنایا۔ اکثر حرم اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً) میں مستغرق و مراقب رہتے تھے۔ ادباً خائف و ترساں روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً) سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتے اور زائرین کے شور و غل مچانے پر یکدم کانپ اٹھتے اور نہایت آہستہ آواز میں یوں فرماتے: صاحبو! شور نہ کرو، دیکھو حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ یہیں آپ درس بھی دیتے اور حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ آخر جو ار رسول ﷺ میں بتاریخ ۶ محرم الحرام ۱۲۹۶ھ عمر ۶۰ سال وصال فرمایا اور جنت البقیع میں قبہ عثمانی کے متصل مدفون ہوئے۔ شاہ صاحب ۲۵ شعبان المعظم ۱۲۳۵ھ کو مراد آباد (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے تھے۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی شیخ ابوسعید تھا۔ آپ نے حضرت شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی سے استفادہ فرمایا کیونکہ ظاہری و باطنی علم کے لئے دہلی آنا جانا رہتا تھا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی آپ کے شاگرد تھے اور آپ خود حضرت شاہ اسحاق مہاجر کئی کے شاگرد تھے۔

(تذکرۃ الرشید صفحہ ۲۸-۲۹ تذکرۃ التخلیل از مولانا محمد عاشق الہی میرٹھی)

۶۳۔ والی ریاست ٹونک نواب وزیر الدولہ نے ”وصایا“ میں لکھا ہے کہ حضرت سید احمد شہید جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حرم شریف کے پاس روضہ مقدس (علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً) کے سامنے قیام کیا۔ جس روز پہنچے اسی روز رات کو سخت بخار آگیا۔ بیدار ہونے پر اپنے مسکن کی کھڑکی میں روضہ اطہر کے سامنے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کے امتوں میں سے شیخ غلام علی الہ آبادی نے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھیجا ہے کہ روضہ پاک پر تلاوت میں رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں بہت سے قرآن مجید موجود ہیں، مگر کوئی پڑھنے والا نہیں۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو یہ نسخہ حرم پاک کے خدام میں سے الماس کو دے دوں، جو اسے باقاعدہ پڑھتا رہے گا۔ یہ اجازت مل گئی۔

(وصایا حصہ اول، صفحہ ۲۹-۳۰)

۶۴۔ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ کی ۲۱ تاریخ کو حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ لیلۃ القدر کب آئے گی؟ رات بھر عبادت گزاری معمول تھا۔ استفسار سے مقصود غالباً یہ تھا کہ اس رات جاگنے کا خاص انتظام کیا جائے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا: فرزند عزیز! شب بیداری کا معمول جاری رکھو۔ یہ بھی واضح رہے کہ محض جاگتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ پاسبان ساری رات آنکھوں میں گزار دیتے ہیں مگر انہیں فیض آسمانی کب نصیب ہوتا ہے۔ خدائے برتر کا فضل شامل حال ہونا چاہیے۔ نصیبہ یاوری کرے تو انسان کو سوتے سے جگا کر دامن طلب برکات کے موتیوں سے بھر دیا جاتا ہے۔

سید صاحبؒ قیام گاہ پر چلے گئے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ بمطابق ۲۸ نومبر ۱۸۰۷ء کو عشاء کے بعد بے اختیار نیند آگئی۔ رات کا ایک حصہ باقی تھا کہ اچانک کسی نے جگایا۔ اٹھتے تو دیکھا کہ دائیں بائیں حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہیں: ”احمد! اٹھ اور غسل کر، آج شب قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاو میں مشغول ہو اور قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دُعا و مناجات کر۔“ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ تشریف لے گئے۔ سید صاحبؒ کا قیام اکبر آبادی مسجد دہلی میں تھا۔ دوڑ کر مسجد کے حوض کی طرف گئے اور باوجودیکہ سردی سے حوض کا پانی برف ہو رہا تھا، اس سے غسل کیا اور کپڑے بدل کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ سید صاحبؒ نے بارہا فرمایا کہ اس رات مجھ پر افضال الہی کی عجیب بارش ہوئی اور حیرت انگیز واردات روح افروز ہوئے۔ بصیرت باطنی اس طرح روشن ہو گئی کہ تمام درخت، پتھر اور دنیا کی ہر چیز سجدے میں تھی اور تسبیح و تحلیل میں مشغول مگر ظاہری آنکھوں سے اپنی اپنی جگہ کھڑی معلوم ہوتی تھی۔ صبح کو اذان تک یہی کیفیت رہی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عالم غیب کا معاملہ تھا یا عالم شہادت کا یعنی عالم رویا میں سب کچھ پیش آیا یا عالم اجسام میں۔ صبح میں نے شاہ صاحبؒ سے حال بیان کیا۔ آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج کی رات تم اپنی مراد کو پہنچے۔ اس وقت سے ترقیات و علو درجات کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ (سیرت سید احمد شہیدؒ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۷۲ تا ۷۳، مخزن احمدی از مولانا سید محمد علی، سوانح احمدی از مولانا محمد جعفر تھانوی، سوانح حیات سید احمد شہیدؒ از مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۷۸ تا ۷۹)

حضرت سید احمد شہیدؒ یکم محرم ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۳ اکتوبر ۱۷۸۶ء کو بمقام کلیہ

متصل رائے بریلی (یوپی، بھارت) میں سادات کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلی مرتبہ مسلمانان ہند کو دوسری قوموں کے مقابلے میں من حیث الجماعت جمع کیا اور اس کے ایک طبقے کو مذہبی آزادی دلانے کے لئے جان تک قربان کر دی۔ ۲۲ برس کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ سکھوں کے مظالم کی وجہ سے شاہ صاحب خود ان کے خلاف جہاد کے متمنی تھے مگر ضعف پیری کی وجہ سے مجبور تھے۔ چنانچہ جب سید صاحب دہلی سے بیعت کے لیے دورہ پر نکلے تو شاہ صاحب نے اپنا سیاہ عمامہ اور سفید قبا اپنے دست مبارک سے سید صاحب کو پہنا کر رخصت کیا۔ آپ چھ سال تک متواتر جہاد کرتے رہے اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں، مگر بعد میں اپنوں ہی کی غداری اور انگریزوں و سکھوں کی مسلسل سازشوں کی بنا پر کامیابیاں ست پڑ گئیں اور اپنوں کی غداریوں کی بنا پر ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء عین نماز جمعہ کے وقت بمقام بالاکوٹ (ضلع ہزارہ) مع حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید و دیگر فقہاء شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید کی تمام عمر قبر پرستی کے خلاف جہاد کرنے میں صرف ہوئی مگر بالاکوٹ میں ان کی قبر پر لوگ نسوار چڑھاتے اور منٹیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اسی طرح امام تیمیہ کی تمام عمر پیر پرستی کے خلاف گزری مگر آج دمشق میں ان کا مزار مرادیں مانگنے والوں کی بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ معلوم ہوا کہ مصلحین کا کام کس قدر مشکل ہے اور عوام کو مسلسل تعلیم و تربیت کی کتنی ضرورت ہے۔ (موج کوثر از شیخ محمد اکرم صفحہ ۳۷)

حضرت سید احمد شہید کی شہادت کے سلسلے میں مجھے (مصنف کتاب ہذا) کچھ تاریخی واقعات کا علم ہوا ہے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

۱۶ مئی ۱۹۶۷ء کو میں ایبٹ آباد میں ڈاکٹر شیر بہادر خاں صاحب سے ملا۔ آپ نہایت دین دار، علم دوست اور جہاندیدہ بزرگ بھی ہیں۔ گزشتہ ۲۷ سال سے تاریخ ضلع ہزارہ کے واسطے مواد جمع کر رہے ہیں۔ آپ کو اسی زمانے میں فارسی کا ایک قلمی مسودہ ملا، جس کو کسی سکھ نے لکھا ہے اور اس میں حضرت سید احمد شہید کی جماعت کے ساتھ سکھوں کی آخری لڑائی اور سید صاحب کی شہادت کا حال ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ مسودہ کسی صاحب کو لاہور بھیج چکے ہیں۔ مجھ سے زبانی گفتگو ہوئی۔ فرمایا کہ عرصہ ہوا حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ لاہور سے بالاکوٹ تشریف لائے تھے۔ سید صاحب کی قبر پر مراقب ہو کر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اس میں دفن نہیں ہیں، حالانکہ صوبہ سرحد

کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کا جسم بغیر سر کے نہیں دفن ہے۔ اس قلمی تاریخ میں تحریر ہے کہ شیر سنگھ نے جو اس زمانے میں اس علاقہ کا گورنر تھا، جب دیکھا کہ ایک جگہ شہیدوں کی لاشوں کا ٹیلہ سا بن گیا ہے تو اسے شک گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سید صاحب کی نعش بھی انہی میں موجود ہو۔ واقعہ بھی یہی تھا کہ سید صاحب کی شہادت کے بعد آپ کی نعش کو چھپانے کے لیے آپ کے ڈیڑھ دو سو ساتھی اس مقام پر آپ پر پروانہ وار شمار ہو گئے تھے۔ (غالباً ساتھیوں کو خدشہ تھا کہ اگر سکھ سید صاحب کی نعش پالیں گے تو اس کی بے حرمتی کریں گے)۔ لاشیں جو ہٹائی گئیں تو سب سے نیچے ایک نعش ملی جس کا سر نہ تھا۔ سید صاحب کا ایک معتقد آپ کا سر کاٹ کر بغل میں چھپائے چلا جا رہا تھا کہ اس کو بھی ایک گولی لگی اور اس نے برابر کے کھیت میں یہ سر پھینک دیا۔ شیر سنگھ نے بغیر سر کی اس نعش کی شناخت کرائی تو کچھ پتہ نہ چل سکا، البتہ ایک شخص جس نے سید صاحب کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس نے کہا کہ ان کے سروں کی تمام انگلیوں کے ناخن بہت نمایاں اور ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اس نعش میں بھی ناخنوں کا یہی حال تھا۔ پھر سر لانے والے کے لیے انعام کا اعلان کیا۔ ایک شخص نے سر لا کر دیا اور انعام حاصل کر لیا۔ سر اسی دھڑ کا تھا۔ جسم سے ملاتے ہی سید صاحب کی نعش کھل ہو گئی، جس کو سب نے دیکھا اور تصدیق کی۔ شیر سنگھ نے اپنا قیمتی دو مثالہ اس پر ڈال دیا اور نہایت احترام کے ساتھ اسی جگہ انہیں دفن کر کے چلا گیا۔ دوسرے دن چند شیطان قسم کے سکھوں نے یہ سوچ کر کہ اس شخص کی جس نے ہم کو بہت ستایا ہے، لوگ اب اور زیادہ عزت کریں گے، ان کا جسم قبر سے نکال کر قبر کا نام، نشان منادیا اور دریائے کنہار جو برابر بہتا ہے، اس میں ان کے جسم کے ٹکڑے کر کے بہا دیئے جن میں سر بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سید صاحب کا سر دریائے کنہار کے کنارے بالا کوٹ سے بارہ میل دور گزری حبیب اللہ میں دفن ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ اسی طرح بالا کوٹ میں دریائے کنہار کے کنارے حضرت مولانا اسماعیل شہید کی قبر بھی درست ہے۔ اس کی تصدیق مولانا لاہوری بھی مراقب ہو کر کر چکے ہیں۔ میں نے یہ نوٹس اسی زمانہ میں تیار کئے تھے۔ الحمد للہ ان تینوں مقامات پر حاضری دینے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔

۶۵۔ حاجی ڈاکٹر نواب الدین، ضلع امرتسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے اور قریب ۸۵ برس کی عمر پا کر ۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وصال فرمایا۔ آپ ورنری سرجن تھے۔ طالب علمی کے دوران ہی حضرت میاں شیر محمد شریف پوری قدس سرہ

سے بیعت ہو گئے تھے۔ میاں صاحبؒ نے آپ کو ایک وظیفہ اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، جس کی وجہ سے آپ پر اس زمانہ میں جذب کی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک رات باغبانپورہ، لاہور کی ایک مسجد میں بعد نماز عشاء چاندنی رات میں نہایت ذوق و شوق اور انہماک سے درود شریف پڑھنے میں مشغول تھے کہ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت حبیب کردگار، سرخیل مرسلین علیہ السلام مع چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ بحالت بیداری آپ نے اپنی مبارک آنکھوں سے ان بزرگوں کی زیارت کی۔ مصنف کتاب ہذا نے اس واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے جناب چودھری مظفر حسین سے رجوع کیا تو وہ اس سے زیادہ نہ بتا سکے کہ والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوبصورت تھے، لیکن چہرے پر ہلکے چمپک کے سے داغ تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں کی انگلیاں پیچھے سے موٹی اور آگے سے پتلی مخروطی تھیں۔ یہ واقعہ غیر مطبوعہ ہے۔ ماہنامہ ”سلسبیل“ لاہور کے سیرت مصطفیٰ نمبر (اکتوبر ۱۹۸۱ء) کے صفحہ ۳۷ پر ڈاکٹر صاحبؒ کی بابت یہ تحریر ہے کہ آپ کا روزانہ تین ہزار بار درود شریف پڑھنے کا معمول تھا، جس پر آپ زندگی کی آخری رات تک کاربند رہے۔ اس کی برکت سے آپ روزانہ مجموعہ حسنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ یہ راز زندگی کے آخری ایام میں فاش ہوا۔ جب آپ عالم اضطراب میں بار بار فرماتے تھے کہ جب سے میرے بستر کے ساتھ پیشاب وغیرہ کے برتن رکھ دیئے گئے ہیں، طہارت کا پہلا سامعیار نہیں رہا۔ میں حضور سید البشر، ہادی اکبر ﷺ کی زیارت سے محروم ہو گیا ہوں، ورنہ یہ دولت بیدار مجھے ہر شب حاصل تھی۔ آپ درود خضریٰ کا ان الفاظ میں ورد فرمایا کرتے تھے: صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وسلم۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع اور کامل درود شریف ہے۔ میاں صاحب شرچپوریؒ اپنے متوسلین کو اسی درود شریف کے ورد کی تلقین فرماتے تھے۔

۶۶۔ کتاب ”لطائف سیریہ“ سے حضرت سید غلام حیدر علی شاہ جلاپوریؒ بیان کرتے ہیں کہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص حج کے لیے گیا۔ اونٹ پر سوار تھا۔ جب میدان عرفات میں پہنچا تو وہاں حضرت مہارویؒ کو تلاش کرنے گیا کہ اس نے سنا تھا کہ وہ زمانہ حج میں عرفات کے میدان میں حج کے لئے جاتے ہیں۔ ناگاہ اس کی نظر حضرت مہارویؒ پر پڑی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ برقعہ پوش آگے

آگے جا رہے ہیں۔ وہ مرید اونٹ سے اُترا، قدم بوسی کی اور دریافت کیا کہ یہ برقع پوش کون بزرگ ہیں؟ فرمایا یہ حضرت رسول عربی ﷺ ہیں۔ اس مرید نے عرض کیا کہ میری جانب سے التماس کیجئے کہ مجھے بھی اپنا جمال جہاں آرا دکھائیں۔ وہ کہتا ہے بموجب استدعا حضرت مہارویؒ، حضرت نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا نقاب اُٹھالیا۔ میں نے دیکھا کہ پیشانی مبارک آفتاب کی طرح درخشاں ہے۔ ابرو مبارک کے بال یا قوت کی طرح چمکدار اور دندان مبارک سفید تھے۔ دوسرے آثار ایسے تھے جو حد بیان سے باہر ہیں۔ پھر مجھ سے حضرت مہارویؒ نے فرمایا کہ جلد اپنے مقام کو واپس چلا جا کہ یہ مقام خوف ہے۔ پس میں نے قدم چومے اور اپنے اونٹ کی طرف آیا۔ تاریخ، مہینہ، دن اور وقت نوٹ کر لیا۔ جب ہندوستان واپس آیا اور موضع کچی متصل بہاولپور پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مہارویؒ اس وقت اس دن ایک خاص جگہ سو رہے تھے۔

(”ذکر حبیب“ از ملک محمد دین ایڈیٹر رسالہ ”صوفی“ منڈی بہاؤ الدین، صفحہ ۳۷۶)

۶۷۔ کتاب ”لطائف سیریہ“ سے حضرت سید غلام حیدر علی شاہ جلاپوریؒ نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید کہ واسل باللہ تھا، حج کے لئے گیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا۔ رات کے وقت جب لوگوں کو حرم شریف سے نکال کر حرم شریف کے دروازوں میں قفل لگا دیئے جاتے ہیں، یہ مرید نخیل کے پاس چھپ گیا۔ آدھی رات کے بعد دروازہ اطہر (علی صاحبہ صلوٰۃ وسلاماً) کا دروازہ کھلا۔ دو نقاب پوش حرم شریف میں ٹہکتے ہوئے اس نخیل کے پاس آئے۔ ایک نے کہا کہ آدمی کی خوشبو آتی ہے اور لوٹ گیا۔ جب دوسرا نزدیک آیا تو مرید جست لگا کر اس کے قدموں پر گر پڑا۔ وہ حضرت نبی الوری سرور کائنات ﷺ تھے۔ فرمایا: ”اے شخص! تیرا پیر خوش تھا“ یعنی حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ”جب تو واپس جائے تو ہمارا سلام ان سے کہنا۔“ جو برقع پوش علیحدہ ہو گیا، وہ حضرت بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ (ذکر حبیب صفحہ ۳۷۶)

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی محفل میں ایک دن علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں ہر روز عالم بیداری میں خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب حضرت سرور دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی اور وہ نماز فجر کے بعد خلوت سے اس وقت تک باہر نہ آتے تھے جب تک کہ انہیں یہ نعمت حاصل نہ ہو جاتی تھی۔ پھر فرمایا کہ اب بھی ایسے اشخاص موجود ہیں، لیکن لوگ ایسے واقعات کے منکر

ہو چکے ہیں۔ (خلاصۃ القوائد مرتبہ حکیم محمد عمر ترجمہ از محمد بشیر اختر صفحہ ۴۶ تا ۴۷)

آپ ۱۲ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کو بستی چوٹھالہ (مہار شریف) میں پیدا ہوئے اور مہار شریف ہی میں ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو وصال فرمایا۔ نعش مبارک موضع تاج سرور (چشتیاں) لے جائی گئی، جہاں آپ کا روضہ ہے۔ آپ کا اصل نام بابل یا ببل تھا جسے آپ کے مرشد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلویؒ نے نور محمد کر دیا تھا۔ پہلے قرآن پاک حفظ کیا، پھر لاہور سے دہلی جا کر تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخر الدینؒ سے بیعت ہوئے اور خلیفہ اعظم قرار دیئے گئے۔ بعد ازاں عرفان باطنی سے مالا مال ہو کر مہار شریف (پاک پتن سے ۳۵ کوس جانب مغرب واقع ہے) تشریف لائے۔ بکثرت لوگ آپ کے فیض سے مشرف ہوئے۔ آپ کے بہت سے خلفاء تھے۔ جن سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ خطہ پنجاب میں خوب پھیلا۔

۶۸۔ ۱۱۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عمر ۳۰ سال تھی، آپ عازم حجاز ہوئے۔ جب مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو اس عرصے میں حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰت و اتم التحیات کے روضہ منورہ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور بڑے بڑے فیض حاصل کئے۔ ان کی شرح اور تفصیل میں شاہ صاحبؒ نے ایک مستقل کتاب ”فیوض الحرمین“ ارقام فرمائی۔ شاہ صاحبؒ پر کیا کیا نوازشیں ہوئیں، ان کی تفصیل اس کتاب میں پڑھیے۔

ایک جگہ فرمایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے خود سلوک کا راستہ طے کرایا اور اپنے دست مبارک سے میری تربیت فرمائی اس لئے میں آپؐ کا اولیسی ہوں اور آپؐ کا بلا واسطہ شاگرد ہوں۔ یہ سرفرازی بھی نصیب ہوئی کہ خود سیدنا ختمی مآب ﷺ نے براہ راست آپ کو اس بشارت سے مفتخر فرمایا کہ ”تمہارے متعلق خدا کا ارادہ ہو چکا ہے کہ امت مرحومہ کے جہنوں میں سے کسی جتنے کی تنظیم تمہارے ذریعہ سے کی جائے گی۔“

(تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از علامہ مناظر احسن گیلانی صفحہ ۲۹۲)

۶۹۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک (ﷺ) کو ظاہر اوعیاناً دیکھا، نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب، تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور امامت فرماتے ہیں وغیرہ تو یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد پھر میں روضہ عالیہ مقدسہ (علی صاحبہ صلوٰۃ و سلاما) کی

طرف چند بار متوجہ ہوا تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا۔ گاہے تو بصورت عظمت و ہیبت جلوہ افروز ہوئے اور گاہے جذب و محبت اور انسیت و انشراح کی شکل میں اور کبھی سریان کی شکل میں حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضا آپ کی روح مبارک سے لبریز ہے اور روح اقدس (ﷺ) اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو موجیں ملاحظہ اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی ہیں۔ اور میں نے آپ کو آپ کی اصل صورت کریم میں بار بار دیکھا باوجودیکہ میری تمنّا تھی کہ میں آپ کو روحانیت میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت میں۔ تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ نے اپنے قول مبارک میں ارشاد فرمایا کہ ”انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات دنیا کی سی ہے، وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں“ اور جس وقت بھی میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں اور یہی مسلک اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم مولانا عبدالرحمن صدیقی کاندھلوی صفحہ ۸۱ تا ۸۵) خاتم المحدثین، راس المفسرین، امام السالکین، حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز کا شمار اسلام کے جلیل القدر علماء عبقرین اور نوابغ میں ہوتا ہے۔

۷۰۔ ۱۱۱۴ھ بمطابق ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء کو آپ پیدا ہوئے۔ ۷۱ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد مولانا عبدالرحیم کے وصال پر ان کے مدرسہ دہلی کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے ہر فن پر قلم اٹھایا اور نادر نکات بیان کئے۔ دوسو سے زائد تصانیف بیان کی جاتی ہیں۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ (فتح الرحمن) کر کے اُمت مسلمہ پر وہ احسان کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۶۲ء کو دہلی میں وصال فرمایا۔ چار باکمال بیٹے چھوڑے: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی۔ شاہ اسماعیل شہید جن کی قبر بالا کوٹ میں ہے، آپ کے پوتے تھے۔

۷۱۔ سیدی ابراہیم متبوی کثرت سے حضرت رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھتے اور اپنی والدہ سے بیان کرتے تھے تو والدہ فرماتیں کہ بیٹا مرو وہ لوگ ہیں جو بیداری میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔ جب بیداری میں باریاب ہونے لگے تو والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ اب تمہاری رجولیت کا مقام شروع ہوا ہے۔ جن امور میں آپ نے حضرت طیب المطیب ﷺ سے مشورہ فرمایا تھا، ان میں سے ایک برکد حاج میں زاویہ کی

تعمیر تھی، چنانچہ سیدنا علم الاولیں و الآخرین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”ابراہیم اس مقام پر اس کو تعمیر کرو اور اگر اللہ نے چاہا تو جو حاجی وغیرہ دنیا سے الگ ہو کر رہنا چاہیں گے، ان کی یہ جائے پناہ ہوگی اور مصر کے مشرق سے جو بلا آنے والی ہے اس کو یہ دور کرنے والی ہوگی اور جب تک یہ زاویہ آباد رہے گا، مصر بھی آباد رہے گا۔“

(لغت عظمیٰ جلد سوم ترجمہ سید عبدالغنی دار ثنی صفحہ ۳۳۲، اردو ترجمہ طبقات الکبریٰ للشمسائی صفحہ ۵۵۱)

۷۔ حافظ سید عبداللہ قدس سرہ العزیز کے والدین کا سایہ عہد طفولیت ہی میں آپ سے جدا ہو گیا تھا اور ذوقِ خدا طلبی نے آپ کو ترک وطن (زاد بوم موضع کھٹری ضلع مظفر نگر۔ یوپی، بھارت) اور صحرا نور دی پر آمادہ کر دیا تھا۔ اطراف پنجاب کے ایک شاداب صحرا میں ایک خدارسیدہ قاری صاحب نے ایک مسجد بنا رکھی تھی۔ دنیاوی جھگڑوں سے علیحدہ اس بیاباں میں اس مسجد کو نشیمن بنائے ہوئے تھے۔ رازقِ حقیقی پر توکل ذریعہ معاش تھا۔ مشغلہ بادیہ بیابانی نے جو یائے حق حافظ سید عبداللہ کو اس مسجد تک پہنچا دیا۔ مسجد اور وہاں فرشتہ خصلت قاری صاحب گویا تارک الدنیا عبداللہ کی تمنا مجسم ہو کر نمودار ہو گئی۔ سید عبداللہ قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کی درخواست کی۔ قاری صاحب نے کہا: ارشاد و تلقین دوسروں کا حصہ ہے۔ مجھے قرآن پاک یاد ہے تم بھی یہی دولت حاصل کر لو۔ سید عبداللہ کی تمناؤں کی یہ پہلی کڑی تھی۔ کچھ دن نہ گزرے تھے کہ سید عبداللہ حافظ و قاری سید عبداللہ ہو گئے۔ طائراں خوش الحان مصروف تسبیح تھے۔ یہ استاد اور شاگرد کلام پاک کے دور میں مشغول تھے۔ استغراق اور اشتہاک نے قاری صاحب کی آنکھوں کو خوابیدہ بنا دیا تھا۔

ایک بادِ جاہت باوقار مقدس صورت سردار گویا سراپا نور، اس کے جلو میں عربی وضع، سبز پوش، ادب و تہذیب کے پیکر، مقدس نفوس کی جماعت وارد ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر تک قاری صاحب کی قرأت کو خاموشی سے سنتی ہے۔ نشاط اور مسرت کے آثار ان بزرگوں کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں۔ رئیس جماعت کی زبان مبارک سے ”بارک اللہ ادت حق القرآن“ (اللہ برکت دے آپ نے قرآن پاک کا حق ادا کر دیا) کے پیارے الفاظ ادا ہوتے ہیں اور پھر یہ مقدس جماعت واپس چلی جاتی ہے۔

اس جماعت کی شرکت و عظمت نے حضرت سید عبداللہ پر اثر ڈالا۔ وہ کھڑے ہو گئے، مگر استماع قرآن کا ادب گفتگو کرنے سے مانع ہوا۔ قاری صاحب کی پرکیف قرأت بدستور جاری تھی حتیٰ کہ سورۃ ختم ہو گئی۔ ختم سورۃ کے بعد قاری صاحب نے چشمِ خوباں کو

باز کیا، شاگرد سے خطاب فرمایا۔ یہ کون حضرات تھے جو اس وقت یہاں آئے تھے؟ ان کی عظمت و جلالت سے میرا دل کانپ گیا مگر ادب قرآن ان کے احترام سے مانع ہوا۔

سید عبد اللہؒ نے کہا کہ معلوم نہیں یہ کون حضرات تھے؟ البتہ جب ان کے سردار قریب پہنچے تو میرے لئے بیٹھا رہنا ناممکن ہو گیا۔ میں ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ استاد شاگرد ابھی یہ تذکرہ کر ہی رہے تھے کہ اسی وضع قطع کے ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ حضرت قطب جلالت، شمس النبوت والرسالت ﷺ آج شب اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرما رہے تھے کہ ”اس صحرا میں حافظ صاحب رہتے ہیں، ان کا قرآن سننے کے لئے صبح کو جائیں گے۔“ کیا حضرت رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف لائے تھے؟ اب کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ استاد و شاگرد نشہ نشاط اور جذب اشتیاق سے بے خود ہیں، فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں، صحرا کو چھان ڈالتے ہیں مگر یہ جستجو دراصل سکر اور اضطراب شوق ہے، ورنہ کہاں حضرت رسول اللہ ﷺ اور کہاں جنگل کی جھاڑیاں! حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ”انفاس العارفین“ میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیمؒ سے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرا یہ خیال ہے کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک یہ صحرا ایک عجیب و غریب خوشبو سے معطر رہا۔ حضرت شاہ عبد الرحیمؒ، حضرت سید عبد اللہؒ سے بیعت تھے۔ (علائے ہند کے شاندار کارنامے ”جلد اول از مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی“)

۷۲۔ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ و اتم التیمات کی محبت کا نہایت غلبہ ہوا اور کمال بے قراری ہوئی۔ آپ نے درگاہ حق تعالیٰ سبحانہ میں زاری کی کہ اسی وقت حامل میزان حق و باطل ﷺ ظاہر ہوئے اور آواز بھی آئی کہ ”یہ ہیں حضرت رسول اللہ ﷺ۔“ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۳۲)

۷۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ورود فرمایا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی مع اخلاف کرام حاضر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیشانی پر بوسہ دیا، بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک پوتے حضرت شیخ عبد الاحد کی پیشانی چومی۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۱۶)

۷۴۔ حضرت شاہ عبد الرشیدؒ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے فرزند اکبر تھے۔ ایک روز آپ

کے والد ماجد نے آپ سے فرمایا کہ سید محمد مدنی کے پاس جاؤ۔ جب آپ حرم نبوی (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاما) میں داخل ہو کر روضہ مطہرہ نبویہ (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاما) کے قریب پہنچے تو خود حضرت سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ ظاہر ہوئے اور دریافت فرمایا کہ ”کہاں جاتے ہو؟“ آپ نے عرض کیا: سید محمد مدنی کے پاس جاتا ہوں۔ اس پر آفتاب ہدایت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”سید محمد مدنی تو میں ہوں (ﷺ)۔“ پس آپ آگے نہ گئے اور وہیں سے واپس آ گئے۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۳۴۲)

۷۵۔ حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور شب جمعہ نویں محرم الحرام ۱۱۱۵ھ کو سرہند میں وصال فرمایا۔ اپنے والد حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے فرزند ثانی اور خلیفہ اجل تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے آخری وقت اپنے تیسرے بیٹے اور خلیفہ اجل حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ ”عروۃ الوثقی“ (۱۰۰۷ھ تا ۱۰۷۹ھ) سے فرمایا کہ اسی سال میرے وصال کے بعد تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہو گا جو قرب الہی کے کمالات میں میرے برابر ہو گا۔ آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ جس دن آپ پیدا ہوئے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے تشریف لا کر آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی اور فرمایا کہ ”یہ فرزند باپ اور دادا کی طرح تمام اولیاء اللہ سے افضل ہو گا اور منصب قیومیت نصیب ہو گا۔“ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق نام محمد نقشبندؒ، کنیت ابوالقاسم اور لقب شرف الدین رکھا۔

(جمال نقشبندؒ از صلاح الدین نقشبندی مجددی صفحہ ۱۸۵)

۷۶۔ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ المعروف بمروّج النثر لعیث حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے تیسرے بیٹے تھے۔ ولادت یکم شعبان ۱۰۳۷ھ بمقام سرہند۔ والدین کے بہت لاڈلے اور پیارے تھے۔ والد ماجد آپ کو ”میاں حضرت“ کہہ کر پکارتے تھے۔ مقامات معصومیہ از خواجہ صغیر احمد ہمشیر زادہ حضرت خواجہ عبید اللہ میں تحریر ہے کہ جب آپ سات برس کے تھے تو حضرت ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کا گزر سرہند سے ہوا۔ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ دل ایک پارچہ گوشت ہے، وہ کس طرح ذکر کرتا ہے۔ آپ نے فی الفور جواب دیا کہ زبان بھی ایک پارچہ گوشت ہے، جس قادر مطلق نے اس کو صفت گویائی عطا فرمائی ہے، اسی نے دل کو بھی یہ صفت عطا فرمائی ہے۔ یہ جواب سن کر ملا سیالکوٹی کی تشفی ہو گئی۔ رمضان شریف میں دن میں ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو سنا دیتے۔ اس طرح صرف ایک مہینے میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ جمعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ دہلی سے سرہند

آتے ہوئے بمقام سنبھا لکھ وصال فرمایا اور نعش مبارک سرہند لا کر والد ماجد کے گنبد میں دفن کی گئی۔ وصال سے قبل دریافت کیا کہ نماز کا وقت ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ ہے۔ آپ نے بعد تیمم پیشانی پر ہاتھ رکھ کر السلام علیکم یا رسول اللہ (ﷺ) کہا اور نماز کی نیت باندھ لی اور سجدے میں جاں بحق تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ از مولوی خلیفہ محمد حسن نقشبندی مجددی مظہری۔ صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۵)

۷۷۔ حضرت شاہ ابو سعید معصومی مجددیؒ راپور میں ۶ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب حضرت مجدد الف ثانیؒ سے چھٹی پشت پر جا ملتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنیؒ آپ کے دوسرے بیٹے تھے۔ شاہ احمد سعیدؒ آپ کے فرزند اکبر تھے جو ۱۲۱۷ھ میں راپور میں پیدا ہوئے اور ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ شاہ احمد سعیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرہند شریف کی خانقاہ میں ایام صیام میں تراویح کے وقت مشاہدہ ہوا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مع اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین گویا اس احقر کا قرآن مجید سننے کے لئے تشریف لائے ہیں اور بعد استماع تحمیں قرأت تشریف لے گئے۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ ۳۳۹)

۷۸۔ ایک روز حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعید المشہور بہ خازن حرم نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے کہ روضۃ انور (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) سے آواز آئی ”العجل العجل انا الیک مشتاق“ (جلدی کیجیے، جلدی کیجیے، میں آپ کا مشتاق ہوں)۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آٹھ مرتبہ ان ظاہری آنکھوں سے حضرت رسول کریم ﷺ کو بحالت بیداری دیکھا ہے۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۰۹، حضرت مجدد الف ثانیؒ از نظام الدین مجددی توکلی)۔

۷۹۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے بیٹے حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ عروۃ الوثقیٰ کو دو روز کے لئے مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں اعتکاف کی اجازت ملی تھی۔ رات کے وقت جب سب لوگوں کو وہاں سے علیحدہ کر دیا گیا تو آپ مواجہہ شریف میں جا کر مراقب ہو گئے۔ فرمایا کہ حضرت سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد ﷺ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ وسلم حجرہ خاص سے باہر تشریف لائے اور میرے اوپر نزول فرمایا اور اسی طرح تہجد کے وقت محسوس ہوا کہ آپ مقصورہ سے باہر تشریف لائے اور بکمال عنایت مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ اس وقت مجھ کو الحاق خاص آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک سے حاصل ہوا۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۳۱)

حضرت شیخ محمد معصومؒ کا مقبرہ بمقام سرہند شاہ جہاں کی بیٹی روشن آراء نے تعمیر کرایا۔ نو لاکھ افراد نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور بیعت ہوئے۔ آپ کے دسترخوان پر چار ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ ایک بار دکن تشریف لے گئے۔ یہ اورنگ زیب عالمگیر کی شہزادی کا زمانہ تھا۔ بارہ ہزار روپیہ کی تحصیل لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے قبول فرمائی اور سلطنت کی بشارت دی۔ جب اورنگ زیب تخت نشین ہوئے تو ان کی بہن روشن آراء کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی نے دوبارہ ہزار روپیہ میں سلطنت خریدی ہے۔

۸۰۔ شاہ نور محمد حمویؒ نے اپنے انتقال کے وقت سید شہاب الدینؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ اول بھی سید اور آخر بھی سید ہیں اور اسی وقت سید شہاب الدین سے پوچھا کہ تشریف لائے۔ عرض کیا کہ ہاں تشریف لائے، پھر چادر چہرے پر لے کر عالم بقا کو حج فرمایا۔ تجہیز و تکفین کے بعد مریدین نے سید شہاب الدینؒ سے دریافت کیا کہ حضرت رحلت کے وقت کس بزرگ کی آمد کے منتظر تھے۔ جواب دیا کہ حضرت رسول رحمت ﷺ کے منتظر تھے۔ آپ کے تشریف لاتے ہی انتظار باقی نہ رہا اور وصال فرما گئے۔ سید عبد اللہ بن سید ابوالعلاء کے صاحبزادے تھے۔ ۴ جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو بہشت بریں کو سدھارے۔ عظیم بزرگ گزرے ہیں۔ اورنگ آباد کی جنوبی جانب ایک کوس کے فاصلے پر دفن ہیں۔ ”نور محض“ تاریخ وصال ہے۔

(محبوب التواریخ حصہ سوم صفحہ ۱۱۰۲، تذکرہ اولیاء دکن جلد دوم، صفحہ ۱۱۰۲)

۸۱۔ حضرت میاں میر لاہوری قدس سرہ العزیز کے بہت سے خلفا تھے، جن میں خلیفہ اعظم ملا شاہ (پیر ملا شاہ بدخشی قادریؒ) تھے۔ رات بھر مشغول عبادت رہتے تھے۔ ”لسان اللہ“ کے معزز لقب سے مشہور تھے۔ کبھی گھر میں کچھ نہ پکا۔ کبھی غسل کی حاجت نہ ہوئی۔ عشاء کے وضو سے فجر ادا کرنا معمول تھا۔ آپ نہ سوتے تھے نہ عورت رکھتے تھے۔ اصل نام شاہ محمد تھا۔ بدخشاں میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائے شباب ہی میں کشمیر آ گئے تھے۔ لاہور کی گرمی ناقابل برداشت تھی۔ پس مرشد کی اجازت سے موسم گرما میں کشمیر چلے جاتے تھے۔ جہاں دامن کوہ میں آپ کے لئے شاندار خانقاہ تعمیر کرا دی گئی تھی۔ غیر معمولی ریاضتوں کی وجہ سے آپ کی شخصیت میں غیر معمولی کشش اور بات میں بڑی تاثیر پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۶۶۰ء میں مستقل طور پر لاہور آئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۱۱ اکتوبر ۱۶۶۹ء / ۱۰۷۲ھ میں وصال فرمایا اور مرشد کے برابر دفن کئے گئے۔ حالت

یہ تھی کہ جسے چاہتے معلم اعظم نوع بشر خلاصہ دو جہاں ﷺ، حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت چشم طاہر سے کرا دیتے تھے۔ حضرت میاں میرؒ سلسلہ قادریہ کے عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں۔ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں وصال فرمایا۔ لاہور سے پانچ میل دور گگاؤں میں جو آپ کے روضہ کی وجہ سے میاں میر کہلاتا ہے، دفن ہیں۔ (ہفتاد اولیاء سیر الاخیار بھی جس کا نام ہے، از علامہ شاہ مراد سہروردی مارہروی صفحہ ۴۱۱)

۸۲۔ ”گلشن ابرار“ اور ”آثار احمدی“ میں درج ہے کہ ایک پشاورى باکمال درویش نے حضرت سید حمزہ شاہ قادری برکاتیؒ کو ایک درود نذر کیا۔ آپ نے اسے پسند فرما کر رکھ لیا۔ اسی شب عالم واقعہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”صاحبزادے اٹھو اور درود شریف پڑھو۔“ شاہ صاحبؒ اسی وقت بیدار ہوئے، غسل فرمایا، عطر ملا اور بخور وغیرہ روشن کر کے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ ہنوز درود شریف ختم نہ ہوئی تھی کہ جمال جہاں آرائے نبوی ﷺ نصیب ہوا اور شاہ صاحبؒ نے سر کی آنکھوں سے حضرت نبی عربی محمد ﷺ نبیک و رسولک و حبیبک و صفیک کی زیارت کی۔ شاہ صاحبؒ کھڑے ہو گئے اور بقیہ اعداد درود شریف کے پورے کئے۔ بعد درود شریف تمام ہونے کے شاہ صاحبؒ کے پاس حضرت شاہ امم سیدنا صادق الوعد الامین ﷺ اس وقت تک رہے کہ شاہ صاحبؒ نے اس اشعار بھی مناسب وقت موزوں کر کے آپؐ کو سنا دیئے۔ آپؐ نے ان اشعار کو بہت پسند فرمایا اور شاہ صاحبؒ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرما کر تشریف لے گئے۔ وہ موثر درود شریف مع ان اشعار کے اسی اثر کے ساتھ مارہرہ (یوپی، بھارت) میں سجادہ نشینان درگاہ عالیہ برکاتیہ کے دعا خانوں میں آج بھی موجود ہے اور شاہ صاحبؒ کی وصیت کے بموجب سوائے فرزند ان امین اور کسی کو تعلیم نہیں کی جاتی۔

(برکات مارہرہ مولفہ حضرت طفیل احمد صدیقی صفحہ ۵۸۵)

”کاشف الاستار“ جیسی معرکہ الآراء کتاب شاہ صاحبؒ کی تصنیف ہے۔ اشاعت اسلام اصلاح المسلمین کے لئے آپؐ کی مساعی وقف تھیں۔ ۱۱۹۸ھ میں وصال فرمایا۔ آپؐ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کے دادا پیر تھے۔ آپؐ کو بدعات سے سخت نفرت تھی۔

۸۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد نے آپؐ کی پیدائش کے وقت حضرت

رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ تشریف لا کر آپ کے کانوں میں اذان و تکبیر کہی اور آپ کے مدارج بیان فرمائے۔ (جواہر مجددیہ)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی ولادت سرہند شریف (مشرقی پنجاب) میں ۹۷۱ھ / ۲۶ جون ۱۵۶۳ء کو ہوئی اور وہیں ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ / ۱۰ دسمبر ۱۶۲۳ء کو وصال فرمایا۔ آپ کا نام احمد، لقب بدر الدین، کنیت ابو البرکات اور عرف امام ربانی ہے۔ ۱۵۹۹ء میں قطب وقت حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی سے بیعت ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے موسس و امام ہیں جو شریعت سے قریب ترین ہے۔ علم و فضل اور شریعت و طریقت کے جامع الکملات بزرگ اور گیارہویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔ نسلاً کابلی اور امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ اکبر اعظم کے دین الہی کے پر نچے اڑا دیئے۔ آخر جہانگیر پر صداقت روشن ہوئی۔ اس نے نہ صرف آپ کو جیل خانہ سے رہائی دی، بلکہ خود حد درجہ معتقد ہوا۔

۸۴۔ شیخ فرید الدین بن ابوالفتح ہر شب جمعہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے نام کی نیاز پکا کر درویشوں کو کھلاتے تھے۔ ایک دن خادم نے نادانستگی میں کبھاروں کے گھر سے برتن لا کر طعام کے لئے استعمال کئے۔ جب رات گزر گئی تو شیخ فرید الدین بادل حزیں و چشم گریاں حجرے سے باہر آئے۔ ایک خادم نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آج رات میں نے حضور سرور عالم، نور مجسم، نبی مکرم ﷺ کو خلاف معمول حجرے سے باہر کھڑے دیکھا۔ میں نے بڑھ کر باادب تمام سلام عرض کیا کہ میری بد قسمتی ہے کہ آج آپ نے میرے حجرہ تاریک کو منور نہیں فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”میرے فرزند فرید! تیرے گھر میں مشتہ برتن پڑا ہے جو میرے اندر آنے میں رکاوٹ ہے۔“ شیخ فرید نے فوراً وہ برتن باہر نکلوا دیا اور دوسری شب جمعہ سے پہلے دُکنا کھانا پکا کر خواجہ دو عالم ﷺ کی رُوح پر فتوح پر ایثار کیا۔ (تاریخ جلیہ از غلام دہگیر نائی صفحہ ۱۸۲)

۸۵۔ ایک روز مخدوم سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث حسینی جلی ادبھی صبح کی نماز کے لئے اٹھے۔ جب وضو سے فارغ ہو چکے تو گھر کے آدمیوں کو آواز دی کہ سب بیدار ہو جاؤ اور سعادت کو نین حاصل کر لو۔ جب تک سب بیدار ہوئے وہ کیفیت ختم ہو گئی۔ جب اہل خانہ آپ کی خدمت میں آئے، آپ نے فرمایا: اس وقت مجھ کو سید عالم ﷺ نے بیداری میں اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمایا تھا، میں چاہتا تھا کہ تم بھی اس نعت عظمیٰ اور عطیہ دارین سے مشرف ہو جاؤ مگر تم نہ آ سکے اور وہ کیفیت ختم

ہو گئی۔ (ریاض الفقر معروف بہ "دفتر حقیقت" دوسرا گلزار صفحہ ۱۸۳)

۸۶۔ حضرت مولانا شاہ محمد حمدانیؒ اپنے فرزند دلہند مولوی علم الیقینؒ کو گود میں لئے اندر سے باہر آرہے تھے کہ والد ماجد حضرت شاہ نجات اللہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے صورت دیکھتے ہی تین بار فرمایا کہ میاں حمدانی! مبارک مبارک مبارک۔ حضرت حمدانیؒ نے یہ سن کر اپنا سر نیچا کر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ مولوی نوازش علی گورکھپوری کے بے حد اصرار پر حضرت حمدانیؒ نے فرمایا کہ یہ بات راز ہے جو میری زندگی میں افشا نہ ہو اور اس یقین پر بیان کیا کہ جس روز تمہارے سامنے حضرت صاحبؒ نے مجھے مبارک باد دی تھی اسی شب یہ کیفیت پیش آئی کہ میں گھر میں سوتا تھا اور اندر سے سب دروازے بند تھے۔ نصف شب کے قریب حضرت صاحبؒ کو اڑکھلوائے بغیر مکان کے اندر تشریف لائے۔ مجھ کو جگایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا اور آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ اسی طرح بغیر دروازہ کھولے مجھے ہمراہ لئے اندر سے باہر نکلے اور ایک بہت بڑے میدان میں پہنچے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک احاطہ ہے اور اس میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ حضرت صاحبؒ کے بہت سے مرید وہاں نہایت باوقار انداز میں کھڑے ہیں۔ انہی میں آپ کے کیم و جسیم مرید بزرگ مولوی غلام حیدر شیخ کھڑے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم سب اس احاطے کے اندر جاتے ہیں۔ تم سب کے پیچھے اس احاطے کے اندر آنا، وہاں ایک مسجد ہے، اس کے درجہ اول میں بے دھڑک چلے آنا، بالکل تامل نہ کرنا۔ یہ فرما کر آپ احاطہ کے اندر تشریف لے گئے اور سب لوگ بھی آپ کے پیچھے چلے گئے۔ سب کے پیچھے مولوی غلام حیدر تھے جو دروازے میں پھنس گئے۔ میں نے انہیں دھکا دیا تو وہ بھی نکل گئے۔ میں نے دیکھا کہ احاطہ جائے سرور ہے اور نہایت عمدہ مسجد میں بکثرت لوگ موجود ہیں اور تعظیم کے ساتھ دست بستہ کھڑے ہیں۔ میں بے دھڑک درجہ اول میں حضرت صاحبؒ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں حضرت ہادی اکبر علیہ السلام کو مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیکھا اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ پھر حضرت صاحبؒ نے پیکر علم و تقویٰ، ہادی اسلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا محمد حمدانی ہے، جسے آپ نے یاد فرمایا تھا۔ آپ نے مجھے قریب بلایا اور بیٹھنے کو فرمایا۔ میں ادب سے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "ہم نے سنا ہے تم جمعہ کے خطبہ میں ہمارے صحابہؓ کی خوب تعریف کرتے ہو، اسی تعریف کو سننے کے لئے ہم یہاں

آئے ہیں اور صحابہؓ کو بھی ہمراہ لائے ہیں۔ اب تم منبر پر جاؤ، خطبہ پڑھو اور تعریف صحابہ کی ہم کو سناؤ پھر نماز بھی پڑھاؤ۔“ میں نے عرض کیا کہ میری کیا مجال جو آپ کے سامنے منبر پر کھڑا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم کو اس سے کیا مطلب؟ ہم جو کہتے ہیں اس سے عذر کرنا خلافِ ادب ہے۔“ پھر میں اٹھا اور عمامہ باندھ کر منبر پر چڑھا اور خطبہ اول و ثانی جس میں تعریف صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہے، یاد از بلند پڑھا اور پھر نیچے اتر کر نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نماز حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے نزدیک بلایا اور نہایت خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا کہ ”جیسا ہم نے سنا تھا ویسا ہی پایا۔“ پھر مجھے رخصت فرمایا اور میں حضرت صاحبؓ کے ہمراہ اپنے گھر آیا۔ یہ کیفیت جو میں نے سنائی ہے، اس کی مبارک باد حضرت صاحبؓ نے مجھے دی تھی (اللہ اکبر!) حضرت شاہ محمد حمدانیؒ کی فضیلت پر غور فرمائیے۔ اول حضرت معلم اکبر، محبوب خالق کائنات ﷺ کا آپ کے پیچھے نماز پڑھنا، دوسرے خوش ہو کر آپ کی پیٹھ ٹھونکنا اور فرمانا کہ جیسا ہم نے سنا تھا ویسا ہی پایا، تیسرے اس مرتبہ کو پہنچ کر اپنے کو چھپانا کہ یہ سب دُشوار اور صرف عالی ظرفوں ہی کا کام ہے۔ مولوی نوازش علی نے یہ راز حضرت محمد حمدانیؒ کے وصال کے بعد ظاہر کیا۔ (نجات المؤمنین از حافظ سراج الحقین صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۴)

”نجات المؤمنین“ جس میں شاہ نجات اللہ کے حالات زندگی و بے شمار کرامات کا ذکر ہے، ۱۲۸۹ھ میں نول کشور واقعہ پٹیالہ کے مطبع سے طبع ہوئی۔ مصنف کتاب ہذا نے قیام پاکستان سے قبل لکھنؤ میں بارہا اہلیانِ کرسی (نزد لکھنؤ۔ یوپی بھارت) کی حماقتوں کے بارے میں سنا تھا۔ کچھ بھی ہو قصبہ کرسی میں حضرت شاہ نجات اللہ محبت صادق کرسوی بن شیخ کفایت اللہ قدس سرہ کی ولادت نے اسے کرسی شریف بنادیا۔ شاہ صاحبؒ ایسے صاحبِ شریعت و طریقت تھے کہ جس نے آپ کو دیکھ لیا، گویا حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ جب وقت وصال قریب آیا تو اپنے چاروں بیٹوں اور قصبہ والوں کو بلا کر اپنا مقام مدفن بتایا اور وصیت فرمائی کہ مقبرہ بنانا، مگر قبر چنتہ نہ کرنا، نہ اس پر کبھی روشنی اور چراغ آئے اور نہ کسی قسم کی بدعت ہو۔ اپنے صاحبزادے شاہ محمد حمدانیؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور سب کو ہدایت کی کہ کبھی کوئی امر خلافِ شریعت نہ کرنا۔ پھر ۵ شعبان بروز پنج شنبہ ۱۲۳۵ھ بھر ساڑھے ۸۹ سال وصال فرمایا۔ مولوی حیدر ساکن فرنگی محل (لکھنؤ) جب غسل دینے لگے تو دیکھا کہ شاہ صاحبؒ کی عقد انامل (انگلیوں پر وظیفہ پڑھنے کا مسنون طریقہ) برابر چل رہی ہیں اور اس وقت بھی یادِ الہی سے غافل

نہیں۔ ایک بار آنکھ بھی کھولی اور پھر بند کر لی۔ غرض عجب شان کے بزرگ تھے جن کی ذات سے لاتعداد لوگ فیض یاب ہوئے۔ کرسی میں روضہ مرجع خلافت ہے۔

۸۷۔ علامہ احمد بن قسطلانیؒ نے حضرت سید الناس، آقائے نامدار، سرکارِ دولت مدارِ علیہ السلام کی بحالت بیداری زیارت کی۔ حضرت رحمت عالم، نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت قسطلانیؒ کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا کہ ”اے احمد! حق جل شانہ تیرے ہاتھ کو تھامے۔“ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۶۴۰، مواہب لدنیہ)

۸۸۔ شیخ ابوالمسعود قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ہر نماز کے بعد حضرت صاحب الکلام والکلم سرور عالم علیہ السلام سے مصافحہ کرتا تھا۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۶۴۰، دعوتِ ارجح از محمد ارشد قادری صفحہ ۲۱۶)

۸۹۔ شیخ ابن ثابتؒ ایک بزرگ تھے جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ ۶۰ سال تک مدینہ شریف حضرت سلطان دو جہاں علیہ السلام کی زیارت پاک کے لئے تشریف لاتے رہے۔ زیارت مبارک کے بعد ہر سال واپس چلے جاتے تھے۔ ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ نیم بیداری کے عالم میں اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ حضرت شفقت مجسم، سر تاج الانبیاء علیہ السلام کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”ابن ثابت! تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔“

(الحاوی، تجلیات مدینہ صفحہ ۱۱۲)

۹۰۔ حضرت شاہ باجن چشتیؒ کا نام شیخ بہاؤ الدین چشتی تھا۔ ۹۰ ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا احمد مدنیؒ کی اولاد سے تھے، جو حضرت ٹیل زید بن خطاب برادر امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔ اکثر اوقات علم حدیث میں جو عقدہ مشکل حل نہ ہوتا تو سرور کائنات، فخر موجودات، جامع صفات، مجمع حسنات حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام سے عالم واقعہ میں حل کر لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر آدھی رات کو روضہ منورہ (علی صاحبہ صلوٰۃ و سلاما) پر حاضری دوں تو دروازے حرم شریف کے روشن ہو جاتے تھے۔ (تواریخ الاولیاء جلد دوم از امام الدین صفحہ ۴۹۷)

۹۱۔ حضرت میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے فرمایا کہ میں نے چند حدیثیں عالم واقعہ میں حضرت محمد علیہ السلام سے سنی ہیں۔ قصہ یوں ہوا کہ مولانا شمس الدین مجاور مکہ معظمہ اپنے شیخ کے لئے غلہ خریدتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگ ان کو محتکر کہتے ہیں اور احکام فقہاء کے نزدیک ممنوع ہے۔ میں نے حضرت رسول اللہ علیہ السلام کو عالم واقعہ

میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”ایسا نہیں ہے جو مخلوق کہتی ہے۔ مستحکم ملعون ہے اگر نقصان پہنچا دے جبکہ یہ اپنے پیر کی خدمت کے لئے غلہ جمع کرتا ہے۔ ہر مرد کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔“ (حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۷۰) آپؐ کی ولادت شب جمعہ یکم شعبان ۷۰۷ھ میں ہوئی اور بروز چہار شنبہ یوم عید الاضحیٰ ۸۵ھ / ۱۳۸۴ء میں وصال فرمایا مزار مبارک اُج (سابق ریاست بہاولپور، پاکستان) میں ہے۔

۹۲۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے فرمایا کہ جن دنوں میں گوگا زروں میں خاتقاہ شیخ امین الدینؒ میں تھا تو ان کے بھائی امام الدینؒ کے پاس چند طالبین ہندوستان کے اور دوسرے ملکوں کے خلوت میں مشغول تھے۔ ایک عزیز نوجوان عراقی خلوتی حجرہ خلوت سے خدمت میں شیخ امام الدینؒ کے آیا اور عرض کیا کہ میں نے حضرت مخدوم انام صاحب الوحی والکتاب ﷺ کی زیارت کی ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ اب تو نزدیک پہنچ گیا کہ مقام وصال ہو جائے۔ جب وہ چلا گیا تو میں اس کے حجرے میں گیا اور پوچھا کہ عزیزی تو نے حضرت نگار حرم، خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے یا بیداری میں؟ اس نے کہا کہ میں نے بیداری میں دیکھا ہے اور بغور دیکھا ہے۔ (ملفوظات جہانیاں جہاں گشتؒ جلد دوم صفحہ ۵۹۹)

۹۳۔ ”مناقب غوثیہ“ میں تحریر ہے کہ میر سید جلال الدین الملقب بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز مدینہ منورہ میں بکھڑور روضہ سرور کائنات ﷺ بعد نماز تہجد مراقب تھا کہ ایک شخص صاحب عظمت و کرامات کو دیکھا، جو حجرہ شریف کے دروازے پر آیا۔ اس کے لیے دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوا پھر دروازہ بند ہو گیا۔ دوسری اور تیسری شب بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے چاہا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو جاؤں، مگر دروازہ بند ہو گیا اور میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حاضرین سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے کہا: خاموش رہو، حضرت رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور تم باتیں کرتے ہو۔ صبح اپنے مرشد قطب زماں شیخ عبداللہ یافعیؒ سے یہ حال بیان کیا کہ کبھی کبھی حضرت سرور عالم ﷺ کا مشاہدہ ہوتا ہے، مگر ہم کلامی کی سرفرازی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر آپؐ کی توجہ سے یہ نعمت حاصل ہو جائے تو اپنے کو بڑا خوش قسمت سمجھوں۔ شیخؒ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے پیر و مرشد کے پاس لے جاؤں گا، جو حضرت غوث الوریؒ ہیں۔

اس کے بعد آپؐ مدینہ شریف سے باہر تشریف لے چلے، میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جب ایک جنگل میں پہنچے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہ شان و شوکت تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہے۔ دربار شاہی آدمیوں سے بھرا ہوا ہے جن میں بہت سے آپؐ کی دائیں جانب

اور بہت سے بائیں جانب کھڑے ہیں اور بعض بیٹھے ہوئے ہیں۔ رقعہ جات اور عرضیاں لکھی جا رہی ہیں۔ حضرت غوث الوریؒ سب پر دستخط فرما کر اُمیدواروں کو عنایت فرما رہے ہیں۔ جب میں نزدیک گیا اور دیکھا تو یہ وہی بزرگ نکلے جو نیم شب روضہ اطہر (علی صاحبہ صلوٰۃ و سلاما) میں داخل ہوتے ہیں۔ بعدہ شیخ عبداللہ یافعیؒ نے آپ کے نزدیک جا کر عرض کیا کہ یا غوث الاعظم (رحمۃ اللہ علیہ) یہ سید بخاری نہایت شائستہ ہے اور آرزو مند ہے کہ حضور انور، سلطان دارین ﷺ کی مجلس میں داخل ہو کر دولت کاملہ سے سرخرو ہو پس ایک پروانہ اس کو بھی عنایت ہو۔ آپ نے میری جانب التفات سے دیکھا اور فرمایا کہ اس کے لئے چٹھی کی ضرورت نہیں، اس کو میں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔ جب دوبار درخواست ہوا، آپ اُٹھے اور مجھے اپنے ہمراہ لے کر چلے اور مجلس عالیہ میں داخل کیا۔ دولت کاملہ و سعادت مشاہدہ حضور نبی اکرم ﷺ مجھے حاصل ہوئی۔ جو کچھ نعمت مجھے ملی وہ حضرت پیر دستگیر غوث الوریؒ کی رحمت و عنایت ہے۔ (تواریخ الاولیاء جلد دوم صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۴)

۹۴۔ کہا جاتا ہے کہ جب محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے مرشد گرامی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بمقام پاک پتن تعمیر کرانا شروع کیا تو جہاں بہشتی دروازہ بنا دیا گیا ہے، اس جگہ آپ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت بحالت بیداری ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد سے صرف مشرقی دروازہ زائرین کے لئے کھلا رکھا گیا اور جنوبی دروازہ بند کر دیا گیا۔ جو اب صرف عرس کے موقع پر ۵ محرم الحرام کو کھولا جاتا ہے، جس میں سے چند گھنٹے کے اندر ہزار ہا کی تعداد میں زائرین گزر جاتے ہیں۔ (تذکرہ صدیق زمان از پرنسپل صغیر حسن صفحہ ۳۵، عرس اور میلے از امان اللہ خان ارمان سرحدی صفحہ ۱۴۹، انوار اصفیاء صفحہ ۲۰۶)

حضرت مولانا شیخ محمد عبید اللہؒ اپنی معروف کتاب ”تحفۃ الہند“ کے صفحہ ۸۳ تا ۸۴ پر فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو حضرت ساقی کوثر ﷺ کی زیارت اس جگہ پر ہوئی تھی جہاں اب بہشتی دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاءؒ سب غلبہ محبت اور افراط شوق اس جگہ سے محبت رکھتے تھے۔ مجاوروں نے اپنی پیداواری کے لئے وہاں دروازہ بنا کر اس کا نام بہشتی دروازہ رکھ دیا۔ یہ بات ہمارے دین میں نہیں کہ کسی دروازے سے گزر کر آدمی بہشتی ہو جائے۔ بہشت میں داخل ہونے کے لیے اللہ کا فضل، ایمان اور نیک اعمال ضروری ہیں۔ ہمارے دین میں کسی کو یقینی طور پر جنتی کہنا درست نہیں مگر ان لوگوں کو

جن کا جنتی ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح کسی کو دوزخی کہنا بھی درست نہیں بجز ان کے جن کا دوزخی ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا ہے مثلاً شیطان، فرعون، ابولہب، ابو جہل وغیرہ۔

”تحفۃ الہند“ سب سے پہلے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس بے نظیر کتاب کے اندر شیخ صاحب نے ہندوؤں کے مذہب کی پول کھولی ہے اور بتایا ہے کہ ہندو مذہب اور ہندوؤں کی رسومات سے متاثر ہو کر کس درجہ مسلمانوں نے ان کی شرکانہ رسومات کو اپنا لیا ہے، حالانکہ مذہب اسلام میں اس قسم کی فروعات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مولانا عبید اللہ نو مسلم تھے، والد کا نام گوئی مل تھا، وطن پائل نزد لدھیانہ (مشرقی پنجاب، بھارت) تھا، ۱۳۱۰ھ میں وصال فرمایا۔ اس کتاب کے مطالعے سے بے شمار ہندو اور سکھ مسلمان ہوئے، جن میں مشہور لیڈر مولانا عبید اللہ سندھی دیوبندی بھی شامل ہیں۔

۹۵۔ خاتم الاولیاء شیخ الکلحی الدین ابن عربیؒ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ بروز پیر، اُندلس (سپین) کے مشہور شہر ”مرسیہ“ میں پیدا ہوئے۔ آپ حاتم طائی کی نسل سے ہیں، جو عرب ہی میں نہیں پوری دنیا میں اپنی سخاوت کے لئے مشہور ہے۔ ۵۹۸ھ/ ۱۲۰۲ء کو دمشق میں وصال فرمایا۔ اپنی مشہور تصنیف ”فتوحات مکیہ“ میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر بزرگ فرشتہ صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے اور یہ بات کہہ کر کہ کتنے روزے انوارِ سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندانِ نبوت ہے؟ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت کو بجا لاؤں۔ میں نے اس ہدایت کے مطابق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا اہتمام کیا۔ اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گزشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک مرتبہ عالم بیداری میں حضرت بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مع حضرت علی، حضرت حسین و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیکھا۔ غرض بزرگوں سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔

۹۶۔ حضرت ابن عربیؒ نے خود لکھا ہے کہ میں نے کئی بار بیداری اور خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپؐ سے فتویٰ دریافت کیا۔ (فتوحات مکیہ جلد چہارم صفحہ ۵۵۲) آپ کی ۵۰۰ سے زائد تصانیف ہیں جن میں بیشتر تصوف پر ہیں۔ آپ کی دو تصانیف ”فصوص الحکم“ اور ”فتوحات مکیہ“ پر بہت لعن طعن اور لے دے ہوئی، جس کی وجہ اصطلاحات سے ناواقفیت، معانی اور حقائق کا دقیق ہونا، کورانہ تقلید اور تعصب ہے۔ (مقالات مرضیہ المعروف بہ ملفوظات مہرہ سے ماخوذ)

۹۷۔ شیفۃ رسول کریم (ﷺ) غازی علم الدین شہید ۳ دسمبر ۱۹۰۸ء/ ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات، لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام طالع محمد تھا جو نجاری (بوہٹی) کا کام کرتے تھے۔ لاہور میں راجپال نامی ایک کتب فروش تھا، جس کی دکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ اس کی دکان آج کی پان گلی، انارکلی سے ملحق تھی۔ اس نے ایک دل آزار کتاب ”رنگیلا رسول“ (نعوذ باللہ) شائع کی جس کو ڈی اے وی کالج، لاہور کے پروفیسر چھپاوتی نے لکھا تھا مگر کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں کیا۔ پھر عدالت عالیہ نے بھی ظالموں کا ساتھ دیا تو ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ایک غیور شیر فروش خدابخش نے راجپال پر قاتلانہ حملہ کیا، مگر حملہ ناکام رہا اور اسے سات سال کی سزا ہو گئی۔ کوہاٹ سے عبدالعزیز آیا اور اس نے راجپال کو فانی النار کرنے کے لئے اپنی دانت میں اس پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حملہ کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا، مگر وہ راجپال ملعون کا دوست جتندر داس نکلا۔ عدالت سے عبدالعزیز کو ۱۴ سال کی سزا ہوئی۔ آخر کار یہ سعادت ۱۶ اپریل ۱۹۲۹ء کو علم الدین شہید کے حصے میں آئی۔ علم الدین شہید نے راجپال ملعون کی دکان میں گھس کر اس کے دو ملازموں، دو ہندو سپاہیوں اور ایک سکھ حوالدار جو اس کی دکان پر حکومت کی جانب سے تعینات تھے، کے سامنے دن دھاڑے اپنا خنجر اس کے سینے میں پیوست کر کے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ قائد اعظمؒ نے مقدمہ کی پیروی کی مگر سزائے موت بحال رہی۔ غازی علم الدین شہید کی جان بچانے کے لئے مسلمان پریوی کو نسل تک پہنچے۔ اس زمانے میں جب دیسی گھی ۷۵ پیسے سیر، چینی روپیہ کی چار سیر، گندم روپیہ کی ایک من اور دودھ آنے سیر بکتا تھا، اس مقدمہ پر ۱۸ ہزار روپیہ خرچ آیا جو مسلمانوں نے بطور چندہ جمع کیا تھا۔ ۳۱ اکتوبر کی صبح میانوالی جیل میں غازی علم الدین کو پھانسی دے دی گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسدِ خاکی کو بغیر نماز جنازہ خاموشی کے ساتھ جیل ہی میں دفن کر کے پہرہ لگا دیا۔ حکومت کی اس حرکت پر بالخصوص مسلمانانِ پنجاب بھر گئے اور نہ رکنے والا ایچی نمیشن شروع ہو گیا۔ مجبور ہو کر شہادت کے ۱۳ دن بعد میت قبر سے نکالی گئی جو بالکل صحیح سالم اور تروتازہ تھی۔ نعش کو جست کے صندوق میں رکھ کر سیشل ٹرین کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ ۱۳ نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات ساڑھے دس بجے رسالت کے اس پروانے کا جنازہ اس شان سے اٹھایا گیا کہ لاہور نے اس سے پہلے ایسا جنازہ نہ دیکھا تھا۔ جنازے کا جلوس پانچ میل لمبا تھا۔ چھ لاکھ انسانوں نے شرکت کی، جس میں پورے ہندوستان کے ہر

صوبے کے مسلمان پنجاب کے پر دانوں کے علاوہ تھے۔ جنازے کی کیفیت دیدنی تھی۔ قضا خوشبوؤں سے عطر بیز تھی۔ جنازہ جدھر سے گزرتا پھولوں کی بارش ہونے لگتی۔ صندوق پر سیاہ چادر تھی جس کے حاشیوں پر یہ شعر کڑھا تھا:۔

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم بدال را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
ہر شخص و نور جذبات کی تصویر بنا ہوا تھا۔ لمحہ لمحہ شہادت کی پکار فضا میں گونج رہی تھی اور ہزاروں بہ آواز بلند ”بدال را بہ نیکاں بہ بخشد کریم“ پڑھتے جا رہے تھے۔ چارپائی جس پر صندوق رکھا تھا، کے ساتھ لمبے لمبے بالنس باندھ دیئے گئے تھے اور ان بالنسوں سے لوگوں نے اپنی پگڑیاں باندھ دی تھیں جن کو ہزار ہا لوگوں نے تھام رکھا تھا۔ ساری فضا کلمہ شہادت، تکبیر، غازی علم الدین زندہ یاد اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ اس زمانے میں پرانی انارکلی اور چوہدری کے درمیان کھیت ہوتے تھے۔ بارہ بجے ملتان روڈ پر یونیورسٹی گراؤنڈ کے قریب پرانی چاند ماری میں جہاں اب خوبصورت کوٹھیاں بنی ہیں، نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر چوہدری سے میانی صاحب تک قریب آدھ میل کا راستہ ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہوا۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے اپنی نگرانی میں قبر بنوائی۔ وہ لحد میں اترے، لیٹے اور لمبائی چوڑائی کا جائزہ لیا۔ بعد ازاں علامہ اقبالؒ اور مولانا دیدار علی شاہ الوریؒ نے اپنے دست ہائے مبارک سے اس عاشق رسول اور حرمت رسول ﷺ کے فداکار کو سپرد خاک کر دیا۔ جنازے میں پنجاب کے چوٹی کے تمام مسلمان شامل تھے۔

۱۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء م ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ صبح قیدی نمبر ۱۰۵ یعنی غازی علم الدین شہیدؒ کو میانوالی جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ شہید کی اس آخری رات میانوالی جیل کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا اور نواب دین وارڈن جیل چاق چوبند، ہاتھوں میں بندوق لئے عالم اضطراب میں قیدی نمبر ۱۰۵ کی کال کو ٹھڑی کے کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف چکر لگا رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار اس قیدی پر مرکوز ہو جاتی تھیں جو نماز عشاء کے بعد سے تلاوت میں مشغول تھا۔ اس اثناء میں کئی بار اس قیدی کی جبین سجدہ ریز ہوئی۔ عجب نظارہ تھا کہ اندھیری رات میں بھی اس کا پر نور چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ صبح کی اذان میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ نواب دین کو ایک لمحہ کے لئے اُدنگھ آگئی، مگر اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور اس قیدی کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ لیکن کال کو ٹھڑی سے وہ قیدی ایک لمحہ میں غائب ہو چکا تھا۔ نواب دین نے بندوق کو بغل میں دبا کر، پریشان نظروں اور لرزتے ہاتھوں سے کال کو ٹھڑی کے مضبوط تالے کو

اچھی طرح جھنجھوڑ کر دیکھا۔ تالا بند تھا اور دیوار میں کوئی شکاف بھی نہ تھا۔ خوف، اندیشے اور دوسو سے اس کے ذہن پر مسلط ہو گئے اور عالم حیرانی و پریشانی میں اس کی آنکھیں قیدی کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگیں۔ اس کی نگاہ ایک بار پھر کال کو ٹھڑی کی طرف اٹھ گئی جہاں اب اندھیرے کی جگہ نور کا سیلاب آیا ہوا تھا اور وہی قیدی فرش پر خشوع و خضوع سے بیٹھا عرش بریں کی طرف نگاہیں اٹھائے خاموشی کی زبان میں کسی سے ہم کلام تھا۔

نواب دین کا بیان ہے کہ کال کو ٹھڑی بقعہ نور بن چکی تھی اور ایک نورانی صورت بزرگ مصلے پر بیٹھے ہوئے قیدی نمبر ۱۰۵ کے سر پر دست شفقت پھیر رہے تھے۔ نواب دین ان کی زیارت کے لئے کو ٹھڑی کی سلاخوں کے قریب آیا ہی تھا کہ وہ مہمان بزرگ غائب ہو گئے۔ بس قیدی رہ گیا جو تسبیح و تہلیل میں مستغرق تھا اور جس کو علی الصبح تختہ دار پر لٹکایا جانا تھا۔ یہ خوش بخت انسان نبی کائنات، نبی اول الزمان و آخر الزمان، تاجدارِ حرمِ علیہ السلام کی بیداری میں زیارت کر رہا تھا۔ یہی نہیں آپ اس پر انتہا درجہ شفقت فرما رہے تھے، سبحان اللہ! سچ ہے

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

(قیدی نمبر ۱۰۵ الزام ایس ناز۔ ماہنامہ حکایت لاہور اکتوبر ۱۹۷۸ء، صفحہ ۱۴، حیات امیر شریعت از جانباز مرزا صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۳)۔

۱۔ شہید جذبہ عشق محمد مصطفیٰؐ جا کہ تیرے منتظر ہیں غلہ میں حور و ملک
جا کھڑے ہیں تیرے استقبال کو سارے نبیؐ تو نے عشق مصطفیٰؐ میں سردیا ہے بید ہڑک
مرحبا صد مرحبا کس صبر و استقلال سے تو نے ناموس محمدؐ پر فدا کی جاں تلک
خوں کی ہولی کھیل کر تو نے ثابت کر دیا چرخ نیلی کے تلے زندہ ہیں مسلم اب تلک

۹۸۔ حضرت موسیٰؑ پاک شہید کو کئی مرتبہ بحالت خواب و بیداری تاجدار کون و مکاں، سردارِ پیغمبراںؑ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا (اولیائے ملتان صفحہ ۷۵) اندرونِ پاک گیٹ، ملتان شہر میں آپ کا روضہ ہے۔ آپ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد ہیں۔ ۹۵۲ھ میں اُچ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دور میں قزاقوں نے تباہی مچائی ہوئی تھی۔ پھر ۵۸ برس ۲۳ شعبان ۱۰۱۰ھ۔ ہاتھی پر سوار جاتے تھے کہ ایک ڈاکو نے تیر مار کر شہید کر دیا۔ پندرہ سولہ برس بعد نعش اُج سے ملتان منتقل کی گئی تو جسم بالکل صحیح سالم اور تروتازہ تھا، جس کی ہزار ہا لوگوں نے زیارت کی۔

۹۹۔ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنی کو ۶ شوال ۹۸۶ھ کو شہید کیا گیا۔ شیخ یحییٰ

محبذوب مکی نے اس جگر خراش واقعہ کے دن مکہ معظمہ کے بازار میں بیٹن کے برہان خان بوہرہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم مولانا طاہر بیٹنی کو چاہتے ہو؟ جواب دیا: ہاں۔ محبذوب نے ان کا ہاتھ چھوڑ کر چلنا شروع کر دیا۔ خان نے اس سے سوال کرنے کی وجہ دریافت کی۔ محبذوب نے کہا کہ اس گھڑی میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے گنہگاروں کی جائے پناہ (ﷺ)! یہ کون شخص ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”مولانا طاہر بیٹنی، جنہوں نے ہماری محبت میں جان دی۔“ خان بوہرہ نے یہ خبر سن کر لوگوں میں مشہور کر دی۔ بعض لوگوں نے تاریخ لکھ لی۔ بعد ازاں محبذوب کی بات کی تصدیق کی گئی جو بالکل درست نکلی۔ (تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث بیٹنی ترجمہ رسالہ مناقب مؤلفہ شیخ عبدالوہاب، اقصی القصات اردو ترجمہ از پروفیسر مولانا سید ابو ظفر ندوی احمد آبادی صفحہ ۱۰۷)

جمال الدین آپ کا نام تھا۔ کانٹھیا وار، گجرات کی بوہرہ قوم سے تعلق تھا۔ سید محمد جو پوری جو اپنے آپ کو مہدی کہتا تھا، اس کے ماننے والوں نے آپ کو شہید کر دیا تھا۔ ۱۰۰۔ حضرت عبداللہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن صالحؒ کا انتقال ہوا تو میں سفر پر تھا۔ جب واپس آیا تو ان کے بھائی حسن بن صالح کے پاس تعزیت کے لئے گیا۔ مجھے وہاں جا کر رونا آگیا۔ وہ کہنے لگے کہ رونے سے پہلے ان کے انتقال کی کیفیت سنو، کیسے لطف کی بات ہے کہ جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا۔ میں پانی لے کر آگیا۔ کہنے لگے: میں نے تو پانی پی لیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کس نے پلایا؟ بولے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے، انہوں نے مجھے پانی پلا دیا۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں اس لئے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں؟ بولے اس طرح اوپر نیچے تھیں اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے اوپر کر کے بتایا۔

(فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ ۲۸ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ثم مہاجر مدنی)

۱۰۱۔ ایک دن بعد نماز مغرب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ نے مصنف کتاب ماسٹر لال دین اختر سے فرمایا: ایک روز درس قرآن کے بعد ایک سادہ لباس آدمی ایک طرف کھڑا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر دریافت کیا کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھ کو پرے لے گیا اور پھر کہا: حضرت مولینا! آج آپ کے درس میں سارا وقت بیٹھا رہا ہوں۔ اس سے پہلے اور مساجد میں بھی درس سن چکا ہوں

مگر آپ کے درس میں ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔ آپ جتنا عرصہ درس قرآن مجید میں مشغول رہے آپ کے دائیں بائیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت حضرت رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کھڑی رہی ہے۔ آپ جب کوئی فقرہ ختم کرتے تھے تو حضرت رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: ”صدقت، صدقت۔“ جب آپ نے درس قرآن ختم کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ (مقامات ولایت یعنی انوار ولایت حصہ دوم۔ سوانح شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی ازما ستر لال دین انکسر۔ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۲)

۱۰۲۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی نے مجھے (مؤلف کتاب ہذا) خود یہ واقعہ سنایا جب میں کیمبل پور (پنجاب، پاکستان) کسی کام سے گیا تھا۔ فرمانے لگے ۱۹۶۰ء میں کیمبل پور میں ایک کیپٹن صاحب تھے۔ ان کی بارہ تیرہ سال کی صاحبزادی کوئی بارہ بجے دن اپنی کوٹھی کے ایک کمرے میں تنہا بیٹھی تھی کہ یکایک ایک نہایت حسین و جمیل شخص ظاہر ہوا۔ لڑکی نے گھبرا کر بھاگنا چاہا مگر اس نے اس کو پکڑ لیا اور تسلی و تشفی دے کر کہا کہ میں تم کو خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ کل ٹھیک اسی وقت اسی کمرے میں تم سے ملاقات کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں گے، تم کل اسی وقت کمرے میں موجود رہنا، کوئی دوسرا تمہارے ساتھ نہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔ بچی نے والدین سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ کیپٹن صاحب ڈاکٹر برق کے پاس آئے اور واقعہ کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہے، جو چاہے جب چاہے، جتنا چاہے دے۔ میرا مشورہ صرف اتنا ہے کہ بچی کے پاس کسی قسم کی کوئی دنیاوی چیز نہ ہو۔ دوسرے دن والدین نے لڑکی کو نہلا دھلا، صاف کپڑے پہنا، خوشبو لگا، وقت مقررہ پر کمرے میں داخل کر دیا۔ وقت معینہ پر کمرہ کی چھت ایک جانب سے شق ہوئی اور ایک سیڑھی برآمد ہوئی جس کے ذریعے یہ تینوں بزرگ اتر کر تشریف لائے۔ رخصت ہوتے وقت حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ نے لڑکی کی گود میں کچھ مٹھائی ڈال دی۔ پھر یہ تینوں بزرگ اسی راستے سے تشریف لے گئے۔ سیڑھی غائب ہو گئی اور چھت اپنی اصل حالت پر آگئی۔ بچی نے مٹھائی اپنے والد کو دی۔ والد نے مٹھائی ڈاکٹر صاحب کو پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس میں سے کچھ مٹھائی پکھی، بالکل عام مٹھائی جیسی تھی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ضرور کچھ نہ کچھ تحفہ اس بچی کو عطا فرمائیں گے۔ اس لئے میں نے کیپٹن صاحب سے کہہ دیا تھا کہ اس بات کی احتیاط کی جائے کہ بچی

کے پاس دنیاوی قسم کی کوئی چیز نہ ہو۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ کافی وقت گزر جانے کی وجہ سے مجھے کچھ یاد نہیں کہ بچی اور ان بزرگوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ یہ بھی فرمایا کہ دنیا مافوق الفطرت واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ واقعہ بھی بظاہر انہی میں سے ایک ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کے درست ہونے میں رمتی برابر شک و شبہ نہیں اور میرا ایمان ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ثقہ قسم کے عالم اور بزرگ ہیں اور پوری احتیاط اور کامل اطمینان کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔

(سیرت النبی بعد از وصال النبی جلد اول صفحہ ۳۵۲ تا ۳۵۳)

۱۰۳۔ چکوال، ضلع جہلم کی طرف کے پیر سیدن شاہ (سکنہ پنڈ سوک) حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری (متوفی ۱۹۰۸ء) کے مرید تھے۔ خلافت ان کے فرزند حضرت ثانی خواجہ محمد مظفر علی شاہ (متوفی ۱۹۱۷ء) سے پائی تھی۔ ایک بار راقم سطور کو انہوں نے بتایا کہ جلال پور شریف میں جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ (متوفی ۱۹۶۶ء) کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ اپنے محل شریف میں سجادہ نشین تھے۔ فرمایا: شاہ جی مسجد کے اندر جائیں۔ میں فوراً چلا گیا۔ اندر داخل ہوا تو سبحان اللہ! خوبی قسمت کا کیا کہنا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کا دربار لگا ہوا تھا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین موجود تھے۔ حضرت خواجہ پیر غلام حیدر علی شاہ، حضرت ثانی اور خود حضرت سید محمد فضل شاہ بھی وہاں موجود تھے۔ بحالت بیداری دیدار اور قدم بوسی کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی۔ میں دربار میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پیر سیدن شاہ نے بتایا کہ اس کے بعد قلبی کیفیات روز بروز متغیر ہوتی چلی گئیں اور یک لخت یقین کا درجہ بڑھ گیا۔ مرشد کامل نے روحانی ترقی کے لئے دربار رسالت (زید شرفا) میں حاضر کر دیا تھا۔ (اقتباس از مقالہ "پاک اور منزہ روہیں" نوشتہ جناب ڈاکٹر ملک عبدالغنی یہ واقعہ ۱۹۳۰ء/ ۱۳۵۹ھ کے آس پاس کا ہے)۔

۱۰۴۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یسین قدس سرہ مرض وفات میں دو ماہ تک ورم جگر اور کثرت اسہال کی شدید تکلیف اور بخار میں مبتلا رہے، مگر لاشی کے سہارے مسجد میں پہنچتے رہے۔ جب اس کی بھی سکت نہ رہی تو مجبوراً ۵۶ دن کی نمازیں گھر پر ہی ادا کرنی پڑیں۔ ایک روز مفتی صاحب سے فرمانے لگے کہ شفیع ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں یوں ہی دستوں میں ختم ہو جاؤں گا، مگر کچھ غم نہیں کیونکہ حدیث میں اس کو بھی شہادت فرمایا گیا ہے۔ شب جمعہ

مغرب کے وقت حالت نازک اور بالکل نزع کا سا عالم تھا۔ مفتی صاحب کی والدہ ماجدہ نے مفتی صاحب نے کہا کہ تم اس وقت مسجد نہ جاؤ، نماز مغرب یہیں ادا کر لو مگر جماعت کے عاشق والد ماجد نے حالت نزع میں فرمایا ”نہیں مسجد“ اور مفتی صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ جمعہ کو صبح صادق کے وقت مفتی صاحب کو اٹھایا کہ جلدی کرو، میرے کپڑے اور بدن صاف کرنا ہے۔ مفتی صاحب نے اٹھایا تو معلوم ہوا کہ اعضا کی جان ختم ہو چکی ہے۔ اٹھاتے ہی آنکھیں چڑھ گئیں، حالت بدل گئی، لٹا دیا گیا۔ پھر کچھ سکون ہوا اور ذکر و توبہ و استغفار کرنے لگے پھر اچانک مفتی صاحب کی والدہ ماجدہ سے فرمایا ”رسول مقبول ﷺ“ اتنے الفاظ تو سنے گئے، اس کے بعد کوئی کلمہ ایسا فرمایا کہ تشریف لائے یا اس کے ہم معنی، سمجھ میں نہیں آیا۔ نزع شروع ہو چکا تھا۔ کلمہ طیبہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آواز ختم ہو گئی مگر زبان کی حرکت باقی رہی، بالآخر چند منٹ میں ان سب حرکات کو ہمیشہ کے لئے سکون ہو گیا اور آپ کی اس دعا کی مقبولیت ظاہر ہو گئی جو اکثر پڑھا کرتے تھے: سہ

جب دم واپس ہو یا اللہ لب پہ ہو لا الہ الا اللہ

آپ نے دیوبند میں ۹ صفر ۱۳۵۵ھ کی صبح بروز جمعہ عمر ۷۳ سال وصال فرمایا۔ دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی، بھارت) کے مشہور عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۸۲ھ میں ولادت ہوئی۔ تاریخی نام ”افتخار“ سے ظاہر ہے کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے ہم عصر تھے، جس کا قیام ۱۲۸۳ھ میں وجود میں آیا تھا۔ دارالعلوم کے دور اول کے اساتذہ آپ کے استاد تھے۔ حکیم عبدالوہاب ”حکیم نابینا“، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حافظ محمد احمد (حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے) بطور خاص آپ کے ہم درس تھے۔ چالیس برس سے زیادہ دارالعلوم دیوبند میں عربی و فارسی پڑھائی۔ (ماہنامہ ”البلغ“ کراچی کی خصوصی اشاعت بیاد مفتی محمد شفیع قدس سرہ صفحہ ۸۸ تا ۹۴ سے ماخوذ، ”میرے والد ماجد“ از مولانا مفتی محمد شفیع صفحہ ۷۰ تا ۱۰۹)

۱۰۵۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی اپنی ”آپ بٹی“ حصہ اول کے صفحہ ۱۸ پر بیان کرتے ہیں کہ ۱۳۴۲ھ میں میری حقیقی پھوپھی (بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس قدس سرہ کی حقیقی ہمشرہ) سخت علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ بہت سخت بیمار تھیں، اشارہ سے نماز پڑھتی تھیں۔ اسہال کبھی کبھی دن سے تھے کہ بوقت صبح صادق دو شنبہ ۲۴ شعبان ۱۳۴۲ھ کو انہوں نے یکدم مجھے آواز دی۔ میں جاگ ہی رہا تھا۔ فرمایا کہ مجھے جلدی بٹھا، تو بیچے

سہارا لگا دے۔ مجھے خیال ہوا کہ اذان کا وقت ہو گیا، مبادا اس میں دیر ہو جائے۔ میں نے ایک دوسرے عزیز کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے بیٹھ گئے۔ انہوں نے جلدی میں فرمایا کہ تو بیٹھ، حضور (ﷺ) تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھ سے کوٹھے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ حضور (ﷺ) تشریف لے آئے اور یہ کہتے ہی گردن پیچھے کو ڈھلک گئی۔
رحمہا اللہ رحمت واسعہ (آپ بنتی، مکتبہ رشیدیہ)

شیخ الحدیث کی دادی صاحبہ حافظہ تھیں۔ قرآن بہت اچھا یاد تھا۔ ایک منزل روز کا معمول تھا۔ رمضان شریف میں ۴۰ پارے روز کا عمل تھا۔ شیخ الحدیث کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ نے ہجر ۶۰ سال ۴ شوال ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء میں وصال فرمایا۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جنازے پر اتنا ہجوم تھا کہ کاندھے کی سہولت کے لئے بانس باندھے گئے۔ اس کے باوجود دہلی سے نظام الدین تک (تقریباً ساڑھے تین میل) بہت سوں کو کاندھے کا موقع ہی نہ ملا۔ مختلف العقیدہ اور مختلف الخیال لوگ جنازے میں شریک تھے، جو آپ کی مقبولیت کی علامت تھی۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بار بار نماز جنازہ پڑھائی گئی جس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہو گئی۔ اس عرصہ میں ایک صاحبِ ادراک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا محمد اسماعیلؒ فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کر دو، میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مع صحابہؓ میرے منتظر ہیں۔ مسجد بنگلہ دہلی، واقع بستی حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے گوشہ میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۲۱۳ تا ۲۱۵، سیرت مولانا محمد الیاسؒ صفحہ ۳۸ تا ۴۰)

۱۰۶۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مٹم مہاجر مدنی ابن حضرت علامہ محمد یحییٰ کاندھلوی قدس سرہ کی ولادت باسعادت شب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بعد تراویح بمقام کاندھلہ ہوئی۔ ۱۳۳۵ھ ہجری کو جامعہ مظاہر العلوم، سہارنپور میں مدرس ہوئے اور ۱۳۴۵ھ میں شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری مٹم مہاجر مدنی قدس سرہ کی طرف سے چاروں سلسلوں میں بیعت و ارشاد کی اجازت ملی۔ آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ایک سو کے قریب ہے، جن میں بیشتر کے ترجمے غیر ملکی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ ان کتابوں کو کوئی بھی شائع کر سکتا ہے۔ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرتا کہ جب دنیا میں کہیں نہ کہیں آپ کی تصانیف بالخصوص تبلیغی نصاب اور کتب فضائل نہ پڑھی جاتی ہوں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے اشارے پر سعودی حکومت نے آپ کو مدینہ طیبہ میں اقامت کی خصوصی

اجازت مرحمت فرمائی۔ ۲۴ مئی ۱۹۸۳ء بمطابق یکم شعبان ۱۴۰۲ھ کو وہیں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

۲۳ صفر ۱۴۰۱ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء مغرب کے بعد صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد مولینا عبدالحفیظ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کی طرف سے صلوٰۃ و سلام عرض کیا اور صحت کے لئے درخواست کی بمقام مواجہہ شریف (مسجد نبوی) تو حضرت اقدس و اکرم و افضل محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ان کے لئے تو ہم خود دعا کرتے ہیں، ان کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔“ پھر جیسے دعا وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ حضور انور ﷺ کی دائیں جانب ایک گلدستہ ہے جس میں دس بارہ پھول قسم قسم کے ہیں۔ ایک پھول ان میں سے ذرا بڑا اور ابھرا ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بڑے پھول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”یہ (حضرت شیخ) ہمارے گلدستہ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہیں۔“ (بہجۃ القلوب صفحہ ۲۶ تا ۲۷ از محمد اقبال)

اس کتاب کی تیاری کے دوران تصوف کی بہت سی اصطلاحات میرے سامنے آئیں مثلاً عالم معاملہ، عالم مثال، عالم واقعہ، عالم شہادت، عالم ارواح، عالم اجسام، عالم غیب اور عالم بیداری وغیرہ وغیرہ۔ میں نے جو ان کی کھوج کی کوشش کی تو دماغ پریشان ہو گیا پس اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا۔ اعتراف ہے کہ یہ میرے بولتے کا روگ نہیں۔ ویسے بھی میں ایک حقیقت پسند انسان ہوں اور تصوف کی بھول بھلیوں سے کوسوں دور۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنی کتاب ”امداد السلوک“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہی معاملات کے حقائق میں کسی مضمون کے منکشف ہونے کا اتفاق ہوتا ہے تو اس وقت اگر سالک سونے اور جاگنے کی بین بین حالت میں ہو تو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کشف کو واقعہ کہتے ہیں اور عین بیداری اور حضور میں ہو تو مکاشفہ اور اگر سویا ہوا ہو تو رویائے صالحہ۔ خواب جھوٹ بھی ہو سکتا ہے لیکن مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، جس کی بے شمار مثالیں ہیں مثلاً مکاشفہ فاروقی مشہور ہے کہ ”نہادند“ کی جنگ کا نقشہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ظاہر ہو گیا اور وہیں سے آپ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایات عطا فرمائیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز من لی اور ہدایات کے مطابق عمل کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔

اپنی جانب سے میں نے کوشش کی ہے کہ صرف عالم بیداری کے واقعات بیان کئے جائیں اور کثیر تعداد میں واقعات جن میں شبہ تھا رد کر دیئے ہیں۔

۱۰۷۔ مولانا مفتی الہی بخش نشاۃ ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور پھر ۸۲ سال ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۳۵ھ میں وصال فرمایا۔ بمقام کاندھلہ (ضلع مظفر نگر۔ یوپی، بھارت) اصل وطن جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) تھا، جہاں سے کاندھلہ آئے تھے۔ آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تین عزیز ترین اور قابل ترین شاگردوں میں سے ایک تھے۔ یوں تو کاندھلہ میں بے شمار عظیم المرتبت انسان پیدا ہوئے مگر مفتی صاحب کا جواب نہیں۔ آپ ہر فن میں کامل تھے۔ مولانا حکیم محمد اشرف، مولانا مفتی الہی بخش، مولانا محمد مظفر حسین، مولانا محمد الیاس (بانی تبلیغی جماعت)، مولانا محمد یوسف (تبلیغی جماعت)، مولانا احتشام الحسن (تبلیغی جماعت)، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا محمد مالک (جامعہ اشرفیہ، لاہور) وغیرہ یہ سب ایک ہی صدیقی خاندان کے بزرگ ہیں اور ایک درویش کی دعا کے مطابق معلوم ہوتا ہے اس خاندان میں قیامت تک جید علماء حق پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس خاندان کی خواتین بھی دینی علوم کی ماہر و تہجد گزار ہیں۔ اس خاندان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ خاندانی معاملات میں کبھی کبھری عدالت کی نوبت نہیں آتی۔

حضرت مولانا سید محمد قلندر شاہ ساکن جلال آباد (ضلع مظفر نگر) جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت مولانا مفتی الہی بخش کے مشہور شاگرد اور خلیفہ ہوئے ہیں۔ آپ بحالت بیداری حضور سید الوجود ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی کا عقد تھا۔ تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ تاریخ سے چند روز قبل حضرت رسول اعظم و اکبر ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے پاس آؤ۔“ یہ خواب دیکھتے ہی نکاح کا ولی دوسرے شخص کو مقرر کیا اور خود مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۱۲۶۰ھ میں وصال فرمایا۔

مفتی صاحب کے وصال کے بعد بھی اکثر کاندھلہ آتے تو پاس ادب سے برہنہ پا رہتے۔ وہاں آکر سیدھے قبرستان جاتے اور دیر تک مفتی صاحب کی قبر مبارک پر مراقب رہنے کے بعد قبے میں آکر متعلقین سے ملاقات کرتے۔ بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس جب بھی کاندھلہ تشریف لاتے تو اس قبرستان میں ضرور جاتے اور فرماتے اس قبرستان کے بزرگ اب بھی مخلوق خدا کی وہ خدمت انجام دے رہے ہیں، جو موجودہ زندہ بزرگوں سے بھی نہیں ہو رہی۔

حضرت مولانا مفتی الہی بخش کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالحسن

تھے۔ تمام کمالات ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے۔ طب میں بے نظیر اور تمام علوم میں ممتاز تھے، نظم و نثر خوب لکھتے تھے، خصوصی شغف حمد و نعت سے تھا۔ ۱۲۶۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹے مولانا نور الحسن تھے۔ ایک روز عالم محویت میں گھر کے باہر دروازے پر نعت پڑھ رہے تھے۔ دروازے کے سامنے مسجد میں حضرت مولانا سید محمد قلندر شاہ تشریف فرما تھے۔ وہ مسجد سے آئے اور باادب دروازے کے چبوترہ پر کھڑے ہو گئے۔ مولانا ابوالحسن کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد شاہ صاحب مسجد میں لوٹ گئے۔ مولینا نے پھر وہی نعت شروع کر دی۔ شاہ صاحب پھر دروازہ کے باہر آکر مؤدب کھڑے ہو گئے۔ چند بار جب اسی طرح ہوا تو مولانا نے شاہ صاحب سے تشریف لانے اور باادب کھڑے ہونے کا سبب دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم جب نعت پڑھنی شروع کرتے ہو تو میں حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کو دروازہ کے پاس جلوہ افروز دیکھتا ہوں۔ اس لئے بارگاہ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں دست بستہ آکھڑا ہو جاتا ہوں۔

(حالات مشائخ کاندھلہ از مولانا احتشام الحسن کاندھلوی صفحہ ۱۳۶)

۱۰۸۔ حالات مشائخ کاندھلہ کے مصنف مولانا احتشام الحسن بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کے ماموں زاد بھائی، برادر نسبتی (سالے) اور خلیفہ ہیں۔ مولانا احتشام الحسن کے بھائی مولینا حافظ محمد نجم الحسن تھے جنہوں نے قرآن مجید حفظ کر کے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی اور چند سال انگریزی ملازمت کر کے چھوڑ دی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے بیعت ہوئے اور پھر یاد الہی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اچانک آپ کو کاندھلہ میں بخار آیا جو تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا۔ شدت مرض میں بار بار فرمایا: ”خالہ تم پریشان نہ ہو، حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔“ اسی حال میں ۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ م ۱۹۱۸ء بروز جمعہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ بعد نماز جمعہ دفن کئے گئے۔ جنازہ پر اس قدر ہجوم تھا کہ ایسا جنازہ کاندھلہ میں اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ عرصہ تک ہندو اور مسلمانوں میں آپ کی جدائی کا چرچا رہا۔ اپنے والد ماجد مولانا حافظ رؤف الحسن کی زندگی میں وصال فرمایا جو مولانا ضیاء الحسن کے بیٹے تھے اور وہ مولانا نور الحسن کے صاحبزادے تھے، جن کا عالم یہ تھا کہ بے اختیار زبان پر درود شریف جاری رہتا تھا، یہاں تک کہ بیت الخلا میں زبان کو دانتوں سے دبائے رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو درود شریف منہ سے نکل جائے۔

(حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰)

۱۰۹۔ خواجہ غفور احمد صاحب ”دیار حبیب“ میں ”کی آخری قسط میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں دوران قیام چھ روز مجھے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کی صحبت حاصل رہی۔ مولانا نے ان ملاقاتوں کے دوران ایک دن فرمایا ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں مگر آپ کی اس زندگی کا ہمیں شعور اور ادراک نہیں۔ پھر فرمایا سرکار (ﷺ) اپنے مہمانوں کے آرام کا خود خیال رکھتے ہیں اور اپنے خاص اہل بیتوں کے قیام و آسائش کی آپ کو فکر ہوتی ہے۔ یہاں مدینہ طیبہ میں آپ ہی کا حکم چلتا ہے اور آپ خود ہی فیصلہ فرماتے ہیں کہ آپ کا کون سا مہمان کہاں قیام کرے گا؟ میں نے اپنی ان آنکھوں سے بڑی سرکار (ﷺ) کو یہ انتظام کرتے اور اس کا حکم دیتے دیکھا ہے۔ کیا قسم کھا کر یہ الفاظ دہراؤں؟ یہ سن کر خواجہ صاحب کانپ اٹھے اور عرض کیا: نہیں حضرت میں یقین کرتا ہوں۔ اس کے باوجود اللہ کی قسم کھا کر مولانا نے وہی الفاظ دہرائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں پہلے ہی جان گیا تھا کہ مولانا بڑے عالی مرتبت بزرگ ہیں، لیکن اس بات کے بعد تو شک کرنا ظلم اور گناہ ہوتا۔ یہ گفتگو اپریل ۱۹۶۵ء کی ہے۔ اسی سال ۲۹ اکتوبر مطابق ۳ رجب ۱۳۸۵ھ بروز جمعہ حضرت نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق جنت البقیع میں جگہ پائی۔ (ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، لاہور جولائی ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۰۸ تا ۱۰۹)

حضرت مولانا سید بدر عالمؒ کا وطن میرٹھ (یوپی، بھارت) تھا۔ بدایوں میں ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد حاجی تہور علی پولیس انسپکٹر تھے۔ ابتدائی تعلیم الہ آباد کے انگریزی سکول میں پائی جس کی وجہ سے مولانا انگریزی سے بھی خوب واقف تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۰ھ میں یہیں مسند تدریس پر فائز کئے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی تشریف لائے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار (سندھ) میں استاد حدیث اور نائب مہتمم مقرر کئے گئے۔ ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ ہجرت ثانی کی۔ فیض الباری (چار ضخیم جلدوں میں بربان عربی) ترجمان السنہ، جواہر الحکم اور کئی دوسری تالیفات آپ کے قلم فیض رقم کی یادگار ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حافظ سید آفتاب احمد آج کل مدینہ طیبہ کی اہم شخصیت ہیں۔

(اکابر علماء دیوبند کے حالات و کمالات از حافظ محمد اکبر شاہ بخاری۔ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۸ سے ماخوذ)

۱۱۰۔ ملک کے معروف مجاہد ایڈووکیٹ جناب رشید مرتضیٰ قریشی (درس میاں وڈا، لاہور) کی ایک قریبی بزرگ خاتون نے ۱۹۶۵ء میں جب ہندو پاک جنگ عروج پر

تھی، ایک شب خواب میں حضرت ہادی دارین، مقدرِ گز آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ یہ خاتون (جن کو نام و نمود اور شہرت سے گریز ہے اور اسی لئے میں ان کے نام کا اظہار نہیں کر سکتا) ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں۔ بعدہ مدینہ منورہ حاضری دی۔ مسجد نبوی (سلی مساجد صلوٰۃ و سلاما) کے اندر باب عثمان والے بلاک میں جو خواتین کے لئے مخصوص ہے، ایک روز یہ خاتون نماز کے بعد وظائف میں مشغول تھیں کہ دیکھتی کیا ہیں کہ حضرت فخرِ نوعِ انسانی، محبوبِ سبحانی، نورِ یزدانی، عقلِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ عین اسی صورت اور ہیئتِ مبارک کے ساتھ بحالتِ بیداری نظروں کے سامنے جلوہ گر ہیں، جس شکل و صورت اور ہیئتِ مبارک میں آپ کو ۱۹۶۵ء میں بحالتِ خواب دیکھ چکی تھیں۔ (غیر مطبوعہ)

۱۱۱۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی شوال ۱۲۳۸ھ بمطابق ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے اور بمقامِ دیوبند ۱۳ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو وصال فرمایا۔ تاریخی نام ”خورشید حسین“ تھا۔ سلسلہ نسب قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مدرسہ عربیہ، دیوبند (یوپی، بھارت) جو اب پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند (دیوبند اسلامک یونیورسٹی) کے نام سے مشہور ہے، آپ نے اس کی بناء ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو ڈالی تھی۔ بعض مفسدہ پردازوں نے حکومتِ ہند کو یہ درخواست دی کہ حضرت مولانا نانوتوی نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلے پر کھولا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کر کے گورنمنٹ سے جہاد کیا جائے۔ یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلباء کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے۔ ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں، مطلع کرتے ہیں کہ وہ ہوشیار رہے۔ حکومت نے فوراً تفتیش کے احکامات جاری کر دیئے۔ تفتیش کے مراکز نانوتیہ، رام پور اور جلال پور قرار پائے اور دیوبند کو صدر مقام بنایا گیا۔ حکام نے دورے کئے اور بعض نے دیوبند میں حضرت نانوتوی کی زیارت کے لئے مسجد میں آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی کہ جوتے اتار کر آئیں۔ حاکم آیا، بیٹھا نہیں بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرت کے سامنے کھڑا رہا۔ واپس جا کر اس نے حکومتِ ہند کو رپورٹ دی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقص امن اور غدر و فساد کا الزام لگاتے ہیں، وہ خود مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی روائے مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ سب نے یہ سمجھا کہ مقصدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے، لیکن حضرت مولینا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو یہ دکھانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مقصد ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے کہ یہ اس قابل نہیں۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے اور قریب ہی زمانہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔

(حکایات اولیاء جمع کردہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۲)

۱۱۲۔ مدینہ منورہ میں قبلہ جنوب کی جانب ہے۔ گنبد خضرا مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ مغرب کی جانب باب الرحمتہ کے متصل دالان میں شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد مدنیؒ درس دے رہے تھے۔ گنبد خضرا کی چالیاں سامنے تھیں۔ تلامذہ میں سے ایک کو ”حیات النبی ﷺ“ کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دورانِ درس انہوں نے ایک بار جو نظر اٹھا کر دیکھا تو نہ قبہ خضرا تھا نہ چالیاں، بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) کہ حضرت مدنیؒ نے اشارہ سے انہیں منع فرما دیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔ شیخ الاسلامؒ نمبر، صفحہ ۳۰ پر مولانا احمد حسین صاحب لاہر پوری نے حضرت شیخ الاسلامؒ پر جو مضمون لکھا ہے، اس میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ حصہ اول صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۵، شیخ الاسلام کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات صفحہ ۳۱)

۱۱۳۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز دورانِ قیام مدینہ طیبہ (زید شرفا) میں اشعار کی ایک کتاب دیکھ رہا تھا، اس میں ایک مصرع تھا:

ع ہاں اے حبیبؐ رخ سے ہٹا دو نقاب کو

مجھے یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور مواجہہ شریف میں بعد اوائے آداب و کلمات مشروعہ انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کر دیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسالت مآب ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا نہیں اور آپؐ کرسی پر سامنے جلوہ افروز

ہیں۔ آپ کا چہرہ انور سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (نقش حیات حصہ اول، صفحہ ۹۲)

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ کو اپنے آبائی وطن موضع الہداد پور قصبہ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر بمقام دیوبند داعی اجل کو لبیک کہا۔ حسینی سید تھے۔ والد ماجد حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ کے خلیفہ خاص تھے۔ حضرت گنج مراد آبادیؒ کے وصال کے بعد والد ماجد مع خاندان مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ حضرت مدنیؒ نے عرصہ دراز تک حرم نبوی (زید شرفا) میں درس دیا۔ کمالات علمیہ و روحانیہ میں بے مثل تھے۔ آپ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن (آپ کا اسم گرامی محمود الحسن نہیں بلکہ محمود حسن ہے۔ سب سے پہلے اس طرف میری توجہ جناب اقبال الدین احمد صدیقی نے مبذول کرائی جس کے لئے میں ان کا ممنون ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے طور پر تحقیق کی اور مطمئن ہونے کے بعد پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات تحریر کر رہا ہوں) کے محبوب شاگرد تھے۔ آپ کو بھی استاد سے عشق کے درجہ پر محبت تھی۔ جب حضرت شیخ الہندؒ اسیر مالٹا ہوئے تو آپ بھی پورے عرصہ استاد کے ہمراہ مالٹا میں رہے، حالانکہ حکومت ہند نے آپ کو اسیر نہیں کیا تھا۔

۱۹۲۷ء میں جمعیتہ العلمائے ہند کا جو اجلاس پشاور میں ہوا تھا، اس میں امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے جو معرکہ الآرا خطبہ دیا تھا، وہ ۷۸ صفحات پر مشتمل اور ۲۸ عنوانات کے تحت پھیلا ہوا تھا۔ اس میں آپ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ اسلامی قومیت کی بنیاد ربطہ دینی اور اخوت مذہبی ہے۔ اسلامی اقوام و اُمم میں بجز قوم عرب، قوم ترک اور قوم افغانستان کے جو بحیثیت نسل بھی مسلمان ہیں اور کوئی قوم بحیثیت نسل اسلام میں منحصر نہیں، بلکہ ہر ملک کی ہر قوم میں مسلم و غیر مسلم دونوں ہیں اس لئے اسلامی قومیت کا مدار اتحاد نسل یا اتحاد وطن پر نہیں ہو سکتا، بلکہ اسلامی قومیت کی زندگی و بقا صرف دین و مذہب اور ملت کے احیاء و بقاء پر منحصر ہے۔

بالکل یہی بات آپ کے ہم عصر اور ساتھی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے دہلی میں اپنی ایک تقریر میں کہی تھی کہ اگرچہ دنیا میں قومیت وطن سے بنتی ہے، مگر اسلام اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے اساس قومیت، اخوت دینی و مذہبی کو قرار دیتا ہے۔ اس تقریر کی قصداً یا سہواً غلط فہمی پورنگ نے بڑا فتور پھیلا دیا۔ بتایا یہ گیا کہ مولانا مدنیؒ قومیت کی بنیاد وطن کو قرار دے رہے ہیں جس پر حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنا مشہور

قطعہ کہا اور یہ مسئلہ اخبارات میں سب و شتم کا موضوع بن گیا۔ اس پر حضرت علامہ انور شاہ کے ایک شاگرد نے طالوت کے نام سے دونوں اکابر سے خط و کتابت اور طویل مراسلت کے بعد شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ کو مولانا مدنیؒ کے خیالات اور اصل ارشادات سے مطلع کیا۔ جس پر حضرت علامہ اقبالؒ نے اس قطعہ سے اپنی برأت کا اعلان کرتے ہوئے اپنے کلام کے ناشرین کو حکم دیا کہ آئندہ ان کے کلام میں یہ اشعار شامل نہ کئے جائیں، مگر علامہؒ کی خواہشات و تصریحات کے باوجود وہ قطعہ برابر شریک اشاعت کیا جا رہا ہے (ماخوذ صفحہ ۲۱۲ از نقش دوام یعنی حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے سوانح اور علمی و عملی شاہکار وغیرہ کا جائزہ از مولانا انظر شاہ مسعودی)۔

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حضرت مدنیؒ سلیٹ پہنچے۔ جن بزرگ کے یہاں قیام تھا، ایک رات تہجد کے وقت حضرت مدنیؒ نے ان سے فرمایا کہ آج عالم بالا میں ہند کی تقسیم کا فیصلہ ہو کر پاکستان کے وجود میں آنے کا بھی فیصلہ ہو گیا ہے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب یہی سب کچھ ہے تو اب پاکستان کے خلاف مہم میں حصہ لینے سے کیا فائدہ؟ اس پر مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ تقدیر کا ہے، جبکہ ہم اپنی تدبیر میں مسلسل لگے رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ عذر تقدیر سعی تدبیر کے لئے موت کا اعلان نہ ہونا چاہیے۔

(ماخوذ از نقش دوام صفحہ ۲۳۳)

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو یہی حضرت مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے، جنہوں نے فی الفور پاکستان کی مخالفت ترک کر کے چن چن کر قابل مسلمانوں کو بھارت سے پاکستان بھیجنا شروع کیا اور فرمایا کہ قیام پاکستان کے وقت تک مخالفت تھی۔ اب جب کہ وہ وجود میں آ گیا ہے تو اس کی عزت و حرمت مثل خانہ خدا کے ہے، اب اس کو ہر صورت قائم رکھنا ہے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے ہر ممکن سعی اور کوشش کرنی ہے۔ جنگ آزادی ہند میں مولانا مدنیؒ نصف اول کے لیڈر تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے ۳۲ سال خدمت انجام دی۔ ”نقش حیات“ دو جلدوں میں آپ کی سوانح حیات ہے جو پُر از معلومات تاریخی دستاویز بھی ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

۱۱۴۔ مئی ۱۹۸۲ء کو میں رشید بھائی کی علالت کی خبر سن کر آپ سے ملنے سکھر گیا۔ ایک روز فرمانے لگے ”سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ“ کے بعد اب کون سی کتاب لکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا ”زیارت نبیؐ بحالت بیداری۔“ یہ سن کر چونک پڑے اور

فرمایا: کاش مجھے علم ہوتا تو زیادہ تفصیلات یاد رکھنے کی کوشش کرتا، بہر حال جتنا یاد ہے سنو۔ میں بسلسلہ ملازمت اورئی (ضلع جاون۔ یوپی، بھارت) میں تھا کہ ۲۸-۱۹۲۷ء میں وہاں علامہ واسد یو تشریف لائے۔ عمر ۴۵-۴۰ برس کے قریب ہوگی۔ دراز قد، گورے چٹے، چھریہ بدن، شرم و حیا کے پیکر، لمبی ڈاڑھی، نورانی چہرہ، لمبا کرتا، تہ بند، سر ہر وقت ڈھکا رہتا تھا۔ غرض کوئی دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ نو مسلم ہیں۔ ہمیں ان کا اسلامی نام نہیں معلوم، ہم سب ان کو علامہ واسد یو کہتے تھے۔ کوئی ایک ہفتہ اورئی میں قیام فرمایا۔ ہندوؤں کو بلا کر ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ کیوں بیوقوف بنے ہوئے ہو اور سچائی کیوں اختیار نہیں کرتے؟ دیکھو فلاں دید میں پانچ ہزار سال قبل واضح الفاظ میں حضرت نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کی پیشین گوئی مع علامات و اوصاف آج بھی موجود ہے۔ مسلمانوں میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تقسیم کئے اور فرمایا کہ میں سوامی شار دھانند کا داماد ہوں۔ (مشہور ہندو آریہ سماج لیڈر اور شدھی تحریک کا بانی، جس نے اپنی ایک کتاب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے متعلق توہین آمیز کلمات لکھے تھے، جنہیں پڑھ کر اٹا وہ (یوپی) کے ایک خوش نویس غازی عبدالرشید جو دہلی میں کتابت کا کام کرتے تھے، نے ۱۹۲۲ء میں اسے واصل جہنم کر دیا تھا اور خود ناموس رسول اللہ ﷺ کے تحفظ کی خاطر تختہ دار پر چڑھ گئے تھے)۔ انگلستان سے جب بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے دہلی آیا تو میرے سر نے میرے سپرد یہ کام کیا کہ میں اسلام کے خلاف کتابیں لکھوں (آپ انگریزی، اردو، فارسی، عربی، ہندی اور سنسکرت پر کامل عبور رکھتے تھے اور ہندومت اور اسلام کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا)۔

جاڑے کی ایک سرد رات تھی۔ رات کے بارہ بجے میں مکان کی تیسری منزل میں بیٹھا اسلام کے خلاف زہر اُگلنے میں مصروف تھا۔ میز کرسی کے اوپر بلب روشن تھا۔ تحریر کے دوران کلمہ طیبہ آیا جس پر میں نے نہایت بیہودہ انداز میں روشنی ڈالنی شروع کی۔ یکدم بلب کی روشنی مدھم پڑ گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میرے روبرو ایک نہایت نورانی بزرگ ایستادہ ہیں۔ میں کانپ گیا اور گھبرا کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، یہاں تک کیسے پہنچے؟ جس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں وہی ہوں جس کا تم تذکرہ کر رہے ہو، اگر مجھے نہیں مانتے تو برا بھلا بھی مت کہو۔“ اور یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ سخت جاڑے کے باوجود میں پسینے میں شرابور ہو گیا اور میرے خیالات میں انقلاب آ گیا۔ صبح کا انتظار کرنے لگا۔ جوں ہی اذان کی آواز سنی، مسجد میں جا کر امام

صاحب کے دست مبارک پر مسلمان ہو گیا اور علی الصبح دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا، کیونکہ ہندو مسلم فساد کا خطرہ تھا۔ پنجاب آکر بیوی کو خط لکھا، مگر اس نے مسلمان ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ علامہ کے اس زمانے میں دو چھوٹے چھوٹے بیٹے تھے۔ پنجاب میں تبلیغ میں مشغول ہو گئے اور بہت کامیاب ہوئے۔ ایک نوجوان اور ایک عالم ہر وقت ان کے ساتھ رہنے لگے۔ پنجاب کے ایک شہر میں ایک دوپہر یہ تینوں حضرات فٹ پاتھ پر چلے جا رہے تھے کہ یکایک وہی رات والے بزرگ عین اسی حلیہ مبارک میں ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ ”تم لوگ پنجاب میں تبلیغ کر رہے ہو، حالانکہ تمہیں گجرات (کاٹھیاواڑ، بھارت) میں فلاں شہر میں جا کر تبلیغ کرنی چاہیے، جہاں ایک شاہی مسجد ہے جو ویران ہو چکی ہے اور وہاں کے مسلمان مرتد ہو گئے ہیں۔“ (رشید بھائی کو اس شہر کا نام یاد نہیں رہا) یہ تینوں حضرات فوراً اس شہر کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس شہر میں واقعی ایک پرانی شاہی مسجد ویران ہو چکی تھی۔ حالت ناگفتہ بہ تھی۔ قد آدم گھاس اُگی ہوئی تھی اور دیواروں پر کائی جم رہی تھی۔ انہوں نے اسی وقت اس کی صفائی شروع کر دی۔ عصر کے وقت تک کافی صفائی ہو گئی۔ نماز عصر کے لئے جو اذان دی تو قرب و جوار کے بہت سے لوگ آکر جمع ہو گئے اور ان کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہا کہ یہاں جو بھی رات گزارتا ہے، صبح مردہ پایا جاتا ہے، ہم کفن دفن کرتے کرتے تنگ آ چکے ہیں، تم ایک دم تین آگئے ہو، اگر رات گزارنی ہے تو ہمارے ساتھ گاؤں میں چلو یا کہیں اور چلے جاؤ۔ مگر ان کی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور گاؤں والے تھک کر چلے گئے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر نوجوان تو سو گیا کہ بہت تھک چکا تھا۔ ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ تمام رات جاگتے رہیں گے۔ ایک قرآن مجید پڑھتا رہے اور دوسرا مثنوی مولانا روم۔ رات کے دو بجے ہوں گے کہ منبر شریف کے پاس سے نہایت بھیانک انداز میں رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ ہمت کر کے یہ آگے بڑھے اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کیوں رو رہے ہیں؟ جواب ملا کہ ہمیں اس مسجد کی ویرانی پر رونا آ رہا ہے۔ جب انہوں نے تسلی اور دلاسا دیا کہ مسجد اب ویران نہیں رہے گی تو آہستہ آہستہ وہ آوازیں ختم ہو گئیں۔ جوں ہی صبح ہوئی گاؤں والے تین چار پائیوں کے ساتھ آدھمکے، مگر ان تینوں کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ علامہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور گاؤں والوں سے کہا کہ اب اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو میری بات مانو ورنہ موت کا فرشتہ پورے گاؤں کا صفایا کر دے گا۔ گاؤں والے مرعوب ہو چکے تھے۔

علامہ کے کہنے کے مطابق نہادھو کر آئے۔ ان کا وعظ سننا شروع کیا اور آہستہ آہستہ گاؤں کے رہنے والے تمام لوگ نماز کے لئے آنے لگے۔ جب ویران مسجد خوب آباد ہو گئی تو علامہ نے نمازیوں سے کہا کہ اب میں تھوڑے عرصہ کے لئے جا رہا ہوں، واپس پھر آؤں گا، یاد رہے کہ مسجد آباد سے آباد تر ہوتی چلی جائے ورنہ پورا گاؤں موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ چند ماہ بعد دوبارہ علامہ جب واپس آئے تو دور سے مسجد مثل انڈے کے چمک رہی تھی۔ سفیدی اور روغن ہو چکا تھا۔ امام اور مؤذن کا انتظام ہو چکا تھا اور ایک دینی مدرسہ بھی جاری کر دیا گیا تھا۔ علامہ یہ سب دیکھ کر بہت خوش اور مطمئن ہوئے۔ سنا ہے بعدہ علامہ بسلسلہ تبلیغ یورپ چلے گئے تھے۔ نہیں معلوم ان کا کب اور کہاں وصال ہوا۔ بیٹوں کا بھی کوئی علم نہیں۔

زیارتِ نبی بحالتِ بیداری کا یہ روح پرور واقعہ رشید بھائی بس اتنا سنا سکے۔ قارئین میں سے اگر کسی کو علامہ واسدیو کی بابت مزید معلومات ہوں تو براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں، بے حد ممنون ہوں گا۔ رشید بھائی (مولوی عبدالرشید صدیقی) مصنف کتاب ہذا کے سب سے بڑے بہنوئی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد سکھر میں آباد ہوئے تھے۔ ثاقب ذہن اور قوی یادداشت کے مالک تھے۔ ثقہ قسم کے عالم اور بزرگ تھے۔ آپ کے ساتوں بچے ماشاء اللہ نہایت قابل اور ہونہار ہیں۔ افسوس رشید بھائی (تاریخ پیدائش ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء) بھرم ۸۲ سال بمقام سکھر اپریل ۱۹۸۳ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ پاک مغفرت فرمائے، آمین۔ بے شمار خوبیوں کے حامل تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

اب میں اس تصنیف کو سآخر صدیقی کے اس قطعہ پر ختم کرتا ہوں:۔

لوگو ارے لوگو میری قسمت کو سرا ہو
سرکارِ ملے ہیں مجھے سرکارِ ملے ہیں
وہ رحمتِ جاوید وہ انوارِ مجسم
صدِ شکر ہے ایں دیدہ بیدار ملے ہیں

اور بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ اس کی برکت سے مسلمانوں کے اختلافات مٹا کر ان کو ایک دوسرے سے قریب کر دے اور اس کے ہر قاری کو تمام جہانوں کے مربی اعظم و محسن اکرم ﷺ کے ساتھ خصوصی نسبت عطا فرمادے، آمین تم آمین۔

محمد عبدالمجید صدیقی

مورخہ ۸ رجب ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ، لاہور۔

زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بحالتِ

بیداری

(حصہ دوم)

محمد عبد المجید صدیقی ایڈوکیٹ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۔	نذرانہ	۴
۲۔	فہرست منابع و مآخذ	۵
۳۔	فہرست اصحاب و اقد	۹
۴۔	ہمارے رسول ﷺ زندہ رسول ﷺ	۱۳
۵۔	واقعات تفصیل و ارا یک تا ۱۱۴	۲۳

نذرانہ

اس حصہ دوم کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے شریعت و طریقت کے اُن جامع اکابر علمائے حق کی نذر کرتا ہوں جو اپنے اپنے دور کے بہترین مسلمان تھے اور جن کی دینی خدمات رہتی دنیا تک زندہ رہیں گی۔ ان ہی بزرگوں کی گراں قدر تصانیف و تالیفات کے مطالعہ نے میرے خیالات اور عقائد کو جلا بخشی ہے اور مجھ میں وسعتِ نظر پیدا کر کے تعصب سے نجات دلائی ہے، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

فہرست منابع و مآخذ

الف

۲۵۔ اقتضائے صراط مستقیم

۲۶۔ الایقا

۲۷۔ اذکار ابرار

۲۸۔ اولیائے ملتان

۲۹۔ البیان المشید

۳۰۔ البلاغ المبین، حصہ سوم

۳۱۔ المشرع الروی

۳۲۔ احوال العارفین

۳۳۔ أم البراہین

۳۴۔ الجمعۃ شیخ الاسلام نمبر

۳۵۔ الکواکب الدری

۳۶۔ الخبیر

۳۷۔ الطہور

۳۸۔ ماہنامہ ”الصدیق“

ب

۱۔ بیعت اقبال

۲۔ بارہ عاشقان رسولؐ

۳۔ بغیۃ ذوی الاحلام

۴۔ بخاری شریف

۵۔ بذل المجهود

ت

۱۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد

۲۔ تسکین الصدور

۳۔ تذکرہ حصہ ثالث

۴۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

۱۔ انیس الارواح

۲۔ الحاوی المختاوی

۳۔ الباقیات الصالحات

۴۔ انوار المحسنین

۵۔ امداد المشتاق

۶۔ الدر المنظوم

۷۔ الوحید

۸۔ ایواقیت الجواہر

۹۔ انیس الجلیس

۱۰۔ الذخائر المحمدیہ

۱۱۔ الفرقان ولی اللہ نمبر

۱۲۔ آب حیات

۱۳۔ انوار غفوریہ مدینہ

۱۴۔ الفوز الکبیر

۱۵۔ اسرار یہ

۱۶۔ الحسن الکبریٰ

۱۷۔ التبلیغ

۱۸۔ الشہاب

۱۹۔ المہند

۲۰۔ اغتباہ الاذکیا

۲۱۔ آثار السنن

۲۲۔ الحاکم

۲۳۔ ابن ماجہ

۲۴۔ التخت المرصیہ

۵۔ تذکرۂ صوفیائے سندھ

۶۔ تذکرۂ اولیائے دکن

۷۔ ترمذی شریف

۸۔ تیسیر القاری شرح بخاری

۹۔ تفسیر عثمانی

۱۰۔ تنویر الحکک

۱۱۔ تفسیر قرطبی

۱۲۔ تفسیر خازن

۱۳۔ تذکرۂ المولیٰ، حصہ دوم

۱۴۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری

۱۵۔ تذکرہ مشائخ قادریہ

۱۶۔ تحفۃ الابرار

۱۷۔ تواریخ الاولیاء، حصہ دوم

۱۸۔ تذکرۃ الخلیل

ج

۱۔ جذب القلوب

۲۔ جامع کرامات اولیاء

۳۔ جنگ آرہی ہے

ج

چار درویشوں کا تذکرہ

ح

۱۔ حلیۃ الاولیاء

۲۔ حجۃ اللہ البالغہ

۳۔ حیات جاوداں

خ

۱۔ خصائص الکبریٰ

۲۔ خیر الموائس

۳۔ خزینہ معارف

و

۱۔ ورنشین

۲۔ درود شریف کے فوائد

ز

۱۔ ذکر خیر

۲۔ ذکر حبیب

۳۔ ذکر اللہ و درود و سلام

ر

۱۔ رحمت کائنات

۲۔ روزنامہ ”جنگ“

۳۔ روحانی حکایات

۴۔ رسالہ نظر کرم

۵۔ ربیع المجالس

۶۔ روض الراحین

۷۔ رفع الوسوسہ

۸۔ روح المعانی

۹۔ روزگار فقیر

ز

۱۔ زیارت نبی بحالت بیداری، حصہ اول

۲۔ زیارت فیض بشارت

۳۔ زیارۃ المقامات

س

۱۔ سلاسل طیبہ

۲۔ سعادت الدارین

۳۔ سکینۃ العارفین

۴۔ سلطان الاوراد

۵۔ سیر الاقطاب

۶۔ سیرت طیبہ، جلد سوم

۷۔ سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ

۸۔ سکینۃ الاولیاء

ش

۱۔ شفاء السقام

۲۔ شرح صلاة الغوث البھلانی

۳۔ شرح قصیدہ تائبہ

۴۔ شرح الشفاء

ص

۱۔ صاصیہ

۲۔ صحیفہ اقبال

ض

ضیائے مہر

ط

۱۔ طبقات کبریٰ

ع

۱۔ عقیدۃ الاسلام

۲۔ علمائے ہند کے شاندار کارنامے

ف

۱۔ فضائل حج

۲۔ فضائل درود شریف

۳۔ فتح القدیر

۴۔ فیض الباری شرح بخاری

۵۔ فیوض الحرمین

۶۔ فتاویٰ عالمگیری

۷۔ فتح السہم

ق

قول بدیع

ک

۱۔ کشف المحجوب

۲۔ کنوز الاسرار

۳۔ کتاب التوحید

ل

۱۔ لوائح الاتوار القدسیہ

۲۔ لمعات کمالات قادریہ

م

۱۔ مظہر جلال

۲۔ محبوب المہن

۳۔ ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت

۴۔ مبداء معاد

۵۔ مسلم شریف

۶۔ محبتیں

۷۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت

۸۔ مشائخ دیوبند

۹۔ مکتوبات شیخ الاسلام

۱۰۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

۱۱۔ مقامات ولایت

۱۲۔ معادن تہذیب و تمدن

۱۳۔ مناقب الحسن حضرت رسولؐ

- ۱۴۔ مقالات منتخبہ
- ۱۵۔ مون ڈائجسٹ
- ۱۶۔ مقامات خیر
- ۱۷۔ ملفوظات امیر الملت
- ۱۸۔ مستطرف، جلد دوم
- ۱۹۔ مدارج
- ۲۰۔ ماہنامہ ضیائے حرم
- ۲۱۔ مشاہیر اسلام

ن

- ۱۔ نقش حیات
- ۲۔ نیل الاوطار
- ۳۔ نعمت عظمیٰ
- ۴۔ نزہۃ الخواطر
- ۵۔ نفحات الانس
- ۶۔ لغت نمبر
- ۷۔ نسیم الریاض

و

- ۱۔ وفاء الوفا
- ۲۔ والمقصود موجودہ

نوٹ: کل کتابیں ۱۴۹ سے زیادہ

فہرست اصحاب واقعہ

- ۱۔ میر شریوسف علی
- ۲۔ ایک بنگالی دوست
- ۳۔ ایک بزرگ
- ۴۔ منیر حسین ہاشمی
- ۵۔ مولانا غلام رسول کانپوری
- ۶۔ حاجی امین الدین محدث
- ۷۔ سید محمود کردی
- ۸۔ نانا محمد عارف گوروا سپوری
- ۹۔ حضرت شاہ محمد معصوم
- ۱۰۔ سید علی ہانی شیرازی
- ۱۱۔ سید یحییٰ الحسنی المصری
- ۱۲۔ سید منصور حلبی
- ۱۳۔ شیخ مسعود درادوی
- ۱۴۔ شیخ محمود کردی
- ۱۵۔ حضرت فتیمہ المطہری
- ۱۶۔ حضرت علی بن محمد باعلوی
- ۱۷۔ الشیخ علی بن عبد البر الوتائی
- ۱۸۔ حضرت علوی بن علوی
- ۱۹۔ حافظ عبد الرحمن
- ۲۰۔ حضرت شاہ ولی اللہ
- ۲۱۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی
- ۲۲۔ سید عقیف الدین عبد اللہ
- ۲۳۔ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر
- ۲۴۔ شیخ عبد القادر بن حبیب
- ۲۵۔ شیخ عبد العظمی
- ۲۶۔ سید عبد اللہ شاہ صحابی
- ۲۷۔ شیخ نجم الدین صفاہانی
- ۲۸۔ حاجی سید محمد عابد
- ۲۹۔ مولانا حبیب اللہ
- ۳۰۔ احمد مختار العطاس المہدی
- ۳۱۔ میاں پیار جی
- ۳۲۔ شیخ سماء الدین دہلوی
- ۳۳۔ سید ناسد الرحمن قدسی
- ۳۴۔ خواجہ حذیفہ المرعشی
- ۳۵۔ میاں لعل محمد
- ۳۶۔ علامہ شعرائی
- ۳۷۔ علی احمد
- ۳۸۔ حضرت عبد اللہ
- ۳۹۔ مولانا محمود الحسن
- ۴۰۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
- ۴۱۔ صاحبزادہ علی احمد جان
- ۴۲۔ حضرت خواجہ ضیا معصوم
- ۴۳۔ حافظ سید عبد اللہ
- ۴۴۔ بشیر نقشبندی
- ۴۵۔ محمد ہاشم مجددی
- ۴۶۔ ایک پیر بھائی
- ۴۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی
- ۴۸۔ شیخ موسیٰ زونی
- ۴۹۔ حضرت شیخ ابو طلحہ
- ۵۰۔ حضرت عبد الرحمن

۵۱۔ الشیخ خلیفہ بن موسیٰ

۵۲۔ حضرت احمد بن حسن

۵۳۔ حضرت میاں میر

۵۴۔ شیخ احمد زرداری وغیرہ

۵۵۔ احمد یار عباسی

۵۶۔ خواجہ محمد عمر عباسی

۵۷۔ محترمہ بیگم بی بی

۵۸۔ سید علی بن علوی

۵۹۔ ایک بزرگ

۶۰۔ ٹرک ڈرائیور

۶۱۔ مولانا عبدالرحمن اشرفی

۶۲۔ محترمہ رضیہ لال شاہ

۶۳۔ بشیر احمد چشتی نظامی

۶۴۔ حضرت محمد صوفی

۶۵۔ سیدی محمد بکری صدیقی

۶۶۔ حضرت محمد بن زین العابدین

۶۷۔ شیخ محمد قاسی شاذلی

۶۸۔ شیخ ابوالفیض محمد

۶۹۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی

۷۰۔ محترمہ عائشہ صدیقہ

۷۱۔ سید احمد محمد تاجانی

۷۲۔ ایک دوست

۷۳۔ شیخ علامہ حجازی

۷۴۔ حضرت ابوالرجال

۷۵۔ سلطان باہو

۷۶۔ ایک درویش

۷۷۔ ایک افغانی

۷۸۔ محترمہ رضیہ لال شاہ

۷۹۔ سید احمد ادیبی

۸۰۔ ایک مجذوب

۸۱۔ سائیس توکل شاہ

۸۲۔ خواجہ قادر بخش

۸۳۔ ہمشیرہ کریم بخش

۸۴۔ محمد متھے خاں

۸۵۔ ایک درویش

۸۶۔ ایک بزرگ

۸۷۔ حضرت ابن عباس

۸۸۔ حضرت توکل شاہ

۸۹۔ مولانا حسین احمد مدنی

۹۰۔ حضرت سعید بن المسیب

۹۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی

۹۲۔ حضرت ابن عربی

۹۳۔ محمد بن ابی الحمازل

۹۴۔ شیخ ابو یحییٰ ابو عبید اللہ

۹۵۔ بعض حضرات

۹۶۔ امام شعرانی

۹۷۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت

۹۸۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۹۔ ایک بزرگ

۱۰۰۔ مولانا عبدالستار خان نیازی

۱۰۱۔ احمد احمدی صیدی

۱۰۲۔ ایک ولی

۱۰۳۔ حضرت سید یسین

۱۰۴۔ سید شاہ صبغت اللہ

- ۱۰۵۔ سید شاہ اولیا
 ۱۰۶۔ مختلف بزرگ
 ۱۰۷۔ احمد شہاب الدین
 ۱۰۸۔ کشمیری نوجوان
 ۱۰۹۔ سیدنا احمد بن ادریس
 ۱۱۰۔ بعض اولیاء اکرام
 ۱۱۱۔ جہاں آرا بیگم
 ۱۱۲۔ سید احمد کبیر رفاہی
 ۱۱۳۔ علامہ اقبال
 ۱۱۴۔ قائد اعظم
-

اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم

بسم اللہ الرحمن الرحيم

ہمارے رسول ﷺ زندہ رسول ﷺ

لسان التوحید علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ شاید لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اب حضرت رسول اللہ ﷺ تبلیغ دین نہیں فرماتے۔ آپؐ کی کوئی قوت ایسی نہ تھی جسے وقتی یا زمانی سمجھا جائے۔ آپؐ قیامت تک کے لئے پیشوائے انسانیت ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کی ہر قوت قیامت تک کار فرما رہے گی۔ آپؐ کا جلال بھی قیامت تک کار فرما رہے گا، آپؐ کا جمال بھی، آپؐ قیامت تک کے مجاہد ہیں، قیامت تک کے مبلغ ہیں، قیامت تک کے مصلح ہیں اور قیامت تک کے رحمتہ اللعالمین ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بہت دور تک۔ آپؐ کی شخصیت مبارک موجود ہو یا نہ ہو، آپؐ کا فیض روحانی آپؐ کے وجود باوجود ہی کی طرح زندگی کے ہر میدان میں کار فرما رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری روحانیت اس قدر لطیف نہیں کہ اپنے زندہ رسول ﷺ کے زندگی بخش فیوض کے عمل دخل کو محسوس کر سکیں۔ اگر کوئی اندھا سورج کو محسوس نہیں کرتا تو اس سے سورج کی عدم موجودگی تو ثابت نہیں ہوتی۔ سوال صرف روحانی مناسبت کا ہے۔ جہاں کوئی روح مناسب قابلیت حاصل کر لیتی ہے، اس پر اسی وقت بلا تاخیر حضرت رسول اللہ ﷺ کے فیض روحانی کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے اور اسی وقت وہ محسوس کر لیتا ہے کہ آپؐ زندہ ہیں۔ آپؐ بہ نفس نفیس جہاد کر رہے ہیں، تبلیغ فرما رہے ہیں، بھولے ہوؤں کو راستے بتا رہے ہیں اور گرتے ہوئے گناہ گاروں کو تھام بھی رہے ہیں۔

(صحیفہ اقبال، مرتبہ مسٹر یونس جاوید۔ صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶ بزم اقبال۔ کلب روڈ۔ لاہور)

سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹ میں ارشاد فرمایا:

”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں،

ان کو رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے۔“

شہدائے کی یہ زندگی حقیقی ہے یا مجازی؟ یقیناً حقیقی ہے، لیکن اس کا شعور اہل دنیا کو

نہیں۔ جس کی وضاحت قرآن مجید نے کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴ کا

ترجمہ: ”اور اللہ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔“

پھر اس زندگی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ قبروں میں ان کی روہیں لوٹا دی جاتی

ہیں اور وہاں وہ اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت کے پھلوں کی خوشبوئیں انہیں آتی ہیں جن سے ان کے مشام جان معطر رہتے ہیں۔ لیکن حدیث سے ایک تیسری شکل معلوم ہوتی ہے اس لئے وہی صحیح ہے۔ وہ یہ کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف یا سینوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پھرتی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ (فتح القدیر بحوالہ صحیح مسلم)

شہدائے کو یہ فضیلت، اعزاز اور تکریم اس وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر یقین کرتے ہوئے ان کے تحفظ میں جان دے دی، مگر ان کی تعلیمات کو ترک نہ کیا۔ تو جب شہدائے کو قرآن مجید نے مردہ سمجھنے اور کہنے سے روکا اور فرما دیا ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہدائے سے کہیں بلند و بالا ہے، ان کی حیات تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گئی۔

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ شہید کو نبی سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ و ارفع مرتبہ حاصل ہو سکے۔ نیز شہدائے کو یہ مرتبہ عالی (حیات جسمانی) نبی ﷺ کی شریعت و ملت کی حفاظت میں جانبازی و سرفروشی کے صلے میں ملا ہے۔ پس قیامت تک جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید ہو گا تو ان تمام شہدائے کا اجر نبی کریم ﷺ کے نامہ اعمال میں ثبت ہو گا اور آپؐ کا مقام ان تمام شہدائے سے باعتبار حیات اعلیٰ و ارفع ہو گا اس لئے کہ دین کا سنگ بنیاد رکھنے والے آپؐ ہیں۔ لہذا حضور اقدس ﷺ کی تنہا حیات تمام شہدائے عالم کی حیات سے زیادہ قوی اور بلند ہو گی۔ (دیکھو شفا القام صفحہ ۱۴۰) نیز یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ شہید بھی ہیں۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کوئی نبی ایسا ہوا ہو گا کہ جہاں نبوت کے ساتھ شہادت جمع نہ کی گئی ہو۔ پس انبیاء علیہم السلام نبی ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں۔ پھر ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بحالت شہادت وصال فرمایا اس لئے کہ آپؐ کا وصال اس زہر سے ہوا کہ جو یہود نے خیبر میں آپؐ کو دیا تھا۔ (رواق البخاری)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا: ”حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور اقدس ﷺ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپؐ اعمال خیر و کچھ کر خوش ہوتے ہیں اور نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔“

(تفسیر عثمانی، سورہ نحل آیت ۸۹)

ثابت ہو گیا کہ آپؐ روحہ اقدس میں حیات ہیں اور یہی عقیدہ مذاہب اربعہ

اور اکابر علماء اہل حدیث کا ہے اور اس پر انہوں نے مدلل کتابیں تحریر فرمائی ہیں، مثلاً
 احناف میں ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ حضرت مولانا محمد قاسم
 نانوتوی کی آپ حیات۔ حنابلہ میں سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی۔
 مالکیہ میں مفسر قرآن امام قرطبی۔ ابن الحاج۔ حافظ ابن ابی جمرہ۔ شوافع میں امام غزالی۔
 علامہ سبکی اور علامہ ہارزی۔

اہل حدیث میں علامہ محمد ابن علی شوکانی یمنی (متوفی ۱۳۵۰ھ) اپنی مستند اور
 مقبول کتاب "نیل الاوطار" میں حیات النبی ﷺ کے بارے میں جملہ احادیث بیان
 کرنے کے بعد یہ فیصلہ فرماتے ہیں: قرآن مجید میں شہدائے متعلق ہے کہ وہ زندہ ہیں،
 ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی زندگی جسم کے ساتھ ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے
 اس کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ (جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

نبی بشر ہونے کے باوجود بشری صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اُسے
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے مافوق البشر صفات عطا ہوتی ہیں اور یہی عقیدہ قرآن و حدیث کی
 روشنی میں حق ہے۔ اسی روشنی میں حضور نبی کریم ﷺ تمام مخلوق میں ہر لحاظ سے افضل، اعلیٰ،
 اشرف اور ممتاز ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (ترجمہ) آپ
 ہر عیب اور کمزوری سے پاک ہیں گویا جیسا آپ نے چاہا اسی طرح پیدا کئے گئے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 کی ایک جماعت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) کو
 دیکھ رہا ہوں کہ وہ "لیک اللہم لیک" کہہ رہے ہیں (مسلم)۔ محدث کبیر علامہ سید محمد
 انور شاہ کشمیری نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں
 زندہ ہیں۔ (عقیدۃ الاسلام، صفحہ ۲۱)

شارح بخاری علامہ نورالحق دہلوی نے فرمایا: یہ بات محضی نہ رہے کہ
 آنحضرت ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا اور ان کے ساتھ کلام کرنا بتا رہا ہے کہ آپ
 نے ان کو ان کی ذات اور جسموں کے ساتھ دیکھا ہے اور یہ عقیدہ تمام علماء کا ہے کہ انبیاء
 علیہم السلام موت کا مزہ چکھ لینے کے بعد اسی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔

(تیسرے القادی، شرح بخاری)

موت فنا کا نام نہیں بلکہ ہر مرنے والا دوسری زندگی میں منتقل ہو جاتا ہے جس
 کا نام برزخ (پردہ، آڑ) ہے۔ عام انسان قیامت تک برزخ میں رہے گا (سورۃ المؤمنون

آیت نمبر ۱۰۰)۔ اس کی آخرت کی زندگی کا آغاز اس وقت ہو گا جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ البتہ بعض بد بخت مرتے ہی دوزخ میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، ادھر طوفان نوح میں ڈوبی ادھر دوزخ کی آگ کے حوالے کر دی گئی (سورہ نوح آیت نمبر ۲۵) جب کہ سعادت مندوں کا جسم قبر میں سلامت رہتا ہے اور اس کا تعلق روح کے ساتھ رہتا ہے تاکہ جنت کی نعمتوں کا لطف اٹھائیں جیسے شہداء۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹)

تمام انبیاء علیہم السلام کے اجسام اسی طرح محفوظ اور سلامت رہتے ہیں، مٹی انہیں نہیں کھا سکتی۔ ان کی روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے اور انہیں زندہ سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ جب آپ پر موت طاری ہو گئی تو آپ کا جسم اسی طرح لاشی کے سہارے ایک سال تک کھڑا رہا اور مٹی کی دست برد سے محفوظ رہا۔ لاش کو چیونٹے چٹ جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے جسم ڈھانچے میں تبدیل ہو جاتا ہے، جب کہ یہاں لکڑی کی خشک لاشی کو تو گھن نے کھا لیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم مبارک کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکی جو حیات الانبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے جو حیات الانبیاء اور عظمت انبیاء علیہم السلام کی کس قدر بین دلیل ہے۔ جس سے حسب ذیل نتائج اخذ کئے جاتے ہیں:

(۱) موت فنا کا نام نہیں ورنہ ایک سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے کے کیا معنی؟

(۲) حضرت عزیر علیہ السلام کا جسم مبارک بلا محافظ و نگراں اسی مٹی پر پڑا رہا جس میں آپ کے گدھے کا گوشت پوست گل سڑ گیا تھا۔

(۳) کھانا جو آپ کے ہمراہ تھا، سو سال تک خراب نہ ہوا۔

(۴) جب آپ کو سو سال مردہ حالت میں رکھنے کے بعد زندہ کیا گیا اور پوچھا گیا: کتنا عرصہ یہاں رہے؟ فرمایا: ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں تو اس حالت میں ایک سو سال رہا۔

(۵) اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ احیائے موتی کا اثبات ہے۔ جب وہ سو سال کے بعد زندہ کر سکتا ہے تو ہزاروں سال کے بعد بھی زندہ کرنا اس کے لئے مشکل نہیں۔ روزِ قیامت اسی طرح تمام انسانوں کو زندہ فرمائے گا۔

اصل میں انبیاء علیہم السلام کی موت نیند کی طرح ہوتی ہے اور روح کا تعلق جسم کے ساتھ اسی طرح رہتا ہے جیسا کہ نیند میں روح کا تعلق رہتا ہے۔ اس لئے بدن کو موت کے عروض کے بعد بھی حیات حاصل رہتی ہے۔ یہی بات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند (یوپی، بھارت) نے اپنی مشہور و معروف اور بے مثل کتاب ”آب حیات“ کے صفحہ ۲۹ پر کہی ہے۔

اب قیامت تک واجب الاتباع صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور نجات آپ ہی کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ حضرت نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے دین کی مدد کریں گے۔ جس کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں ہے۔ حضرت نبی آخر الزماں ﷺ افضل الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں:

- (۱) آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی رسالت اور نبوت کی تصدیق فرمائی ہے۔
 - (۲) تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے۔
 - (۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت امام الانبیاء ﷺ کی امت کو دوا می حکم دیا ہے کہ ”اے ایمان والو تم بھی آپ (ﷺ) پر درود و سلام بھیجا کرو (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)۔
- اسی لئے حضرت نبی آخر الزماں ﷺ نے درود شریف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ”تمہارا درود و سلام مجھے پہنچتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔“
- (۴) اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھا سکے۔

(صحیح حدیث)

اس کی وجہ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مدنی قدس سرہ شارح ابوداؤد نے یہ فرمائی: اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(بذل المجہود، جلد ۳ صفحہ ۱۶۰)

حضرت سید دو عالم ﷺ کی زیارت خواب، بیداری یا عالم مثال میں آپ ہی کی زیارت ہوتی ہے اور آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں، وہ حق ہوتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود فوراً مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ کے انتقال کے

بعد بھی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ہاں، میرے انتقال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ باسناد جید)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس ان کے لیے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا)

حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزالت گزریں۔ جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا اسی طرح حضرت رسول اللہ ﷺ کا مال بھی محل توریت نہیں۔ (آب حیات صفحہ ۲)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لئے ان کی آگے دراشت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(الکواکب الدری جلد اول صفحہ ۳۳۳)

حضرت مولانا خلیل احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ حیات ہیں لہذا پست آواز سے سلام کرنا چاہیے۔ مسجد نبویؐ کی حد میں کتنی ہی پست آواز میں سلام عرض کیا جائے آپؐ اسے خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل صفحہ ۲۰۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بڑا شرف ہے کیونکہ جسم اطہر اس کے اندر موجود ہے۔ حضور انور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ حضرات صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ حدیث میں بھی نص ہے کہ آپؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپؐ کو رزق پہنچتا ہے۔ (الحجۃ صفحہ ۱۴۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے بعد وفات بھی حیات برزخی

ثابت ہے جو حیات شہد ا کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی کے قریب قریب ہے۔ پس بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں۔ دیکھیے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نکاح جائز نہیں۔ زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ کی بھی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ احادیث میں صلوٰۃ و سلام کا سماع بھی وارد ہوا ہے۔ (الطہور صفحہ ۳۹)

حکیم الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ جو وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں۔ علمائے دیوبند بالکل اس کے برعکس نہ صرف اس کے قائل ہی ہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور حیات النبی ﷺ پر بڑے زور شور سے دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارے میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ (نقش حیات جلد اول صفحہ ۱۰۳)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر مبارک میں اذان و اقامہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم جلد تین صفحہ ۴۱۹)

حضرت علامہ اقبالؒ نے ایک مقام پر کیا خوب فرمایا کہ ہر معقول پسند و نیندار مسلمان دیوبندی ہے۔

مدرسہ عثمانیہ حنفیہ راولپنڈی میں حضرت قاری محمد طیبؒ کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ ہوا جس کی عبادت یہ ہے:-

”وفات کے بعد نبی کریم (ﷺ) کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام وہ خود سنتے ہیں۔“

(دستخط) قاری محمد طیب حال وارد راولپنڈی۔ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء (دستخط) قاضی شمس الدین (دستخط) قاضی نور محمد (دستخط) غلام اللہ خان

(حیات انبیاء از حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب صفحہ ۲۸)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں۔ ”آگے لکھتے ہیں“ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے

ہے۔ جمہوریت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور بزرگانِ دیوبند کا ہے۔

(ماہنامہ الصدیق ملتان۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ)

حضرت مولانا سید مہدی حسن دامت قیومہم، مفتی دارالعلوم دیوبند (بھارت) تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بحمد موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں الصدیق ماہنامہ۔ ملتان) اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کے وقت چہرہ انور کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ حضرت امام مالک سے مروی ہے جب کہ خلیفہ وقت نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت فرمایا تھا اور اسی کی تصریح حضرت مولانا گنگوہیؒ اپنے رسالے ”زبدۃ الناسک“ میں کر چکے ہیں۔

وجودِ مثالی اور وجودِ حقیقی: حضرت جبریل امین علیہ السلام مثالی (روحانی) صورت میں وحی لاتے تھے۔ اس وقت صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کو آپ نظر آتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو نہ دیکھتے تھے۔ آپ صرف دو مرتبہ حقیقی (ملکوتی، اصلی) صورت میں تشریف لائے اور ایک مرتبہ حدیث جسے اصطلاح میں حدیث جبریل علیہ السلام کہا جاتا ہے (ایمان، اسلام، احسان کی تعریف والی حدیث) اس موقع پر ایک اجنبی انسان کی صورت میں تشریف لائے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام اور دوسرے ملائکہ جب کبھی کسی بھی صورت میں حاضر ہوتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ پہچان لیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بتا دیتے تھے کہ یہ فرشتے ہیں۔ آپ کی یہ خصوصیت عظمیٰ ہے کہ فرشتوں کو پہچان لیتے تھے۔ آپ کے روحانی انوار و تجلیات کی برکت سے غزوہ بدر وغیرہ میں بھی فرشتوں کو دیکھا گیا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل و صورت، لب و لہجہ، گفتار و کردار اور نشست و برخاست اختیار کر سکتے ہیں۔

آج کے سائنسی دور میں شریعت حقیقت بنتی جا رہی ہے اور اکثر غیر مسلمین ہی ان شرعی حقائق کو آشکار کر رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن سے وجودِ حقیقی اور وجودِ مثالی کا فرق باسانی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ حقیقی وجود (بدن) ایک جگہ ہے اور اس کا مثالی وجود لا تعداد جگہ ٹیلی ویژن سیٹ پر نظر آ رہا ہے۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے فیض الباری، جلد اول صفحہ ۲۰۴ میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا دوسرے مقامات پر نظر آنا بالکل درست ہے (آپ کبھی وجودِ مثالی کے ساتھ اور کبھی وجودِ حقیقی کے ساتھ) (بیداری

میں) جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: جب کوئی باری تعالیٰ کا مقرب بن کر دائرہ امکان سے قدم باہر رکھتا ہے تو وہ ماضی اور مستقبل کو برابر پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے شب معراج کو حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور طوفانِ نوح کو بھی اسی طرح بپا دیکھا۔ آپؐ نے جسم اطہر اور اپنی مبارک آنکھوں سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا تھا یعنی آپؐ کی یہ حالت جسمانی تھی اور روحانی بھی۔ (مبدأ و معاد، صفحہ ۴۱)

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ ایڑ (ایٹھر) حدودِ زمان و مکاں سے بھی پرے ہر جگہ موجود ہے۔ وہاں ہمارے ہزاروں سال کی حیثیت ایک لمحے سے زیادہ نہیں۔ حجتہ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے عالم مثال کے وجود کا اعلان فرمایا ہے۔ سائنس آج جس کی تصدیق کر رہی ہے۔ آپؐ نے اہرام مصر، دیوار چین، تاج محل اور بے شمار دوسری چیزوں کی تصاویر دیکھی ہوں گی جو آج بھی موجود ہیں اور ان کی بھی جو سینکڑوں ہزاروں سال پہلے معدوم ہو چکی ہیں۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ اس لئے ہر چیز کی اتنی ہی تصاویر فی سیکنڈ تیار ہوتی ہیں جو آنکھوں کی راہ سے دماغ تک پہنچتی ہیں تو دماغ اس چیز کو دیکھنے لگتا ہے۔ سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ میں پہنچتی ہے۔ فضا بے بسط میں ایسی بلندیاں بھی ہیں جہاں زمین سے روشنی ایک دو، دو، دو، ہزار دو ہزار نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں سال میں پہنچتی ہے۔ اگر ہم کسی ایسی بلندی پر جا بیٹھیں جہاں روشنی کی وہ لہریں جو ۱۹۴۷ء میں روانہ ہوئی تھیں، آج پہنچیں تو قیام پاکستان کے تمام مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔

بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے مگر یہ بات عجیب نہیں کیونکہ عالم مثال میں ہر چیز کی لا تعداد تصاویر محفوظ ہیں۔ نہ صرف چلتی پھرتی اور ساکن تصاویر بلکہ آواز بھی عالم مثال میں موجود ہے۔ اچھایا برا جو لفظ ہماری زبان سے نکلتا ہے، فوراً ریکارڈ ہو جاتا ہے (ہو سکتا ہے ہماری آئندہ نسلوں کو حضور نبی پاک ﷺ کے حجتہ الوداع کے موقعہ پر دیئے گئے آخری خطبے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کے ریکارڈ مل سکیں اور گزشتہ اقوام کی تاریخ اور احوال بھی درست حالت میں دستیاب ہو سکیں)۔

غرض ہمارے ہر ایکشن، عمل اور الفاظ کی فلمیں تیار ہو رہی ہیں۔ کل روز قیامت یہی فلمیں بشکل اعمال نامہ پر دجیکٹر پر چڑھا دی جائیں گی اور جس طرح آپ شادی بیاہ کی ویڈیو فلمیں دیکھتے ہیں، وہ شخص چلتا پھرتا نظر آئے گا اور اس کا ہر اچھا برا عمل جو اس نے دنیا

میں کیا ہے، آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ مرزا غالب نے پوری انسانیت کی طرف سے اعتراض کیا تھا کہ کرانا کاتبین جو ہمارا اعمال نامہ مرتب کر رہے ہیں، دم تحریر بطور شاہد وہاں ہمارا کوئی آدمی تو تھا ہی نہیں۔ قرآن مجید سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۶۵ میں فرماتا ہے: ترجمہ = ”ہم (اللہ) اس روزان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پیر بول بول کر ان کے اعمال پر شہادت دیں گے۔“ کیا خوب فرمایا ہے لسان العصر اکبر الہ آبادی نے

سہ زبان و چشم و دل اور دست و پا سے کام لو ایسے

کہ روزِ حشر نازاں ہوں یہ اپنی اپنی حالت پر

اور قدسی مقال علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں: سہ

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبین
آج کے سائنس دان اپنی اپنی ایجادات کے ذریعہ خود ہی اسلامی تعلیمات کی
حقانیت کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔ اُمی لقب ایک یتیم و یسیر بچہ، جو ظاہری دنیاوی تعلیم
اور لکھنے پڑھنے سے قطعاً نااہل ہے۔ بتائیے آج سے سوا چودھ سو سال قبل آخر کس طرح
اس نے اس قدر دقیق حقائق سے پردہ اٹھا دیا، جن کو آج آپ غیر مسلم ہوتے ہوئے سچا
ثابت کر رہے ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ یہ ایک سچے نبی (ﷺ) کی سچی باتیں ہیں جن کا ذریعہ
وحی اور الہام الہی ہے۔ جب ہی تو قرآن مجید نے فرمایا کہ یہ وہ رسول ہیں جو اپنے دل کی
بات نہیں کہتے بلکہ اللہ کی بات سناتے ہیں وما ینطق عن الہوی ہ ان ہوا لا وحی یوحی ہ
(سورہ نجم آیت ۳ تا ۴) ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف
وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے: ”اور ایک دن آپ کے رب کے یہاں ہزار برس کے
برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو۔“ (سورہ حج، آیت نمبر ۷۷)

معلوم ہوا کہ اضافیت زماں کا نظریہ بہت پرانا ہے۔ شاعر مشرق حضرت علامہ

اقبالؒ فرماتے ہیں: سہ

وقت رفتار بدلتا ہے مری فکر کے ساتھ ذہن پر گاہ سبک گاہ گراں ہیں لمحے

شمس العلماء ابوالمعانی محمد عبدالرحمن شاطر مدرا سی فرماتے ہیں: سہ

بے محل اٹھتا نہیں ہے ایک بھی تیرا قدم کون ہے تجھ پر سوار اے البلق لیل و نہار

لسان العصر اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں: سہ

کیا شان تیرے جمال میں ہے ہر وقت زمانہ حال میں ہے

اللہ تعالیٰ کے یہاں ماضی و مستقبل نہیں، حال ہی حال ہے۔

البرٹ آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت (Theory of Relativity) ساری کائنات پر محیط ہے۔ اس نظریہ کے تحت نہایت ہی دقیق اور پیچیدہ گتھیاں سلجھ رہی ہیں۔ تسخیر خلا بھی اسی کا ایک کرشمہ ہے۔ روم میں ساتویں بین الاقوامی ”اسٹرونومیکل کانگریس“ میں جرمن پروفیسر سناگر نے اپنے مقالے میں فرمایا تھا کہ ”روشنی کی رفتار کے حساب سے خلائی جہاز بعید سے بعید سیاروں پر کمند ڈال سکے گا۔ زمین کے سالہا سال خلا میں چند سیکنڈ میں گذر جائیں گے اور خلا باز جب دنیا میں واپس آئے گا تو یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا کہ اپنی دانست میں جن دوستوں، بچوں اور بیویوں سے وہ چند روز قبل جدا ہوا تھا، ان پر دنیا کے سالہا سال گذر چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے یا تو وہ مر چکے ہیں یا بوڑھے ہو گئے ہیں اور بچوں کے ادھیڑ عمر کو پہنچ کر بال سفید ہو چکے ہیں۔“

صد سالہ دور چرخ تھا ساغر کا ایک دور نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی
البرٹ آئن سٹائن اللہ تعالیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”یہ ایک لامحدود اور اعلیٰ ترین قوت و علت ہے جس کو میں خدا کہتا ہوں۔ اس کائنات کو وجود بخشنے اور حرکت میں لانے والی چیز نہ تو لافانی توانائی یا مادہ ہے اور نہ اس کا سبب اساسی عناصر کا اتفاقی اجتماع ہے اور نہ یہ کوئی عظیم نامعلوم محرک ہے، بلکہ درحقیقت یہ خدائے عظیم و برتر کا کرشمہ قدرت ہے اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ میرے اس موقف سے زیادہ قرین عقل اس باب میں کوئی اور موقف نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی زندگی کو بالکل بے مقصد سمجھتا ہے، وہ نہ صرف بد نصیب اور نامراد ہے بلکہ اسے زندگی گزارنے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ میں نے ریڈیو دور بین سے ایک ایسی کہکشاں کو دیکھ لیا ہے جو زمین سے دو کروڑ نوری سال کے فاصلے پر ہے یعنی روشنی جو فی سیکنڈ ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل طے کرتی ہے، زمین سے وہاں دو کروڑ سال میں پہنچے گی۔ لیکن جہاں تک کائنات کی سرحدیں معلوم کرنے کا تعلق ہے اگر میری عمر دس لاکھ (ایک ملین) سال بھی ہو جائے، تب بھی معلوم نہیں کر سکتا۔“

نظریہ اضافیت کی روشنی میں ہالینڈ کے ایک ماہر طبیعیات H. Lorentz نے دو نظریات (Twin Paradox) پیش کئے ہیں، جن کے نام ہیں Length Contraction اور Time Dialation۔ اس روشنی میں جدید سائنس نے تصدیق کر دی ہے کہ اگر کوئی شے یا جسم روشنی کی رفتار یا اس سے زیادہ رفتار سے فاصلہ طے کرے تو وقت کا تصور

(Time Factor) نظر انداز ہو جاتا ہے اور وہ شے یا جسم کوئی وقت لئے بغیر طویل ترین مسافت طے کر لیتا ہے کیونکہ شعاعوں میں تبدیلی ہو جانے کی وجہ سے اس کی گیت غائب ہو جاتی ہے۔ واقعہ معراج شریف میں آیا ہے کہ یہ مرحلہ اس قدر جلد طے ہو گیا کہ مکان کے دروازے کی کنڈی ملتی رہی اور حضور اقدس ﷺ کا بستر مبارک گرم رہا۔ آپؐ نے جس سواری پر ساتوں آسمانوں کی سیر کی اور واپس تشریف بھی لے آئے، اس کا نام براق ہے جو برق (بجلی) سے مشتق ہے اور جو سواری کی تیز رفتاری کی طرف از خود اشارہ کرتی ہے۔ سفر معراج شریف میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے جو سدرة المنتہی کے ایک مقام پر رک گئے اور حضور انور ﷺ سے فرمایا:

سہ اگر یک سرموئے برتر پر م فروغ تجلی بسوزد پر م

ترجمہ = اگر میں یہاں سے بال برابر بھی آگے بڑھا تو کثرت تجلی الہی سے میرے پر جل جائیں گے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کا سفر معراج عالم بشریت (زمین سے آسمان تک) وہاں سے عالم سموات، پھر عالم عرش اور پھر عالم امر تک پہنچا۔ عالم بشریت، عالم سموات کے مقابلے میں ایک ذرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی حال عالم سموات کا عالم عرش کے مقابلے میں ہے اور یہی حال عالم عرش کا عالم امر کے مقابلے میں ہے۔ پس ان حدود کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جب کہ میرے پیارے اور سچے نبی ﷺ نے سوا چودھ سو سال قبل یہ گتھی سلجھا دی، جو آپؐ کے نبی برحق ہونے کی ایک اور زندہ دلیل ہے اور خصوصی طور پر موجودہ سائنس دانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ ان فاصلوں کی تفصیلات کے لئے مستند کتب احادیث بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

جدید تحقیق کے مطابق پہلے آسمان کی تہ ساڑھے ساٹھ کھرب میٹر چوڑی ہے۔ دوسرے آسمان کی تہ کا قطر ایک لاکھ ۳۰ ہزار نوری سال ہے۔ تیسرا آسمان ۲۰ لاکھ نوری سال پر محیط ہے۔ چوتھے آسمان کا قطر ایک کروڑ نوری سال ہے۔ پانچویں آسمان کا محیط ایک ارب نوری سال ہے اور چھٹا آسمان ۲۰ ارب نوری سال پر محیط ہے!

جو لوگ معراج جسمانی کے منکر ہیں ان سے دریافت کیا جائے کہ آیا وہ براق کے آنے کے قائل ہیں۔ اگر وہ براق کے آنے کو تسلیم کرتے ہیں تو یقیناً معراج مبارک بھی جسمانی طور پر ہوئی تھی۔ نزول براق نے معراج جسمانی کا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ حکما نزول براق کے قائل ہیں۔ سہ

جہاز و راکٹ و اسکاٹی لیب و طیارے براق سرور عالم سے استفادہ ہیں
عبد کہتے ہیں انسان مع الجسم و روح کو، صرف روح کو عبد نہیں کہتے۔ معراج
روحانی ہوتی تو قرآن مجید میں عبد کا لفظ نہ ہوتا۔ جب روح کا لفظ نہیں عبد کا لفظ ہے تو
پھر معراج روحانی کیسے کہی جاسکتی ہے؟ جسم انسان افلاک سے گذر سکتا ہے جیسے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے (دیکھو سورۃ النساء کی
آیت ۱۵۸)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ
اٹھا لیا اور متواتر صحیح احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

قیصر روم ہرقل کے سامنے ابوسفیان نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے معراج کا
واقعہ سنایا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یوں قیصر کو آپ کے جھوٹے ہونے کا (معاذ اللہ) یقین ہو جائے
گا (ثم معاذ اللہ) مگر اس وقت مسجد اقصیٰ کا لارڈ پادری وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا مجھے
اس رات کا علم ہے۔ ہر رات سونے سے پہلے میں مسجد اقصیٰ کے دروازے بند کر دیتا
ہوں۔ اس رات صدر دروازہ کوشش بسیار کے باوجود بند نہ ہوا۔ بالآخر نجاروں کو بلایا
گیا۔ انہوں نے کہا اوپر کی عمارت کے دباؤ سے ایسا ہوا ہے۔ اس وقت رات کو کچھ نہیں
ہو سکتا، صبح خرابی کا پتہ لگائیں گے۔ غرض اس رات سب دروازہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے۔
علی الصبح آیا تو مسجد کا دروازہ ٹھیک پایا۔ مسجد کے قریب چٹان میں سوراخ دیکھا جس سے
کسی جانور کو باندھا گیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رات دروازہ کھلا رہنا
صرف اس نبی (ﷺ) کے لئے تھا جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ یقیناً
آپ نے اس رات مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہوگی۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
بعض روایات میں آیا ہے کہ اس مبارک موقع پر حضرت رسالت مآب ﷺ نے
اللہ پاک کا دیدار کیا تھا۔ حضرت امام حسن، حضرت انس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
روایت چشم کے قائل ہیں۔ علامہ اقبالؒ معراج کے موقع پر حضرت رسول اللہ ﷺ کی رویت
ذات باری تعالیٰ کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ”ما زاغ البصر وما طغیٰ“
ترجمہ = ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔ (سورۃ النجم آیت ۱۷)
اس مادی دنیا سے برزخی دنیا بالکل جدا ہے۔ اس مادی دنیا میں چہرے کی
آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہی نہیں۔ کوہ طور پر تجلی باری تعالیٰ اور حضرت موسیٰ
علیہ السلام جو جلیل القدر صاحب کتاب پیغمبر ہیں ان کا قصہ عام ہے۔ پہاڑ جل کر راکھ ہو

گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔

موسیٰؑ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات تو عین ذات می نگری در تہنمی
شیخ فضل اللہ جمالی دہلویؒ نے اپنے اس نعتیہ شعر کی واو خواب میں حضرت
رسول اللہ ﷺ سے پائی۔ آپؐ نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا کہ ”یہ میری پکی تعریف ہے۔“
اسی لئے علامہ اقبالؒ نے فارسی میں اس شعر کو نعت کا بہترین شعر قرار دیا ہے۔ اب معراج
مصطفیٰ ﷺ کے سلسلہ میں چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیے:

۔ موسیٰؑ یا طور رفت مسیحا بہ آسمان

معراج عرش خاص کمال محمدؐ است

۔ طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں

اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

۔ لوگ نازاں ہیں کہ ہم حد یقین تک پہنچے

یعنی ارباب خرد ماہ میں تک پہنچے

۔ لیکن اس دور کرامات سے صدیوں پہلے

میرے آقاؐ کے قدم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے

۔ لمحہ معراج کی وسعت کا عالم کچھ نہ پوچھ

کتنے نوری سال اس میں ہو گئے ضم کچھ نہ پوچھ

انور صابری فرماتے ہیں:

۔ سفر سے چاند کے لوٹے جو منکر معراج شکست عقل نے کھائی بڑے غرور کے بعد

لالہ دیا شکر نسیم کی پوتی رام پیاری سروپ فرماتی ہیں:

۔ بھیج کر قاصد بلایا اور پھر اتنا قریب اللہ اللہ اتنی عزت ایک آدم زاد کی

سرد شہید کا معراج پر یہ شعر بڑے بڑے علماء کی مبسوط تصانیف پر بھاری ہے:

۔ ملا گوید احمدؒ بہ فلک بر شد سرمد گوید فلک بہ احمدؒ در شد

ترجمہ = ملا کہتا ہے احمد ﷺ آسمان پر چڑھ گئے مگر سرمد کہتا ہے کہ آسمان احمد ﷺ میں سما گیا۔

آخر میں امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، چین، روس بلکہ پوری دنیا کے تمام

غیر مسلم سائنس دانوں سے نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ قرآن مجید اور اسلامی

تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ وہ ہر چیز خود ثابت کر رہے ہیں

مگر ایمان نہیں لاتے، جو آخرت کی ابدی کامیابی کے لئے شرط اول ہے۔ آخر کب تک

ضد، ہٹ اور تعصب سے کام لیں گے؟ زندگی کا ہر لمحہ ہمیں موت کے قریب لے جا رہا ہے۔ نہ معلوم کب وقت آخر آ جائے، اس کے بعد آنکھیں کھلیں تو فائدہ کیا؟ کیونٹ دنیا نے تو انتہا کر دی ہے، وہ سرے سے خالق و مالک ہی کے منکر ہیں۔ ایک نہیں کروڑوں کی تعداد میں ایسے حضرات موجود ہیں جو آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ بقول قرآن مجید، دل کے اندھے ہیں۔ کسی سے دریافت کیجیے تمہارے بھائی کتنے ہیں؟ جواب ملتا ہے دو چار وغیرہ۔ بہنیں کتنی ہیں، چچا، ماموں، پھوپا اور خالو کتنے ہیں؟ سب کا جواب مل جائے گا۔ آخر میں اس سے پوچھیے کہ تمہارے آپ (ابو، باپ، پتاجی) کتنے ہیں تو وہ جوتا لے کر مارنے کو دوڑے گا۔ غیرت اور حمیت کا یہی تقاضا ہے۔ تو جناب ”آب“ ایک اور ”رَب“ جو ہر نعمت سے ہمیں نوازا رہا ہے، وہ سینکڑوں اور ہزاروں۔ یہ کہاں کی دانش مندی اور انصاف ہے کہ باپ کے لئے ایک سے زیادہ کہا جائے تو غصہ آ جائے، لیکن رب جو سب کا پالنے والا اور خالق و مالک ہے۔ جس نے ہمیں دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور آسمانی صحیفہ جات کی تعلیمات کے ساتھ اسی لئے بھیجا ہے کہ ہم اسے پہچانیں اور اسی وحدہ لا شریک کی بندگی اور عبادت کریں۔ جب کہ ہم نے اس کی بے عیب، یکتا اور بے مثال ذات میں دوسروں کو شامل کر رکھا ہے۔ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کو پوجتے ہیں، ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، ناک رگڑتے ہیں، فقیں اور مراویں مانگتے ہیں۔ پھر اس شرک اور شراکت پر اللہ تعالیٰ کو غصہ نہ آئے تو اور کیا ہو؟ یہ اس کی رحمت بے پایاں ہے کہ اس گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو وہ یہاں سزا نہیں دے رہا مگر آخرت میں ان کفار اور مشرکین کی بڑی سخت گرفت ہوگی اور وہ اس کی مجوزہ سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ رہے وہ جو سرے سے اپنے رب کو مانتے ہی نہیں، ان ملحدین کے ساتھ جو کچھ بھی ہو کم ہے۔ پس وقت اب ہے now or never، جس طرح ہمارا ”آب“ ایک ہے ”رَب“ بھی ایک ہے۔ اسلام کی یہی تعلیم ہے اور اسی تعلیم میں ہر دو جہاں کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ آدم برسر مطلب: اگر نبوت موت کی وجہ سے سلب ہو جاتی تو اب بھی ہم کلمہ اسلام میں جو اقرار رسالت کرتے ہیں، ایسا نہ ہوتا بلکہ ایک گزشتہ بات کی خبر ہوتی۔ جب کہ آج بھی ”محمد رسول اللہ“ کے معنی ہیں ”محمد اللہ کے رسول ہیں“ اور اس کے قیامت تک یہی معنی رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَدَلَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورہ الم نشرح، آیت نمبر ۴)

ترجمہ = اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

یعنی جب میرا ذکر ہو گا تو ساتھ ہی ساتھ آپ کا ذکر بھی ہو گا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے حضور ﷺ کا نام بھی آتا ہے، مثلاً اذان، نماز اور دیگر بہت سی عبادات و مقامات پر۔ گذشتہ کتابوں میں آپ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے۔ فرشتوں میں آپ کا ذکر خیر ہے۔ آپ کی اطاعت کو اللہ پاک نے اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ کی اطاعت کا بھی حکم دیا وغیرہ۔ ہر موقن اذان میں جہاں توحید الہی کا اعلان کرتا ہے، یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ جس طرح حضور ﷺ ابتدائے اسلام میں رسول تھے، آج بھی اسی طرح رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”میری روح کی طرح قبر میں میرا جسم بھی سلامت رہے گا۔ میں تمہارا سلام کانوں سے سنوں گا جس طرح دنیاوی زندگی میں سنتا ہوں اور لوگ میرے سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے آپ کا نام محمد (ﷺ) نکالا۔ عرش کا مالک محمود اور آپ محمد (ﷺ) (تفسیر خازن)۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان کے لئے آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور اعلیٰ ترین نعمت ہیں۔ مولانا مولوی ظہور الحسن کسولوی (کسولی، یوپی، بھارت) فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ہدایت پا کر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ کے رُخ انور کو دیکھ لیا، بلکہ پردے کے پیچھے سے محض آپ کی آواز سن لی، وہ ایسا کندن ہو گیا کہ اب بڑے سے بڑا بزرگ جس کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی، اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(حکایات اولیاء۔ مرتبہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحہ ۹)

سوال: کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بیداری میں ممکن ہے؟

جواب: علامہ ابن حجر مکیؒ نے فرمایا کہ ایک جماعت منکر ہے اور ایک جماعت قائل ہے اور یہی جماعت حق پر ہے۔ علامہ بارتئیؒ فرماتے ہیں کہ محقق بات یہ ہے کہ ایک جماعت اولیاء نے ہمارے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بحالت بیداری آپ کی زیارت کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اقتضائے صراطِ مستقیم میں اظہار رائے کیا ہے اور اس کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ صلوٰۃ استقاء کے لئے لوگوں کو باہر نکالو۔“ یہ زیارت بحالت بیداری تھی۔ ایک شخص نے شیخ ابوالعباس المرسیؒ سے عرض کیا کہ آپ نے بہت سے ملکوں کی

سیر کی ہے اور بڑے بڑے کا ملین سے مصافحہ کیا ہے اس لئے میں آپ سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ ہاتھ سوائے حضرت رسول اللہ ﷺ کے کسی اور سے نہیں ملائے اور یہ کہ اگر آپ کی ذات گرامی ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھوں (طبقات کبریٰ)۔

شیخ عبدالغفار بن نوخؒ اپنی کتاب ”الوحید“ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالعباس المرئیؒ جب سلام کہتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ اس کا جواب دیتے اور جب گفتگو کرتے تو اس کا بھی جواب عنایت فرماتے تھے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ صالح عطیہ انہاسیؒ، شیخ قاسم مغربیؒ اور قاضی زکریاؒ نے حضرت جلال الدین سیوطیؒ سے سنا ہے کہ بیداری میں ستر مرتبہ سے زیادہ حضرت رسول اقدس ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے ہیں (الیواقیت الجواہر)۔ شیخ عطیہؒ نے ایک مرتبہ علامہ سیوطیؒ سے اپنے ایک کام کے لئے سلطان غوری سے ملنے کو کہا تو آپ نے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ میں بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں جاتا ہوں، اس لئے سلطان غوری کے دربار میں نہیں جاسکتا۔ آئمہ شریعت نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی کرامت کے طور پر حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بحالت بیداری کر سکتا ہے اور آپ کی محفل میں حاضر بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ اپنی استعداد کے مطابق علوم و معارف سے استفادہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کی تصریح کرنے والوں میں آئمہ شافعیہ میں غزالیؒ، بارزنیؒ، ابن السبکیؒ اور یافعیؒ جیسے حضرات ہیں اور آئمہ مالکیہ میں امام قرطبیؒ، ابن الحاجؒ اور حافظ ابن ابی جمرہؒ وغیرہ ہیں۔ حضرت ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مومن اور کافروں کے لئے انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی زیارت اور ان کا کلام سننا ممکن ہے، مگر مومن کے لئے بطور کرامت جبکہ کافر کے لئے عقوبت کے طور پر۔

جامعہ خیر المدارس، ملتان کے سالانہ جلسہ میں ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ رسول کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں جس طرح دوسرے انسان وفات پاتے ہیں۔ روضہ مبارک پر سلام کہنے والوں کا آپؐ سلام نہیں سنتے وغیرہ۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ مہتمم مدرسہ حیات تھے۔ مذکورہ بالا بات سن کر آپؐ نے اسی جلسے میں اعلان فرمادیا تھا کہ یہ عقیدہ علما دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ سید و عالم ﷺ کو برزخ میں جسمانی حیات حاصل ہے اور وہ قبر مبارک کے قریب سلام کہنے والوں کا سلام خود سماعت فرماتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا لاہوری (حضرت مولانا احمد علی قدس

سرہ) نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی، ویسی ہی مزار مقدس میں ہے (۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ)۔ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ نے فرمایا میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر علمائے دیوبند حضرت نانوتوی، حضرت تھانوی، حضرت مدنی وغیرہم کا ہے اور وہی صحیح ہے (۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ھ)۔

احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے، یعنی حضور اقدس ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بحسد غصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔

(محمد طیب، مدیر دارالعلوم دیوبند، ۳ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز سے لے کر آج تک تمام علماء دارالعلوم دیوبند کا یہی مسلک ہے کہ امام الانبیاء ﷺ روضہ اقدس میں حیات حسی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مسترشد خاص حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز سے حیات النبی (ﷺ) پر ایک مدلل کتاب لکھنے کے لئے فرمایا تھا، جس کی تعمیل میں آپ نے اپنی مشہور کتاب ”آب حیات“ تالیف فرمائی۔ منکرین حیات النبی (ﷺ) نے اس کتاب کو ناقابل فہم اور حضرت نانوتوی قدس سرہ کا تفرّد کہہ کر اکابر علماء دیوبند پر جرح کی تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نبیرہ (پوتا) حضرت نانوتوی قدس سرہ نے ایک مفصل بیان میں اس کی تردید کی جو ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ میں شائع ہو چکا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: ”بہر حال اس واقعہ سے کتاب کے ناممکن الفہم ہونے یا اس میں بیان شدہ مسئلہ حیات النبی (ﷺ) کے مشکوک یا مشتبہ ہونے پر استدلال کیا جانا قطعاً بے معنی ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ اور دارالعلوم دیوبند کے تمام اکابر علماء کا مسلک اس بارے میں واضح رہا ہے اور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ ناکارہ بھی ان ہی اکابر مجددین کے اس مسلک کا پابند اور من و عن قبیح ہے۔“

(محمد طیب غفرلہ، مدیر دارالعلوم دیوبند، ۱۸ شعبان ۱۳۸۰ھ)

شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی قدس سرہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے حضرت نانوتوی قدس سرہ کی تصانیف کو درساً و رسماً پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کر دیا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے: ”ہمارے حضرات حضور انور ﷺ کی حیات جسمانی برزخی پر بڑے زور شور سے دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ کتاب

”آب حیات“ نہایت مبسوط کتاب ہے جو خاص اسی مسئلہ پر لکھی گئی ہے۔“

(نقش حیات جلد اول، صفحہ ۱۲۰)

حضرت نانوتویؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”آب حیات“ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی بھیجنے کی قدرت ذاتی اور امکان ذاتی تو حاصل ہے، البتہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔ یہ بالکل عام فہم عبارت ہے جس کو قصداً غلط معانی پہنا کر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ ختم نبوت کے منکر ہیں (العیاذ باللہ) حالانکہ اس جملے میں اللہ پاک اور حضرت رسول اللہ ﷺ دونوں کی عظمت اور شان مکمل طور پر محفوظ ہے اور عقیدہ ختم نبوت پر بھی قطعاً زہد نہیں پڑتی۔ اس عبارت سے اگر کوئی ظلی یا بروزی نبی بنتا ہے تو بنا کرے اور جائے جہنم میں، اس میں حضرت نانوتویؒ کا کیا قصور!

جامع المجہدین حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ”یہ کہنا چاہیے کہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی کیونکہ آپ زندہ ہیں۔ دنیا میں ایسے خشک مزاج بھی موجود ہیں جنہیں زیارت روضہ اطہر کا تو کیا شوق ہوتا، اسے حرام کہہ کر دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں، مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے تو پوچھو!“

(التبلیغ وعظ نمبر ۳-۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ)

نوٹ = مولانا عبدالباری ندویؒ نے اپنے شیخ حضرت تھانوی قدس سرہ کو مجدد دین کی جامع شخصیت قرار دیا ہے اور ثابت کیا کہ آپ ”جامع المجہدین“ تھے۔

(”جنگ آری ہے۔“ صفحہ ۷۸)

ان کو ربخٹوں کو کیا روحانی اور ایمانی فائدہ حاصل ہوگا جو سید المعصومین ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کو نہ صرف ناجائز بلکہ حرام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم اور فہم حمید عطا فرمائے، آمین۔

معزلہ اور دوسرے گمراہ فرقے جو حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں، وہ درود شریف پڑھنے سے محروم ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا: ”انبیاء علیہم السلام کی حیات پر تمام علماء کا اتفاق ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ یہ حیات دنیاوی زندگی کی طرح جسمانی ہے نہ کہ روحانی معنوی۔“

حافظ ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) اور ان کے عقیدت مندوں کے جو عقائد ہیں، بعض بدعقیدہ لوگ انہیں (اپنی بدعات کی پردہ پوشی کے لئے) علماء دیوبند سے منسوب کر کے ان کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد

مدنی قدس سرہ نے ”الشہاب“ میں فرمایا ہے:

حافظ ابن تیمیہؒ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری محض نبی آخر الزماں ﷺ کی زیارت کی غرض سے اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانے میں تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تک وصال اور اس کی رضا صرف حضور پر نور ﷺ ہی کے ذریعہ اور آپ ہی کے وسیلے سے ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے میرے نزدیک حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیے اور حضور اقدس ﷺ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول، صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۰)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جا کر امام الانبیاء ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے اور یہ بھیجنا نماز کے لئے نہیں تھا، صرف صلوٰۃ و سلام کے لئے تھا۔ یہ ایک جلیل القدر تابعی کا فعل ہے جس پر کسی نے نکیر نہیں کی پس یہ حجت ہے حافظ ابن تیمیہ پر۔

امام العصر محدث کبیر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ شیخ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت مستحب نہیں، بلکہ واجب ہے اور یہی عقیدہ میرے نزدیک حق ہے کیونکہ لاکھوں علمائے سلف اور بزرگان دین دور دراز سے آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس کو قرب دربار الہی اور قرب دربار رسالت (ﷺ) کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے رہے ہیں (اور آج تک یہی عقیدہ اور عمل ہے)۔

(فیض الباری شرح بخاری از علامہ انور شاہ کشمیری، جلد دوم صفحہ ۴۳۳)

امام العصر محدث کبیر قدس سرہ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ نے ترمذی شریف کی شرح میں بحث کرتے ہوئے فرمایا جس کا اقتباس یہ ہے: جمہور آئمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت اعظم القربات میں سے ہے اور اس کے لئے سفر کرنا مستحب اور باعث اجر ہے۔ حنفی علما تو اسے واجب کے قریب کہتے ہیں اور اسی طرح مالکی، حنبلی اور شافعی علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ علامہ سبکیؒ نے آئمہ

مذہب کے اقوال نقل کر کے بتایا ہے کہ یہ زیارت حضور اکرم ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے۔
 آٹھویں صدی ہجری کے مفسر اور اپنے دور کے مفتی اعظم ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم جو
 کہ شرف الدین البارزئی (متوفی ۷۳۷ھ) کے نام سے مشہور تھے۔ جب آپ سے حیات
 النبی (ﷺ) کے عقیدے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

”حضرت رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔“ استاذ ابو منصور بغدادی نے جو تمام شوافع
 کے شیخ اور استاد ہیں، نے فرمایا کہ ہمارے تمام محقق علما کا فیصلہ ہے کہ ہمارے رسول
 کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک اعمال سے خوش اور برے
 اعمال سے غمناک ہوتے ہیں۔ آپ کے دربار میں امت کا وہ درود پیش کیا جاتا ہے جو
 کوئی پڑھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم بعد رحلت نہیں گلتا اور
 زمین ان کے بدن سے کچھ بھی نہیں کھاتی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے
 میں رحلت فرما چکے ہیں مگر ہمارے رسول ﷺ نے خبر دی کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ
 السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ شب معراج آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے
 آسمان پر دیکھا اور آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے رحمت
 کائنات ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہوئے ”مرحبا ابن الصالح والنبی الصالح“ فرمایا۔ جب یہ
 عقیدہ یا دلیل صحیح طور پر ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ بھی بعد رحلت زندہ
 ہو گئے اور اب بھی آپ قبر مبارک میں زندہ تشریف فرما ہیں۔ (انبیاء الاذکیا۔ صفحہ ۸)

برصغیر کے ایک بہت بڑے محدث محمد بن علی نیوی (متوفی ۱۳۲۳ھ) گزرے
 ہیں۔ آپ نے دو جلدوں میں کتاب ”آثار السنن“ تحریر فرمائی ہے۔ اس میں ایک
 حضور رحمت کائنات ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے بیان میں ہے۔ حضرت عبداللہ
 بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی
 زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں
 روایت کیا۔ امام دارقطنی (اسم مبارک ابو الحسن علی بن عمر متوفی ۳۸۵ھ بمقام بغداد) اور
 دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے جس کی اسناد حسن ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے
 فرمایا کہ تمام انبیاء کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت تمام طاعات سے افضل
 ہے اور دریا نبوت سے قریب ہونے والے تمام وسیلوں سے بڑا وسیلہ ہے اور درجات
 آخرت حاصل کرنے کی کامیاب کوشش ہے اور واجب کے قریب ہے۔ بلکہ بعض علما نے

تو یہ بھی فرمایا ہے کہ جس آدمی میں طاقت ہو اس کے لئے تو واجب ہے اور اس کا چھوڑنا بڑی غفلت اور اپنے آپ پر بڑا ظلم ہے۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں زیارت کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا مگر میری زیارت کو نہیں آیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس روایت کو ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (بذل المجہود، جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

فقہ حنفی میں روضہ اقدس سید دو عالم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ آخری دور کے عظیم حنفی فقیہ علامہ شامی نے فرمایا: مدینہ منورہ کی زیارت ہر اس مسلمان پر واجب کے قریب ہے، جس کے پاس زاوراہ کی وسعت ہو۔ آپ نے ابن ہمام اور عارف ملا جامی رحمۃ اللہ عنہما سے یہ بھی نقل فرمایا کہ صرف حضرت نبی الہی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت کرے، وہاں پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ کی زیارت از خود ہو جائے گی۔

علامہ کمال ابن ہمام نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائے تو اس کے حضور سجدہ شکر بجالائے اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے اور جس نے سلام پیش کرنے کو کہا ہو، اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر اس کا سلام پیش کرے۔“ (فتح القدیر، جلد دوم صفحہ ۳۳۶)

فتاویٰ عالمگیری میں سلام کی ترتیب یوں ہے: پہلے سید دو عالم ﷺ کی خدمت گرامی میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت ان دونوں یاران نبی ﷺ کو وسیلہ بنا کر شفاعت کی درخواست کرے۔ (جلد اول، صفحہ ۲۱۰)

فتاویٰ عالمگیری وہ کتاب ہے جسے اورنگزیب عالمگیر نے اپنے زمانے کے پانچ سو جلیل القدر فقہا کرام کی ایک جماعت سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے والد ماجد امام الہند حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کی زیر نگرانی مرتب کرایا تھا۔ یہ کتاب پورے عالم اسلام میں مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ دیار عرب میں اس کا نام ”فتویٰ ہندیہ“ ہے۔

ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے سفر آخرت کے تین دن بعد ایک دیہاتی مسلمان آیا اور سید دو عالم ﷺ کے مزار مبارک سے چٹ کر اپنے سر پر اس کی مٹی کو ڈالتے ہوئے کہنے لگا:

یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا اور ہم نے سنا، آپ نے یاد کر لیا اور ہم نے اسے یاد رکھا، اسی کلام الہی میں یہ بھی ہے۔ (سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۴ کا ترجمہ) = اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے، اگر آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔) اس پوری آیت کو پڑھ کر اس نے کہا میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے (یعنی مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے) حاضر ہو گیا ہوں کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے بخشوا دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس کو قبر مبارک کے اندر سے ندا آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی (تفسیر قرطبی سورہ نساء، جلد اول۔ صفحہ ۲۶۵) اور بھی ایسے واقعات ہیں جو حیات النبی ﷺ کی دلیل ہیں۔

حدیث کا ترجمہ = مریم کا بیٹا ضرور آسمان سے اترے گا، وہ انصاف اور عدل والا پیشوا ہوگا، وہ دور دراز کے راستے سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لئے آئے گا اور پھر وہ ضرور میری قبر پر بھی آئے گا، مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ (رواہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر جہ الحاکم وصحیح)

مذکورہ بالا حدیث سے حسب ذیل عقائد بالکل واضح ہیں: (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے (۲) وہ دور دراز سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائیں گے (۳) پھر مدینہ منورہ آئیں گے اور حضور انور ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیں گے اور سلام کہیں گے (۴) حضور پر نور، شافع یوم النور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب دیں گے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی الثقین ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور آپ پر سلام بھیجنا بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ ”میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔“ تو اگر آپ سلام نہ سنیں گے تو جواب کس طرح دیں گے؟ ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مرحوم علامہ عبدالحمید الخلیب شیخ الحرم و سابق رکن مجلس شوریٰ حکومت سعودیہ نے فرمایا کہ: جب میں مسجد الحرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے ایک حاجی نے آکر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ کہہ

رہا تھا تو ایک عالم نے جو اپنے آپ کو نجدی ظاہر کرتا تھا، مجھے یہ کہنے سے روک دیا۔ میں نے شیخ ابن مائع اور جناب شیخ عبد الظاہر امام مسجد الحرام سے پوچھا تو دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے بھی اس کو جواب دیا کہ تمام اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ خواہ مخواہ اپنے غلط عقائد کو وہابیہ کے ساتھ خلط ملط کر کے وہابیہ کو بدنام کر رہے ہیں۔

کچھ دن بعد میں (علامہ عبد الحمید الخطیب) حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ مجھے ایک صالح اور متقی شخص نے کہا کہ میرا نام شیخ احمد ہے اور میں دربار پر انوار کا خادم ہوں۔ مجھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جو قصیدہ آپ نے حضور ﷺ کی شان میں لکھا ہے، اسے روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھیں۔“ چنانچہ میں نے اپنا وہ قصیدہ جس کا نام ”تحیۃ للحبيب“ ہے اور جو مصر میں طبع ہو چکا ہے، پڑھا۔ اس کے اشعار میں مندرجہ ذیل امور واضح ہیں:

(۱) الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ دور سے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ علمائے دیوبند کے یہاں بھی شوق و محبت صلوۃ و سلام کی صورت میں اس کا پڑھنا درست ہے (شہاب الدینین معروف بہ الشہاب از شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی قدس سرہ)۔

(۲) حضرت رسول پاک ﷺ سے محبت نماز کی طرح فرض عین ہے۔

(۳) قبر مبارک کے قریب سلام عرض کرنے والے کا سلام آپ خود سنتے ہیں اور اسے پہچانتے بھی ہیں۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جب سفر سے واپس آتے تو قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ دیکھا اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہو گیا کہ حضور نبی پاک ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

(۵) عقیدہ حیات النبی (ﷺ) اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ پورے اسلامی دور میں مسلمانوں کا اس عقیدے پر عمل رہا ہے۔ اسی وجہ سے جس نے حج کیا، اس نے مدینہ منورہ جا کر روضہ اطہر کی زیارت ضرور کی اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا سلام پیش کیا۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اس عمل پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک اس پر عمل جاری ہے۔

سچائی کی آواز بہت دُور تک جاتی ہے۔ انٹرنیٹ پر ایک سروے POLL میں تاریخ کی سب سے بااثر، عظیم اور لازوال ہستیوں میں امریکیوں نے ۸۵ فیصد وہی نام چنا ہے جسے چنا جانا چاہیے تھا، یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک۔ آپ سے محبت عین ایمان ہے۔ دانستہ یا نادانستہ طور پر دنیا مدینہ منورہ کی طرف گامزن ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب پوری دنیا حضور انور ﷺ کی قائل ہو جائے گی اور ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھ کر نجات حاصل کرے گی، ثم ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

مخوال اور اخلاذ بہر امر شرع و حفظ دیں دگر ہر وصف کش میخوای اندر مدحش انشا کن ترجمہ: حضور ﷺ کو الہی صفات سے موصوف و متصف نہ کرو کہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ اس کے علاوہ جو وصف اور نعت آپ کی شان میں کہہ سکتے ہو، کہتے رہو۔

جذبات جن کلمات نثر یا نظم میں پیش کرو جائز اور درست ہے۔ صرف اتنا خیال رہے کہ حدود ادب سے تجاوز نہ ہو اور نہ ہی شان الہی سے تقابل پیدا ہو۔ قدسی مقال علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

جان دین ہست حب رحمة اللعالمین

ترجمہ = دین کی جان حضرت رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

توسط (اعتدال) اس شریعت کی جان ہے۔ توسط، جلیل القدر علمائے دیوبند کا شعار اور طرہ امتیاز رہا ہے۔ اگر شریعت انسانی روپ دھارتی تو حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت محمود حسنؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت محمد رسول خانؒ، حضرت احمد علی لاہوریؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت عثمانیؒ، حضرت قاری طیبؒ، حضرت یوسف بنوریؒ، حضرت ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت بدیع عالم میرٹھیؒ، حضرت جیسی شکل و صورت اختیار کرنا پسند کرتی۔ یہ سب اپنے اپنے دور کے باعمل جید عالم تھے۔ حیات النبی ﷺ ان سب کا بنیادی عقیدہ تھا۔ تمام مفسرین، مجددین، فقہاء، متکلمین اور ہر صالح فکر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی شان کعبۃ اللہ، عرش و کرسی اور جنت سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے اور یہ نکل جنت الفردوس سے دنیا میں لایا گیا ہے۔ چونکہ جنت کی کسی چیز میں تغیر و تبدل

نہیں پس حضور اقدس ﷺ کے جسد مبارک میں بھی کسی قسم کا تغیر ممکن ہی نہیں، جو حیات النبی ﷺ کی ایک اور وزنی دلیل ہے۔ آپؐ جسم اطہر اور روح پاک کے ساتھ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ ”نبی اللہ حی“ (اللہ کا نبی زندہ ہے) حدیث پاک ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی و دنیادی ہے۔ وعدہ الہی کے مطابق ان پر منحصر ایک آن کے لئے موت طاری ہوتی ہے اور فوراً بعد اللہ تعالیٰ ان کو حیات ابدی کے ساتھ زندگی بخش دیتا ہے یعنی ان کی یہ حیات دنیا کی سی ہے۔ اس حیات پر وہی احکامات دنیاوی ہیں یعنی ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو نکاح حرام، نیز ان پر کوئی عدت نہیں، ان کا ترکہ نہ بانٹا جائے گا، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں، نمازیں پڑھتے، حج کرتے ہیں اور مٹی ان کو نہیں کھا سکتی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۳۴ حصہ سوم)

عصر حاضر میں عالم عرب کے مشہور مفکر الشیخ ڈاکٹر محمد علوی مالکی، ساکن مکہ مکرمہ اپنی بے مثل کتاب ”الذخائر المحمدیہ“ میں فرماتے ہیں:

علمائے امت نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل زمین کے لئے ایک ہی رات میں حضور انور ﷺ کا دیدار ممکن ہے، کیونکہ تمام عالم مثل آئینہ کے ہے اور آپؐ مثل سورج۔ اب یہ آئینے پر منحصر ہے کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا، صاف ہے یا گندا، لطیف ہے یا کثیف۔ پس شیشہ جیسا ہوگا، سورج اسی لحاظ سے اس میں چمکے گا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب ”انیس الجلیس“ میں رقم طراز ہیں کہ ”حضور اقدس ﷺ دو چیزوں سے مرکب ہیں: ایک بشریت اور دوسری ملکیت (نورانیت) چنانچہ زمین پر آپؐ بشر کے ساتھ ہیں، ہوا میں پرندوں کے ساتھ اور آسمانوں میں ملائکہ کے ساتھ۔ یہاں تک کہ ملائکہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ ہم میں سے ہیں اور ہماری جنس سے ہیں، پرندے کہتے ہیں آپؐ ہماری جنس سے ہیں اور بشر کہتے ہیں کہ نہیں وہ ہماری جنس سے ہیں۔“ یوں تو دنیا میں بے شمار بڑے لوگ (heroes) گزرے ہیں لیکن کوئی ایسا نظر

نہیں آتا جس کے کمالات کی چمک دمک، جس کے نظریات کی تابانی اور جس کی عملی قوت زندگی کے تمام شعبہ جات کا احاطہ کئے ہوئے ہو، جو زمان و مکان، قوم و نسل اور ملک کی حدود توڑ کر پوری عالم انسانیت پر پھیل گیا ہو اور اس کے لئے ایک نئے اخلاقی، روحانی، تمدنی اور سیاسی نظام کی بنا ڈالی ہو۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت تمام کمالات کی جامع ہے۔ آپؐ کی نگاہ مبارک انسان کی پوری زندگی پر پھیلی ہوئی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی

چیز، جسم کی صفائی، کھانے پینے کے آداب سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ایک ایک چیز کی بابت ہدایات فرماتے ہیں۔ ایک مستقل نئی تہذیب وجود میں لاتے ہیں اور زندگی کے تمام پہلو اور گوشوں میں ایسا صحیح توازن قائم کرتے ہیں کہ افراط و تفریط کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان رہنماؤں میں سے نہیں جنہیں تاریخ بھلا دیتی یا پرانا کر دیتی ہے۔ آپ انسانیت کے ایسے پیشوا اور رہبر ہیں جو تاریخ کے ساتھ حرکت کرتے نظر آتے ہیں اور ہر دور میں ایسے ہی جدید (modern) نظر آتے ہیں، جیسے اپنے ابتدائی دور میں تھے۔ اگر انسانیت کی منزل دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے تو اسے جس کا دامن تھامنا ہوگا، وہ صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

موت کا کچھ بھروسہ نہیں کب آجائے۔ پس فوراً بلا تاخیر ”گیٹ وے آف اسلام“ میں داخل ہو جائیے یعنی دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کے ساتھ کلمہ طیبہ کے پاکیزہ الفاظ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھیے۔ ترجمہ = نہیں ہے کوئی الہ مگر اللہ (جس کی عبادت کی جائے جس کو زندگی کا مقصد بنایا جائے) اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ دین اسلام میں داخلے کا دروازہ ہے جو ہر غیر مسلم کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے، جس میں تمام باطل چیزوں کی نفی اور حق کا اقرار ہے۔

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ بعد اسلام اگر کوئی دعویٰ کرے کہ اس پر نزول وحی اور الہام ہوتا ہے اور اس کی جماعت میں شامل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص خود پر لے درجے کا کاذب ہے (علامہ احمد قادیانی مسئلہ ثانی آنجہانی جس کی مثال ہے)۔ کامل الہام اور وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی دیگر الہام یا وحی کی غلامی حرام ہے۔ اس ایک غلامی سے باقی ہر قسم کی غلامی سے نجات مل جاتی ہے۔ پھر آنحضور ﷺ کی غلامی غلامی کہاں، وہی تو صحیح معنی میں آزادی ہے کیونکہ آپ کی نبوت کے احکامات دین فطرت کے عین مطابق ہیں اور فطرت صحیحہ انہیں از خود قبول کر لینے کے لئے بے قرار ہو جاتی ہے۔

اللہ پاک کا یہ بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرا دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (لانی بعدی)۔ ختم نبوت کے ہمارے پاس اب تک صرف علمی ثبوت تھے۔ مستقبل قریب میں ان شاء اللہ عزوجل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہو جائے گا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ جب ہی تو کوئی نیا نبی نہیں آیا۔ بلکہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف

لائے۔ پہلے دور میں آپ کی شریعت انجیل شریف تھی جب کہ نزول کے بعد آپ کی شریعت قرآن پاک ہوگی، جو پورے عالم کو محیط ہوگی اور اس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر قائم ہوگی۔ ختم نبوت کا اعلان دین مصطفیٰ ﷺ کی عزت و آبرو ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی ملت کو اس سے قوت حاصل ہوتی ہے اور وحدت ملی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ اب ہر قسم کے امتیازات باطل ہیں۔ حریت و آزادی اس قوم کے ضمیر میں سمائی ہوئی ہے۔ وہ غیر اللہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی۔

حضرت نبی آخر الزمان ﷺ کی امت آخری امت ہے، جو رنگ و نسل سے بالاتر ہے۔ جہاں ایک کالائتعداد سرخ و سفید مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ جہاں مسلمان ہونے کا مدعی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کو صرف فرزند اسلام شمار کرتا ہے (سلمان بن اسلام)۔ ہم نے ہجرت کے معانی بھی نہایت محدود کر دیئے ہیں حالانکہ ہجرت مسلمان کی زندگی کی ایک ایسی بنیاد ہے کہ جو قید اطراف اور جہات سے آزاد ہے اور فلک کی طرح (چار جہات پر ہی نہیں) شش جہات پر چھائی ہوئی ہے۔ ہمارا رشتہ کسی دوسری زمین یا دھرتی سے نہیں، نہ ہماری نسبت نسب کی پابند ہے۔ ہمارا رشتہ تو بس ایک ہی رشتہ محبت (تولائے نبی ﷺ) ہے۔ نسب کا رشتہ جسم سے ہوتا ہے، جبکہ محبت جان و روح میں سمائی ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ رشتہ سب سے مضبوط ہوتا ہے۔ مسلمان مثل موتی کے ہے جسے آب و تاب بحر رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔ شیفتگی رسول اللہ ﷺ کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ حب الہی کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت کرنے لگتا ہے۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے الہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

حضرت رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں ہر قسم کی فضیلت پنہاں ہے۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ اور مرکز اتباع سنت ہے اور تمام شر اور فسادات کا سبب شریعت مطہرہ کی مخالفت ہے۔ جس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کیا، اسے آپ کی محبت حاصل ہوگئی اور جسے یہ حاصل ہوگئی اسے سب کچھ حاصل ہو گیا اس لئے کہ منشاء الہی کا پر تو صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پس آپ کی ذات و صفات کا ہمیشہ تصور کرو اور ہر وقت آپ اور آپ کی عترت پر درود و سلام پڑھتے رہو:

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلو علیہ و آلہ

ترجمہ = آپ اپنے کمال سے انتہائی بلندیوں تک پہنچے (سفر معراج کی طرف اشارہ ہے)، آپ نے اپنے جمال سے اندھیرے دور کر دیئے، آپ کی تمام خصلتیں پیاری و پسندیدہ ہیں۔ آپ اور آپ کی آل پر درود و سلام ہو۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر من وجہک الممیر لقد نور القمر
لا یملکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ = اے صاحب جمال اور انسانوں کے سردار! آپ کے نورانی چہرے سے چاند کو روشنی بخشی گئی۔ جیسا کہ آپ کی تعریف کا حق ہے ایسی تعریف ممکن نہیں۔ اللہ پاک کے بعد آپ ہی سب سے بڑے ہیں۔ مختصر بات تو یہ ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
ترجمہ = غالب فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی تعریف اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ ذات پاک ہی آپ کے مرتبے کی شناسا ہے۔

آخر میں بعد حمد و ثناء اور درود لا محدود و سلام برسید انام ﷺ دعا کرتا ہوں اللہ پاک ہمیں عقل سلیم اور فہم حمید عطا فرما، ہم حق و باطل میں تمیز کرنے والے بن جائیں، ہمیں تنگ نظری، بدعات، جہالت اور گمراہی سے نجات دلا دے، ہمیں وسعت نظر عطا فرما، دوست اور دشمن میں تمیز عطا فرما، علمائے سوا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنا اُلوسیدھا کرنے والے عناصر کو ہدایت عطا فرما، ہم تیرے دین کے بچے اور سچے خادم بن جائیں۔ ہمیں حضور نبی آخر الزمان ﷺ کی ایسی کامل اتباع نصیب فرما جس پر آپ ہم سے راضی ہو جائیں۔ عالم اسلام کو متحد کر دے، عالم اسلام کو دشمنان اسلام پر غلبہ عطا فرما، عالم اسلام کی غیبی نصرت و مدد فرما، پرچم اسلام کو پوری دنیا پر لہرا دے، اسلام کی حقانیت کے ڈنکے بجا دے، اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کر دے، دنیا میں اسلامی انقلاب آجائے، ہم حضور نبی پاک ﷺ کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں، پوری امت مسلمہ کی مغفرت فرما دے، ہم سب کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ ان کتب میں جو خامیاں اور کوتاہیاں رہ گئی ہوں ان کو معاف فرما دے اور ان کے تمام قدردانوں کو اس زمرہ میں شامل کر دے جن کی کل روز قیامت تو بغیر حساب کتاب بخشش فرمائے گا۔

اے اللہ میں تجھ سے وہ تمام خیر طلب کرتا ہوں جس کی حضور نبی اکرم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اور ان تمام شرور سے پناہ مانگتا ہوں جن سے آپ پناہ مانگا کرتے تھے۔
اے اللہ مجھے ایسا بنادے جو تجھے اور تیرے حبیب پاک ﷺ کو پسند ہو اور اپنی اور اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کی محبت سے میرے سینے کو معمور اور منور فرمادے۔

وے دعا کو میری وہ مرتبہ حسن قبول کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ و زینت فرشہ افضل
الانبياء والمرسلین حبیبنا و سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد و علی اللہ واصحابہ
واہل بیتہ وازواجہ و ذریتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

احقر العباد

محمد عبد المجید صدیقی

مورخہ ۲۳ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ

مطابق ۱۴ اگست ۲۰۰۱ء اسلام آباد

۱۱۴ واقعات ”زیارت رسول ﷺ بحالت بیداری“

۱۔ ایک روز بعد نماز مغرب حضور پیر و مرشد (مجتہد زماں، مجددِ دوراں، حضرت مولانا سید عبدالقادر شمس القادری المعروف سید شاہ مرشد علی القادری الحسینی والحسینی البغدادی اصلاً والمیدن پوری مولداً ومدفنًا، جن کا شمار بنگال کے عظیم ترین بزرگوں میں ہوتا ہے) کی خانقاہ شریف میں محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں پیر سٹریوسف علیؒ نے بھی شرکت کی۔ فرماتے ہیں کہ جب میلاد خوانوں نے پڑھنا شروع کیا تو یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لقمہ و دو ق میدان ہے۔ جہاں میں بیٹھا ہوں نہ مسجد نظر آتی ہے اور نہ اہل محفل نظر آتے ہیں، صرف میلاد خوانوں کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے اور وہ بھی بدلی ہوئی یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چارپانچ برس کے بچے کچھ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد دیکھا کہ ایک مرصع تخت پر حضور اقدس ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے ہمراہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی ہیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ تخت آنحضرت ﷺ کو لے کر اس قدر بلندی پر پہنچ گیا کہ ان ستاروں سے جن کی روشنی لاکھوں برس میں زمین تک پہنچتی ہے، ان سے بھی پرے نکل گیا۔ برابر اسی طرح اوپر کی طرف چڑھتا رہا یہاں تک کہ ثوابت و سیاروں کے سلسلے سے بھی اس قدر زیادہ بلند ہو گیا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ تخت جس قدر بلند ہوتا جاتا تھا، میری نظر بھی اسی قدر تیز ہوتی جاتی تھی اس لئے میں ان دونوں بزرگ ہستیوں کو برابر اسی طرح دیکھ رہا تھا جس طرح پہلے دنیا کے میدان میں بہت ہی قریب سے دیکھا تھا۔ یہ خواب کی طرح نہ تھا۔ پیر سٹر صاحب اس واقعہ سے قبل معراج شریف کو صرف روحانی سمجھتے تھے لیکن اب ان کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کو روحانی نہیں بلکہ جسمانی معراج شریف حاصل ہوئی تھی۔ پیر سٹر صاحب حضور پیر و مرشد کے جلیل القدر مرید تھے۔

(تذکرۃ المولوی، حصہ دوم، صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۹)

مولای صل وسلم و اعما ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۲۔ ۱۹۷۱ء میں مولانا عبدالرحمن (بنگالی) نے بتایا کہ چند سال قبل میرے ایک دوست مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضر ہوئے۔ نماز عشاء کے بعد ان کے دل و دماغ پر یہ خواہش چھا گئی کہ وہ رات روضہ اطہر ہی میں گزاریں۔ مگر یہ ممکن نہ تھا کیونکہ رات کو مسجد نبوی ﷺ سے سب کو نکال کر باہر سے دروازے مقفل کر دیئے جاتے ہیں اور یہ طریقہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ لیکن وہ صاحب کسی نہ کسی

طرح محافطین کی نگاہوں سے چھپنے میں کامیاب ہو گئے۔ محافطین دروازے مقفل کر کے جب چلے گئے تو یہ نوافل میں مشغول ہو گئے۔ آدھی رات کو فطری تقاضے نے انہیں مجبور کرنا شروع کر دیا۔ یہ اتنے مجبور ہو گئے کہ ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے دروازے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ شاید کوئی دروازہ کھلا مل جائے تو یہ جلد از جلد باہر نکل جائیں، لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی۔ جب انتہائی مجبوری کا عالم تھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بزرگ عربی لباس میں ملبوس کہیں سے نمودار ہوئے اور ان کو نزدیک ترین دروازے کے پاس لے گئے۔ اس پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا۔ انہوں نے ان صاحب کو اشارہ کیا کہ وہ باہر تشریف لے جائیں۔ اس طرح غیبی امداد سے ان کو اس مشکل سے رہائی ملی۔

مولانا نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ چونکہ مشکل حالات میں مدد کرنا حضور اقدس ﷺ کی نمایاں صفت ہے، لامحالہ آپ ہی نے نمودار ہو کر اپنے ایک فدائی اُمتی کی مدد فرمائی تھی۔ میں نے اپنے دوست کی آنکھوں کو بوسہ دیا جو بحالت بیداری حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئی تھیں اور اس سعادت پر انہیں بہت مبارک باد پیش کی۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی، حصہ چہارم، صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۰)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۔ ایک بزرگ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دیدار بیداری میں کیا کرتے تھے اور فاس میں بیٹھے ہوئے مدینہ منورہ کی خوشبو سونگھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے گئے اور زیارت روضہ رسول (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً) کے لئے بھی پہنچے تو ان کی حالت غیر ہو گئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) میں نہیں چاہتا کہ آپ کے پاس پہنچ کر فاس واپس جاؤں۔ اس پر حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے آواز آئی ”اگر میں قبر کے اندر بند ہوں تب تو جو آئے یہیں رہ پڑے اور اگر میں اُمت کے ساتھ ہوں جہاں کہیں بھی وہ ہو، تو تمہیں اپنے وطن واپس چلے جانا چاہیے۔“ یہ سن کر وہ بزرگ اپنے وطن لوٹ گئے۔ (ابریز کا اردو ترجمہ خزینہ معارف، حصہ دوم صفحہ ۴۴۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۴۔ جناب منیر حسین ہاشمی (ملتان) بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ نے خاک شفاء لانے کے لئے فرمایا تھا۔ میں نے ایک پاکستانی واقف کار سے کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ خاک شفاء تو دستیاب نہیں البتہ سرکار (ﷺ) کے روضہ اطہر کے اندر کی مقدس و مطہر

خاک پاک فراہم کر دوں گا۔ میں سخت مضطرب تھا کہ جدائی کا وقت سر پر آ گیا ہے مگر وہ ابھی تک نہیں آیا۔ عالم اضطراب میں بار بار میں شعر پڑھ رہا تھا:

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں

میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

اچانک ایک حسین و جمیل پیکر جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، پیچھے سے میرا کندھا ہلا کر پوچھنے لگا کہ آپ نے روضہ مبارک کی خاک پاک طلب کی تھی۔ میں نے مجسم اشتیاق ہو کر اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے معاً میرے ہاتھ پر خاک پاک ڈال دی اور فوراً ہی روپوش ہو گئے۔ میں نے مڑ کر دیکھنے کی جسارت کی مگر وہ تشریف لے جا چکے تھے۔ گنبد حفصا (علی صاحبہ صلوٰۃ و سلاماً) پر الوداعی سلام کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

(صفحہ ۳۵۳۔ مجلہ ”اوج“ کائنات نمبر، جلد دوم ۹۲-۱۹۹۲ء گورنمنٹ کالج شاہدرہ۔ لاہور)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۔ حکیم الامت، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ”الابقا“ میں بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول کانپوریؒ (یوپی، بھارت) ”رسول نما“ کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ آپ کی یہ کرامت تھی کہ ہر شخص کو بیداری میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی زیارت کرا دیا کرتے تھے۔ ”مواعظ اشرفیہ“ کئی دبیر جلدوں میں ”الابقا“ کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مواعظ اس قدر روح پرور اور دل و دماغ کو روشن کر دینے والے ہیں کہ ان کی اشاعت بکثرت ہونی چاہیے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۔ حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث اواخر ماہ ربیع الاول ۱۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے اور وہیں حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے دست حق پرست پر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔

ایک روز شاہ ابوسعیدؒ نے آپ سے فرمایا کہ میرے ساتھ مواجہہ شریف میں مراقب بیٹھو۔ بیٹھے تو دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ حجرہ شریف سے برآمد ہو رہے ہیں۔ اولاً دونوں کتف مبارک دکھائی دیئے، پھر پورا جسم اطہر اور آپ کے مقابل متبسم تشریف فرما ہوئے۔ شاہ صاحبؒ نے دریافت فرمایا تم نے زیارت کی۔ وہیں حاجی صاحبؒ نے عربی کے ۱۲ اشعار مدح حضرت رسول اللہ ﷺ میں فی البدیہہ کہے۔

(تذکرہ مشاہیر کاکوری از جناب مولانا حافظ محمد علی حیدر علوی کاکوروی، صفحہ ۵۸۲۵۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

۷۔ سید محمود کردی قادری شیفانی اپنی کتاب ”الہدایات الصالحات“ میں فرماتے ہیں۔۔۔ میں بیدار ہوا تو میرے رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ میں مواجہہ شریف کی طرف گیا تو میں نے حجرہ مبارک کے اندر سے حضور اقدس ﷺ کی آواز میں ایسی ایسی بشارتیں سنیں جن کا ذکر میں عوام کے سامنے نہیں کر سکتا۔

آگے لکھتے ہیں کہ میں نے بحالت بیداری مواجہہ شریف کے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے کھڑے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے سلام کا جواب سنا اور مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اہل اسلام کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

۸۔ جناب ڈاکٹر مقبول الہی ایم اے۔ پی ایچ ڈی نے شاہ حسین لاہوری کی کافوں کا اردو منظوم ترجمہ ”کہے حسین فقیر“ کے عنوان سے کیا ہے، جس کی کتابت جناب محمد عارف گورداسپوری نے کی ہے۔ اُس وقت آریہ محلہ، راولپنڈی میں رہائش پذیر تھے۔ عارف تخلص ہے، پابند صوم و صلوة ہیں۔ حال ہی میں ٹیلی ویژن مرکز، اسلام آباد سے بطور کاتب سبکدوش ہوئے ہیں۔ عمرے پر جانے کے لئے بے تاب تھے اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن بات چل نکلی کہ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس کسی کو حضور ختمی مرتبت ﷺ بحالت خواب زیارت کا شرف بخشے ہیں، اسے بحالت بیداری بھی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ اس پر عارف صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ اس وقت تک مجھے بارہ مرتبہ حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہو چکی ہے مگر ایک مرتبہ بھی بحالت بیداری زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ میرے نانا جو قلعہ گوجرانگہ، لاہور میں بالائی منزل کے ایک کمرے میں تن تنہا رہائش پذیر تھے، انہیں یہ سعادت کئی بار نصیب ہوئی تھی (اس گفتگو کو اندازاً پندرہ سال تو ہو چکے ہوں گے)۔

(سیرت النبی بعد از وصال النبی، حصہ چہارم۔ صفحہ ۲۳۶)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

۹۔ حضرت شاہ محمد معصوم اولیٰ صدیقی کا کوردی کے تمام علوم وہی تھے۔ جب عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو آپ کو حضور اقدس ﷺ اور خلفاء بعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت ہوئی اس طور پر کہ سب کو ایک بلند مقام پر دیکھا۔ عرض کیا کہ میں کس طرح حاضر ہوں؟

فوراً حضرت رسول اللہ ﷺ نے تھوڑی سی گھاس نیچے ڈال دی اور ارشاد فرمایا کہ ”اس پر چلے آؤ۔“ چنانچہ آپ پہنچ گئے اور اچھی طرح زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد سے طلب حق پیدا ہو گئی۔ آپ کو بیعت بہ طریق اویسی حضرت رسول اللہ ﷺ سے حاصل تھی اور اسی طریقے پر مرید کرتے تھے۔ بزرگانِ معاصرین آپ کو ابدال کہتے تھے۔ ۲۸ جمادی الاول ۱۶۲ھ شب پنج شنبہ وصال فرمایا۔ مزار مبارک لکھنؤ، محلہ سرائے معالی خان میں ہے۔ (تذکرہ مشاہیر کاکوری، صفحہ ۳۷۸-۱۹۲۷ء میں لکھنؤ میں شائع ہوئی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۔ حضرت میاں سید علی ثانی شیرازیؒ سید جلال بخاریؒ کے صاحبزادے تھے۔ مدینہ منورہ روضہ اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو ساکنانِ حرم نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں سید ہوں۔ انہوں نے کہا: سید سرخ سفید ہوتا ہے سیاہ فام نہیں ہوتا۔ اس پر آپ نے فرمایا: مجھے کچھ خبر نہیں مگر لوگ مجھے سید کہتے ہیں۔ خادموں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا جب تک آپ کے سید ہونے کی گواہی روضہ مبارک سے نہ سن لیں گے، ہم چھوڑیں گے نہیں۔ پس آپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر میں سچا ہوں تو مجھے ان لوگوں سے رہائی دلائیے اور اگر جھوٹا ہوں تو تنبیہ کیجیے کہ آئندہ پھر کبھی میں سید ہونے کا دعویٰ نہ کروں۔ فوراً روضہ انور سے ندا آئی کہ ”یہ میری اولاد اور سید ہے۔“ جس کسی کے کان میں یہ آواز پہنچی ذوق و شوق سے مدہوش ہو گیا اور جنہوں نے اعتراض کیا تھا، انہوں نے قدموں پر گر کر معافی مانگی اور آپ کے مطیع ہوئے۔

(تذکرہ صوفیائے سندھ از اعجاز الحق قدوسی۔ صفحہ ۱۰۵)

ایک مدت بعد پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حسب سابق خادمانِ حرم آپ کے پیچھے پڑ گئے کہ وہ ندا سنوا دیجیے۔ آپ نے عذر کیا کہ شاید مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا ہو، پس اس خطاب سے مشرف نہ ہوں اور اس طرح عظمت سابقہ بھی ہاتھ سے چلی جائے، مگر لوگ نہ مانے۔ آخر آپ نے التجا کی اور حسب سابق پھر اسی خطاب سے مشرف ہوئے۔ ۹۷۱ھ میں وصال فرمایا۔ مزار قبرستان مکلی، ٹھٹھہ (سندھ) میں ہے جو بارہ میل میں پھیلا ہوا ہے اور جس میں سوا لاکھ اولیاء اللہ مدفون ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۱۔ حضرت السید یحییٰ الحسینی المصریؒ قدس سرہ ہر وقت با وضو رہتے تھے اور زبان ہر وقت ذکر سے تر رہتی تھی۔ آپ کی شخصیت خود گواہی دیتی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے

ولی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور سرہر کائنات ﷺ کی عالم بیداری میں بارہا زیارت کی ہے۔ ۱۰۱۵ھ میں وصال فرمایا اور صحرا میں دفن کئے گئے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عیسیٰ کو والد کے انتقال کا جوں ہی علم ہوا تو آپ انہیں مصر لے آئے اور ”قراۃ الکبریٰ“ میں دفن کیا۔ جب مصر لائے گئے تو جسم میں کوئی تغیر و تبدل نہ تھا اور وہ بالکل اپنی اصلی حالت میں تھا۔ (جامع کرامات اولیاء جلد سوم از علامہ محمد یوسف مہمانی۔ صفحہ ۷۴۲ تا ۷۴۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۲۔ حضرت السید منصور الحلی قدس سرہ سید محمد الحنفی کے بزرگ خلیفہ تھے۔ جناب شیخ حسن شمتہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد محترم عارف حنفی قدس سرہ سے سنا کہ سید منصور حلی قدس سرہ حضور اقدس ﷺ کے محبوب تھے۔ شیخ حسن مذکور فرماتے ہیں کہ وہ اس وجہ سے حضور ﷺ کے محبوب تھے کہ کسی حال میں بھی خواہ جاگتے ہوں یا سوئے ہوں، حضور انور ﷺ کی نگاہ اقدس سے پردے میں نہ ہوتے تھے۔ میں جب بھی ان کے پاس بیٹھتا تو اس طرح بیٹھتا کہ حضرت امام الانبیاء ﷺ سامنے موجود ہوں۔ تصوف کے موضوع پر شیخ موصوف کی کئی تصانیف بھی ہیں۔

(جامع کرامات اولیاء جلد سوم، صفحہ ۶۷۳۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۳۔ حضرت شیخ مسعود راوی بلاد فارس کے رہنے والے تھے۔ شیعہ حضرت رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ کا طریقہ تھا کہ ہر روز علی الصبح اس جگہ جاتے، جہاں مزدور بیٹھتے تھے اور وہاں سے لوگ ان کو اپنے مکان کی تعمیر وغیرہ کے لئے لے آتے تھے۔ حضرت شیخ انہیں اپنے ہمراہ لاتے اور اچھی طرح بٹھا کر فرماتے درود شریف پڑھو اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر درود پاک پڑھتے۔ شام کو مزدوروں کے رخصت ہونے کے وقت جیسے کام کروانے والے مزدوروں سے کہتے ہیں کہ تھوڑا سا کام اور کر لو۔“ اسی طرح آپ ان سے کہتے اور پھر سب کو ان کی پوری پوری مزدوری دے کر رخصت کرتے۔ خلوص و محبت کے اس عمل کا یہ فیضان تھا کہ آپ کو بحالت بیداری حضرت امام الانبیاء ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل تھا۔ (کنوز الاسرار)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۴۔ شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ ”شرح صلاۃ الفوٹ البیلانی“ میں رقمطراز ہیں کہ ۱۲۰۵ھ میں مدینہ طیبہ میں میری ملاقات حضرت شیخ محمود کردی قدس سرہ سے ہوئی۔

میں نے آپ کو اپنے گھر دعوت دی۔ آپ تشریف لائے۔ میں نے آپ کی خدمت اور احترام و اکرام میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ آپ نے مجھے بتایا کہ کئی مرتبہ بحالت بیداری حضور اقدس ﷺ کی ملاقات کا شرف رکھتا ہوں۔ میں نے اس بات کی یوں تصدیق کی کہ آپ سے میں نے اس کی سچائی پر بہت سی علامات کا مشاہدہ کیا۔

میں نے حضرت شیخ محمود کردی قدس سرہ کی کتاب "الہا قیات الصالحات" میں لکھا دیکھا کہ جب وہ حضرت سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں مواہبہ شریف پہنچے اور سلام عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا جسے بلا شک و شبہ انہوں نے سنا۔

مولای صل وسلم وامنما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۵۔ حضرت نفیم الموطی صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کو "نفیم الکاشف" کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کے مکاشفات بہت زیادہ تھے۔ مصر کے شہر "منازل نفیم" کے باشندے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے برائے آزمائش آپ کی دعوت کی اور دودھ میں چاول ڈال کر پیش کئے۔ آپ نے یہ کھانا دیکھ کر کہا: اسے اٹھا لو، فقراً اس قسم کا کھانا نہیں کھاتے۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ تو نے انہیں کیا گے دودھ میں پکایا ہے۔ یہ سن کر اس نے اعتراف کیا، معافی مانگی اور توبہ کی۔ آپ بیداری میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ کی کرامات بکثرت ہیں۔

۹۵۰ھ کے لگ بھگ وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیاء علوم، ص ۵۳۸ تا ۵۳۹)

مولای صل وسلم وامنما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۶۔ حضرت علی بن محمد بن حسین الحبشی باعلوی قدس سرہ سادات خاندان کے عظیم بزرگ حضرت موت کے شہر سیون میں مقیم تھے۔ مشہور ولی اور بہت بڑے عالم دین تھے۔ آپ کو اپنے جد امجد حضرت سرور کائنات ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ زیادہ تر وقت آپ کی مدح، ذکر اور آپ پر صلوة و سلام میں بسر ہوتا تھا۔ آپ بیداری میں جناب نبی کریم ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔

(جامع کرامات اولیاء علوم، ص ۳۸۳)

مولای صل وسلم وامنما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۷۔ حضرت الشیخ علی بن عبدالبر الوتائی الشافعی قدس سرہ قاہرہ میں ۷۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے اولیاء کرام میں سب سے آگے تھے۔ صاحب عبادت، مجاہدات اور کشف و کرامات تھے۔ حضور ﷺ کی خواب میں بکثرت زیارت کرنے والی شخصیت

تھے۔ دو مرتبہ آپ نے حضور انور ﷺ کو بحالت بیداری دیکھا جن میں سے ایک مرتبہ اس وقت زیارت ہوئی جب آپ سورہ طہ پڑھ رہے تھے۔ آپ کو حکم ملا کہ تمہاری موت مدینہ منورہ میں ہوگی۔ پس حج کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے، پھر وہیں رہے یہاں تک کہ ۱۲۱۱ھ میں وہیں وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۸۔ حضرت علوی بن علوی بن محمد الشہر بخالی قسم قدس سرہ اپنے دور کے امام اور شریعت و طریقت و حقیقت میں یکتا تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ مشکل امور کے بارے میں سوال کرتے تو حضور اکرم ﷺ واضح جواب عطا فرمایا کرتے تھے۔ نماز کے دوران تشہد میں یا اس کے علاوہ جب بھی آپ ”السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہتے تو اپنے کانوں سے سرکارِ دو عالم ﷺ کا واضح جواب سنتے ”وعلیک السلام یا شیخ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ ۵۲ھ میں ترمیم میں وصال فرمایا۔

(جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۹۔ مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنی نے فرمایا کہ ایک شخص حافظ عبدالرحمن میرے پاس آیا اور کہا کہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مرید ہوں، ان کا وصال ہو چکا ہے، آپ مجھے بیعت کر لیں۔ میں نے بیعت کر لیا۔ ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گیا۔ زیارت کے بعد واپس ہوا۔ حافظ عبدالرحمن میرے ہمراہ تھا، وہ کبھی ادھر دیکھتا کبھی ادھر۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور ﷺ کے بہت مشابہ (ہم شکل) ہیں۔ میں نے کہا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ کہنے لگا: وہ ہمارے ساتھ ہیں، ایک جانب حضرت رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسری جانب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مکان پر پہنچنے تک حافظ عبدالرحمن کی یہی کیفیت رہی۔ پھر وہ مسجد نبوی ﷺ چلا گیا۔ وہاں سے واپس آکر اس نے مجھ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ ”مولانا سے کہنا لوگوں کی باتوں سے نہ ڈرے، اپنے کام میں لگا رہے اور آپ کے مکان پر ”المنزّل القشبدیہ مظہر الانوار الحمدیہ“ جو لکھا ہوا ہے، وہ ہم نے اپنی انگلی (مبارک) سے لکھا ہے۔“ (انوار غفور یہ مدنیہ یعنی ملفوظات مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنی۔ صفحہ ۹۰ تا ۹۱۔ صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۲۰۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور کتاب ”فیوض الحرمین“ میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضور اقدس ﷺ سے جو سوالات کئے ہیں، ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اگر کوئی ایک مذہب (فقہ) کا متبع نہ ہو تو حضور اقدس ﷺ اس سے ناراض نہیں ہیں مگر جو شخص دین میں اختلاف، لوگوں میں جنگ و جدل اور باہمی فساد کا موجب ہو تو یہ امر آپؐ کی بہت سخت ناراضگی اور خفگی کا باعث ہے۔ (صفحہ ۹۱)

حضور اقدس ﷺ نے مجھے بتایا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپؐ سے مدد کی درخواست کروں اور کس طرح آپؐ اس شخص کو جواب دیتے ہیں جو آپؐ پر درود بھیجے اور جو شخص آپؐ کی مدح و تعریف میں کوشش اور الحاح کرے، اس سے آپؐ کس طرح خوش ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپؐ ظاہری طور پر فیض صحبت پہنچانے والے ہیں۔ (فیوض الحرمین کا اردو ترجمہ صفحہ ۸۶ اور ۸۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۲۱۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کامل ولی تھے۔ آپؒ کی کاوش سے ہزار ہا کفار مسلمان ہوئے، بالخصوص کشمیر میں۔ آپؒ نے ۱۴۰۰ کامل اولیاء سے فیض حاصل کیا۔ دنیا کو مستفیض کرنے کے لئے آپؒ نے ان اوراد کو کتابی صورت میں مرتب کر کے اس کا نام ”اورادِ فتیہ“ رکھا۔ دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی کے لئے اس کا ورد کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی آپؒ کی کئی تصانیف ہیں مثلاً اسرار یہ، فصوص الحکم وغیرہ۔

اسرار یہ میں لکھا ہے کہ جب میں مدینہ منورہ پہنچا اور روضہ اقدس (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاما) کے سامنے ہو کر سلام عرض کیا تو جواب سلام سے مشرف ہوا۔ اسی اثناء میں غنودگی طاری ہو گئی (نہ پوری طرح جاگ رہا تھا نہ پوری طرح سو رہا تھا) تو دیکھا کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں رونق افروز ہیں جہاں کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ میں نے سلام کیا تو سلام کا جواب عنایت فرما کر ایک بڑا سا کاغذ مجھے عطا فرمایا۔ اس میں وہی کلمات جو ۱۴۰۰ کامل اولیاء سے مجھے ملے تھے، بالترتیب تحریر تھے۔ دل میں خیال آیا انہیں بالجہر پڑھنا چاہیے یا خفی۔ اسی حالت میں دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت مدور حلقہ میں (گول دائرہ میں) کمال خوش الحانی سے یہی اوراد پڑھ رہی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا: ”اس طرز سے پڑھنا چاہیے۔“ اس دن سے میں نے ان اوراد کو خوش الحانی کے ساتھ بالجہر (بلند آواز سے) پڑھنا شروع کر دیا۔

”اور اوفتحیہ“ کا جو نسخہ میاں شیر محمد شرقپوری نے اپنے مرید خاص حاجی ڈاکٹر نواب الدین مرحوم و مغفور کو عنایت فرمایا تھا، اسے ان کے سب سے بڑے صاحبزادے جناب چوہدری مظفر حسین، ایم اے نے فرینڈز کالونی، ملتان روڈ، لاہور سے شائع کرایا ہے۔
 مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۲۲۔ حضرت السید عقیف الدین عبد اللہ بن ابراہیم الکمر غنی الحسینی المکی الطالقی الحنفی دس سرہ کا لقب ”محبوب“ تھا۔ آپ کا شمار اکابر اولیاء، عارفین اور علماء کاملین میں تھا۔ آپ اولیٰ تھے اور حضرت سرور کائنات ﷺ سے براہ راست کسب فیض کرتے تھے۔ آپ کی یہ بہت عظیم کرامت تھی۔ مختلف علوم میں آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۲۰۷ھ میں وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیاء اردو ترجمہ جلد سوم، صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
 ۲۳۔ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن عبد الرحمن العیدروس قدس سرہ اولیاء عارفین کے امام تھے۔ صاحب مناقب اور کرامات کے لئے مشہور تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ خوش نصیب ہوں جسے خود امام الانبیاء ﷺ نے حلوہ کھلایا۔ آپ میرے غریب خانے پر تشریف فرما ہوئے، آپ کے پاس حلوہ تھا، جو مجھے کھلایا اور میری پریشانی فوراً دور ہو گئی۔ ۸۶۵ھ میں وصال فرمایا۔ زنبیل نامی مقبرے میں ”تریم“ میں مدفون ہیں۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ (جامع کرامات اولیاء جلد سوم، صفحہ ۱۵۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
 ۲۴۔ حضرت عبد القادر بن حبیب الصفدی قدس سرہ بہت بڑے ولی، امام، شیخ اور قصیدہ تائیہ کے مصنف ہوئے ہیں۔ آپ نے صفد میں ۹۱۵ھ میں وصال فرمایا۔ سیدی علوان حموی نے قصیدہ تائیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر بن حبیب ایسے ولی تھے جنہیں بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل تھا، جو ولایت کبریٰ کے اعلیٰ درجات میں سے ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
 ۲۵۔ حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تعلیم و تعلم کا ایک ذریعہ خواب کو بھی قرار دیا ہے جس پر اپنی مشہور کتاب ”الفوز الکبیر“ میں مدلل بحث کی ہے۔ آپ نے بالشافعہ اور عالم خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنیں اور بعض کی اصلاح فرمائی، جنہیں رسالے کی صورت میں مرتب فرما کر ”ذرّ ثمین“ نام رکھا۔ اس

میں سے ایک حدیث کو درج کیا جاتا ہے:

شاہ صاحبؒ بالسنہ شیخ محمد بن الرحمن شارح مختصر الخلیل کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم شیخ عارف باللہ عبدالمعطیٰ تونسلیؒ کے ہمراہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے چلے۔ جب روضہ اطہر کے قریب پہنچے تو شیخ عبدالمعطیٰؒ کو دیکھا کہ چند قدم چلتے اور پھر رُک جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کے روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کچھ ایسا کلام کیا جسے ہم نہ سمجھے۔ جب واپس ہوئے تو میں نے ان سے بار بار رُک جانے کی وجہ دریافت کی؟

جواب میں انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہتا تھا۔ جب آپؐ فرماتے تھے تو میں کچھ آگے بڑھ کر رُک جاتا تھا یہاں تک کہ آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! امام بخاریؒ اپنی صحیح (بخاری) میں جو کچھ آپؐ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ سب صحیح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”صحیح ہے۔“ میں نے عرض کیا: صحیح بخاری کو آپؐ سے روایت کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ”مجھ سے روایت کرو۔“

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالمعطیٰؒ نے شیخ محمد بن خطاب کو روایت بخاری کی اجازت دی اور اسی طرح ہر استاد نے اپنے شاگرد کو اجازت دی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نہ صرف برصغیر کے محسن عظیم ہیں بلکہ آپؒ کی علمی و روحانی برکات کا دائرہ تمام ممالک اسلامیہ تک وسیع ہے۔ آپؒ نے سب سے پہلے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ”حجۃ اللہ البالغہ“ جیسی پر از حکمت اسلامیہ کتاب تحریر فرمائی جو خرطوم یونیورسٹی (سوڈان) تک میں پڑھائی جاتی ہے۔ ”دُرّ ثمن“ ”فیوض الحرمین“ اور ”حجۃ اللہ البالغہ“ اکابر علمائے دیوبند (یوپی، بھارت) کے یہاں مستند اور معتبر کتب ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی یابست حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی نے فرمایا: مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کی سیر مثل کف دست کرائی مگر میں نے اپنے زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۶۔ یوں تو سرزمین سندھ اور خصوصاً مکھی ٹھٹھہ اللہ والوں سے بھری پڑی ہے مگر اس کی خواہش تھی کہ ایسی مقبول ہستی تشریف لائے جو صل نہ ہونے والے مسائل پر اور راست دربار رسول (ﷺ) میں پیش کر کے حل کرادیا کرے تو اللہ تعالیٰ نے صحابی بابا کی صورت میں اس کی یہ تمنا پوری کر دی۔ اسم گرامی سید عبد اللہ شاہ بغدادی ہے۔

صحابی لقب ہونے کی وجہ سے مشہور حضرت سید عبد اللہ شاہ صحابی ہیں۔ صحابی بابا کا لفظ سننے ہی ذہن آپ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے چودھویں پشت میں جا ملتے ہیں۔ آپ کو سید دو عالم ﷺ کا خاص قرب حاصل تھا۔ جس مسئلے کی تحقیق مطلوب ہوتی، جس حدیث شریف کی تصحیح کی ضرورت ہوتی آپ جناب رحمت دو عالم ﷺ سے بالمشافہ عرض کر کے تحقیق فرماتے اور تصحیح کر لیتے تھے۔ سندھ کی تمام تاریخی کتب میں متفقہ طور پر یہ بیان ہے کہ آپ نے ۹۲۷ھ میں بغداد شریف سے گجرات کے راستے سرزمین سندھ میں قدم رکھا تھا۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۲۷۔ ایک دن شیخ نجم الدین صفاہانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کے لئے گئے۔ خطیرہ مقدسہ کے اندر نہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص اٹھا کہ اندر زیارت کے واسطے جائے مگر شیخ نے اس کو منع کیا اور فرمایا: مت جاؤ کہ حضور سید کائنات افضل موجودات ﷺ اندر ہیں۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو حضرت شیخ حضور انور ﷺ کے قدموں میں گر گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے نجم الدین تجھ کو میں ایک دعا سکھاؤں کہ جس کو تو پڑھے تو اس کی برکت سے اللہ کا محبوب بن جائے۔ شیخ نے اس دعا کو سیکھ لیا اور اپنے مریدوں کو بھی سکھائی۔

(الدار المنظوم فی ترجمہ ملفوظ الحمد دوم۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۹۱ تا ۸۹۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۲۸۔ دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی بزرگ حضرت حاجی سید محمد عابد قدس سرہ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے فرمایا کہ ایک بات کہتا ہوں، جسے میری زندگی میں ظاہر نہ کرنا۔ میں نے حالت بیداری میں حرم مکہ مکرمہ میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے۔ (مشائخ دیوبند صفحہ ۱۸۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۲۹۔ مولانا حبیب اللہ بیجا پوری (بیجا پور، بھارت) کئی مرتبہ مدینہ منورہ گئے اور حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے ایک طویل قصیدہ بھی کہا جس میں ایک شعر اس معنی کا ہے: میں نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت بحالت بیداری کی اور آپ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا شرف عطا فرمایا۔ مولانا کا انتقال ۱۰۳۱ھ میں ہوا۔ (نزہۃ الخواطر، جلد ۵۔ صفحہ ۱۲۷)

۳۰۔ سیدی و مرشدی (حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی عرف بابو جی قدس سرہ) نے مجھ (السید احمد مختار العطاس المدنی) سے استفسار فرمایا ہے کہ ”محبوب الرسول“ کا خطاب عالم رویا میں یا عالم بیداری میں عنایت فرمایا گیا ہے؟ سیدی اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۷ رجب ۱۳۶۵ھ کو میں روضہ مبارک پر حاضر ہوا تھا کہ آپ کی نیابت میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کروں۔ میں روضہ نبویہ کے سامنے کمال عجز اور خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش رسول کریم ﷺ مجھے اپنے مشاہدے سے نوازیں اور اپنی مبارک آواز سنائیں لیکن میں نے اپنے آپ کو اس عظمت کے لئے بہت حقیر اور چھوٹا سمجھا۔ اس وقت مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں کاپٹنے لگا۔ اچانک میں نے حضرت رسول پاک ﷺ کو دیکھا۔ آپ کے ہمراہ پانچ اشخاص تھے، جنہیں میں نہیں جانتا۔ تھوڑے فاصلہ پر بائیں جانب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے تھے۔ اچانک اے میرے سید آپ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی طرف سے آئے اور حضرت ابو عبیدہ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ”اے عامریہ میرا محبوب ہے“ اور آپ کی جانب اشارہ فرمایا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے تو آپ بھی ان کے پیچھے روضہ اطہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ اس وقت جو لوگ وہاں بیٹھے تھے، وہ سب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے آپ سے مصافحہ کیا اور پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت حضرت رسول پاک ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میری جانب اشارہ فرمایا۔ کافی دنوں تک یہ منظر میری نگاہوں کے سامنے رہا اور میں سوچتا رہا کہ کیا واقعی مجھے یہ شرف حاصل ہوا ہے اور میں نے عالم بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی ہے۔

قریب دو ماہ بعد رمضان المبارک کا دسواں روزہ تھا۔ ظہر کے بعد میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے بستر پر لیٹا اور مجھے نیند آگئی۔ میں نے اپنے آپ کو مدینہ طیبہ میں باب شامی کے باہر دیکھا۔ بہت سے لوگ جمع تھے۔ ایک پکارنے والے نے کہا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ میں اٹھا، دوسرے لوگ بھی اٹھے کہ اتنے میں حضرت امام الانبیاء ﷺ مسجد کے دروازے کے قریب آکر ٹھہرے۔ باقی لوگ بھی وہیں رُک گئے۔ اچانک ان کے درمیان سے ایک آدمی سامنے آیا، وہ آپ (حضرت بابو جی) تھے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور سرگوشی فرمائی جسے کوئی

اور نہ سن سکا۔ اس کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ میرا محبوب ہے“ اور اپنے دست مبارک سے آپ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر اس کے بعد حضرت رسول پاک ﷺ سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ دو ماہ قبل روضہ اقدس کے سامنے بیداری میں جو کچھ دیکھا تھا، وہ درست تھا اور یہ رویا بھی صحیح ہے۔ (خیائے مہر یعنی سوانح حیات حضرت بابو جی قدس سرہ العزیز از جناب مولانا مشتاق احمد چشتی۔ درگاہ عالیہ غوثیہ مہریہ۔ گولڑہ شریف صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۱۔ میاں پیار جی دریائے شہود و کشف کے تیر اک تھے۔ آپ کے رونے میں اتنا اثر تھا کہ دوزخ کی آگ بجھ جائے اور تبسم سے باغ ارم میں شگفتگی پیدا ہو جائے۔ تمام عمر درود و سلام بھیجنے میں گزار دی۔ حضور اطہر ﷺ کا حلیہ مبارک آپ نے اپنی جسمانی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ سلام اور جواب سلام سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ آپ حضرت شاہ شہبازؒ کے خلیفہ تھے۔ (اذکار ابرار صفحہ ۲۱۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۲۔ شیخ سماء الدین دہلویؒ حضرت شیخ فخر الدین دہلویؒ کے صاحبزادے تھے۔ فرماتے ہیں جب میں تفسیر لکھ رہا تھا تو بسم اللہ کے ب سے والناس کے س تک نبی مکرم ﷺ کا حلیہ اقدس طرفۃ العین کے لئے بھی میری ظاہری نگاہ سے دور نہیں ہوا۔

(اذکار ابرار صفحہ ۲۱۲)

”گلزار ابرار“ مصنف محمد غوثی شطاری مانڈوئی قاری میں ہے جو بعد جہانگیر

۱۰۱۴ھ تا ۱۰۲۲ھ میں تیار ہوئی تھی اور اسی بادشاہ کے نام معنون ہے۔ اولیاء اللہ کے حالات پر مشتمل معلوماتی کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ ”اذکار ابرار“ کے نام سے فضل احمد نے ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء میں کیا تھا جسے اسی زمانے میں مطبع مفید عام، آگرہ نے طبع کیا تھا۔ اذکار ابرار (۱۳۲۶) اس کا تاریخی نام ہے۔ ۱۳۹۵ھ میں اسے پاکستان میں اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور (المعارف، گنج بخش روڈ، لاہور) نے شائع کیا تھا۔ یہ کتاب بار بار شائع ہونی چاہیے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۳۔ حضرت سیدنا اسد الرحمن قدسیؒ ریاست بھوپال کے مہاجر تھے۔ چکوال کے قریب بھون میں آپ کی خانقاہ ہے اور وہیں وصال فرمایا۔ مصنف / مؤلف کتاب ہڈانے

تین چار مرتبہ بھون میں حضرت کی زیارت کی اور ساتھ چائے پی۔ آپ کے ایک مرید نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو مجھے (مصنف) کو بتایا تھا کہ حضرت کو بحالت بیداری حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ امام الانبیاء ﷺ کے قدموں پر گر گئے اور بعد سلام عرض کیا کہ مجھے کچھ عنایت فرمایا جائے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”قرآن و حدیث میں سب کچھ موجود ہے۔“ عرض کیا کہ کوئی خاص چیز مجھے عنایت ہو۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ”ہر کام کے لئے پڑھا کرو اللہم یا سلام سلم“ ترجمہ = اے اللہ! اے سلامتی عطا کرنے والے (حضور ﷺ پر سلامتی (رحمت) بھیج) اور مجھے بھی سلامتی سے نواز۔ ایک عورت آپ کے پاس اپنے میاں کا شکوہ کرتے ہوئے آئی۔ آپ نے اس سے فرمایا: ہر نماز کے بعد ایک تسبیح ”اللہم یا سلام سلم“ پڑھ لیا کرو۔ اس کے دل کو لگی تھی۔ روزانہ کئی ہزار مرتبہ پڑھنے لگی۔ آوارہ شوہر جو غیر عورتوں کے پیچھے بھاگتا تھا، صرف دس دن میں ٹکلا سا سیدھا ہو گیا۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی جلد سات۔ واقعہ نمبر ۱۵۳) اس وظیفہ کو پڑھنے کی عام اجازت ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۴۔ حضرت خواجہ حذیفۃ الرعشیؒ جب حضرت نبی کریم ﷺ کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو اپنے دیدار فائز الانوار سے مشرف فرمایا۔ حضرت حذیفہؒ نے رو کر عرض کیا کہ مجھے ہر وقت خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں قبر الہی کا نشانہ نہ بن جاؤں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے حذیفہ! اہمیت مردانہ رکھ۔ تو میرے ہمراہ بہشت میں جائے گا اور جو شخص تجھ سے وسیلہ اختیار کرے گا وہ بھی داخل جنت ہو گا۔“ آپ ہمیشہ روتے رہتے تھے۔ وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”فریق فی الجنة و فریق فی السعیر“ (سورۃ شوریٰ۔ آیت ۷۔ ترجمہ = ایک گروہ جنت میں ہو گا اور ایک گروہ دوزخ میں) اور میں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں ہوں گا؟

(تذکرہ حصہ ثالث۔ از شیخ محمد صغیر حسن ایم اے (ہنری۔ اکناکس) علیگ)

آپ کا مولد مسکن مرعش تھا جو نواح دمشق میں ایک قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ تاریخ وصال ۱۳ شوال ۲۵۲ھ ہے۔

(سیر الاقطاب از مولوی محمد علی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۵۔ حضرت رسول ثناء کا ایک مخلص خادم میاں لعل محمد تھا جو قدم گاہ (دہلی) کی

زیارت شریف کا خادم تھا۔ فقر و سلوک اختیار کر کے تیرہ چودھ برس حضرت رسولؐ نما کی خدمت میں رہا۔ عجیب مکاشفات و حالات حضور پر نور میں بیان کرتا تھا۔ تجلی الہی اور حامل نبوت حضرت رسول اللہ ﷺ کا دیدار اس کو کئی بار ہوا۔ ایک دن بیان کیا کہ میں نے مکاشفے میں دیکھا کہ سرور دو عالم ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ چند گھنٹوں تک یہ حالت باقی رہ کر پھر غائب ہو گئی۔ اس قسم کے خوارق عادات حضرت رسولؐ نما ہی کی فیض صحبت سے حاصل ہوئے تھے ورنہ دوسروں کو سالہا سال میں بھی یہ سعادت عظمیٰ حاصل نہیں ہوتی۔ (مناقب الحسن رسولؐ نما دہلی دہلوی۔ صفحہ ۳۷۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۶۔ حضرت علامہ سمہودئیؒ فرماتے ہیں۔ اس میں قطعاً شک نہیں کہ سید دو عالم ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ زندگی شہدائی کی اس زندگی سے کہیں بہتر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ (وقالوا صفحہ ۴۱۵) (تسکین الصدور)

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ حضرت امام الانبیاء ﷺ کے دربار عالی کا حاضر باش ہوں۔ اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھ کو روضہ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کے ساتھ کلام کرتا ہوں، جس طرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔ (رحمت کائنات صفحہ ۲۵۶) (سیرت طیبہ جلد سوم از علامہ عبدالعزیز عینی۔ صفحہ ۳۷ تا ۳۸) (المسنن الکبریٰ۔ صفحہ ۱۴۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۷۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں کھوکھرا پار (سندھ) میں اسٹیشن ماسٹر تھا۔ ایک رات تہجد کی نماز ادا کر کے مراقبے کی حالت میں تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ پورا کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: ”علی احمد کیا تمہیں ہم سے محبت نہیں ہے؟“ میں نے جو کچھ عرض کیا۔ اب یاد نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ”ہماری محبت کے لئے یہ درود شریف پڑھا کر دے۔“ اس کے بعد آپؐ تشریف لے گئے۔ درود شریف یہ ہے:

اللہم صلی علی سیدنا محمد عبدک و نیک و حبیبک و رسولک النبی الامی و علی الہ و اصحابہ و بارک و سلم۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ جلد سات۔ واقعہ نمبر ۹۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۸۔ حضرت عبداللہؓ کا مقبرہ قبرستان پیر عمر (ملتان) میں واقع ہے۔ عالم دین تھے اور درس دیا کرتے تھے۔ اگر پڑھاتے وقت کوئی مسئلہ وقت طلب آجاتا تو حجرے میں جا کر دروازہ بند کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ سے التجا کرتے تو مسئلہ حل ہو کر سمجھ میں آ جاتا اور باہر آ کر درس میں مشغول ہو جاتے۔ (اولیائے ملتان از فرحت ملتان، صفحہ ۱۴۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۹۔ جناب مولانا محمود الحسن، آستانہ قاضی صاحب (تحت پڑی، ضلع راولپنڈی) لکھتے ہیں کہ سن مجھے یاد نہیں، لیکن ۴ رمضان المبارک تھا۔ مجھے ٹائیفائیڈ ہو گیا۔ بستر پر پڑا تھا کہ مقدر نے یاوری کی۔ حضور نبی کریم ﷺ میری چارپائی کے پاس دوسرے پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور مسکرا مسکرا کر مجھے دیکھ رہے ہیں۔ بخار بھلا کہاں ٹھہرتا؟ پسینہ آیا اور غائب۔ دن کے تقریباً دس بجے تھے۔ یہ زیارت بحالت بیداری ہوئی جب کہ میں احرام پوشی ترک کر چکا تھا۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ جلد سات۔ واقعہ ۷۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۴۰۔ حضرت اسماء بنت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ! جب ابن ملجم غبیث کی تلوار سے شدید زخمی ہو کر عالم نزع میں تھے تو میں اس وقت وہاں حاضر تھی۔ دیر تک بے ہوشی کے بعد یکایک آپ چوکنے اور ہوش میں آگئے اور بلند آواز سے فرمایا: مرحبا، الحمد للہ..... حیث نشأ“ (سورۃ نمبر ۱۳۹ الزمر۔ آیت ۷۴ کا ترجمہ = اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنایا۔ ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں)۔ لوگوں نے عرض کیا آپ اس وقت کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ”یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ میرے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتوں کی نورانی جماعت میرے پاس جنت کی بشارت لے کر آرہی ہے اور یہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور ان کے گرد ان کی خدمت گزار حوریں کھڑی ہیں اور یہ میرے جنتی محلات میری نظروں کے سامنے ہیں۔“ جب یہ سب فرمایا تو پھر آپ کی رُوح مبارک جنت الفردوس کی سیر کے لئے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مستطرف جلد ۲ صفحہ ۲۸۲) (روحانی حکایات، حصہ دوم از علامہ عبدالصعلیٰ اعظمی پھدی۔ صفحہ ۱۵۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۴۱۔ ایک مرتبہ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری مصنف ”تذکرہ علماء و مشائخ سرحد“ حضرت شیخ الحدیث صاحبزادہ علی احمد جان کے سامنے بیٹھے حدیث شریف پڑھ رہے تھے کہ آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمایا: حضور اطہر و اقدس ﷺ تمہارا یہ حدیث شریف کا پڑھنا سن رہے تھے اور بہت خوش تھے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد اول۔ صفحہ ۲۵۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۴۲۔ امیر الملت الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں کوئی پچاس برس کا واقعہ ہے کہ فقیر رات کو مسجد نبوی ﷺ میں شیخ الحرم کی اجازت سے شب باش تھا۔ اس رات دلائل الخیرات شریف اور موم بتی جو سرکاری طور پر اندر رہنے والوں کو ملتی ہے، مجھے دے دی گئی کیونکہ رات عشاء کے بعد حرم شریف کی روشنیاں بجھا دی جاتی ہیں اور کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایک بجے جب میں ”دلائل الخیرات“ پڑھ رہا تھا تو حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب کابلی نے جو قائم اللیل اور صائم الدھر تھے اور انہیں اندر رہنے کی اجازت تھی، مجھ سے فرمایا کہ کل رات میں ریاض الجنت میں دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت سرور کائنات ﷺ خود تشریف لائے اور مجھے فرمایا: ”شویہ، شویہ“ یعنی آہستہ آہستہ پڑھو۔ پس میں تم کو کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۴۳۔ حافظ سید عبداللہ قدس سرہ کو ذوق خدا طلبی نے صحرا نوردی پر آمادہ کر دیا اور آپ تارک الدنیا خدا رسیدہ قاری صاحب کے پاس جو اطراف پنجاب کے صحرا میں اپنی بنائی ہوئی مسجد میں رہتے تھے، کی خدمت میں پہنچ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے حافظ قاری سید عبداللہ بن گئے۔ وہیں آپ نے حضرت قاری صاحب کے ساتھ بحالت بیداری حضرت رسول کائنات ﷺ کا مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیدار کیا تھا۔ موضع کھیزی، ضلع مظفر نگر (یوپی، بھارت) کے حافظ سید عبداللہ قاری صاحب سے رخصت ہو کر سامانہ پہنچے اور شیخ ادریس کی خدمت میں رہے جو حضرت مجدد الف ثانی کے ہم عصر عظیم بزرگ تھے۔ اس کے بعد حضرت مجدد کے خلیفہ اعظم سید آدم بنوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۰۵۲ھ میں حضرت بنوری کی معیت میں لاہور آئے۔ شاہ جہاں بادشاہ نے حضرت بنوری کو حکم دیا کہ سفر حجاز اختیار کریں۔

حضرت بنوری عازم حجاز ہوئے تو آپ نے بھی ان کی ہم رکابی کی خواہش ظاہر کی، مگر حضرت بنوری نے فرمایا کہ آپ لیکن رہیں، آپ کی یہاں ضرورت ہے۔ آپ نے قسطنطنیہ ارشاد کیا اور حضرت شام ولی اللہ محدث دہلوی کے والد بزرگوار حضرت شام عبد الرحیم آپ سے بیعت ہوئے۔ اکثر فرماتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے حضرت بنوری نے مجھے ہندوستان میں محض آپ کی تربیت کے لئے چھوڑا ہے۔ آخری عمر میں اکبر آباد (آگرہ) میں مقیم ہوئے اور غوطہ علی عمرپا کر دیں وصال فرمایا۔ وصیت فرمائی کہ مجھے عام لوگوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور میری قبر پر کوئی امتیازی نشان نہ بنایا جائے۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ فرض اس عاشق قرآن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمتِ خلق اور احیائے ملت میں بسر ہوا۔ (اعلائے سنہ کے شامدار کا ترجمہ، جلد اول از مولانا محمد میاں دہلوی)

مولائی صل وسلم والہما ایدا علیٰ حبیبک خیر الخلق مہمم

۳۴۔ ۷۲۰ھ میں رمضان المبارک کو ہم نے مسجد نبوی ﷺ کی دوسری منزل پر نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد نعت خواں بشیر نقشبندی نے مجھے گلے لگا کر زار و قطار رونا شروع کر دیا اور بتایا کہ مجھ پر کرم خاص ہو گیا ہے۔ جیتے جاگتے حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ ایسے بھی ہیں جو تمام عمر یہ آرزو لئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ (سیدنا و قدوائی کے مضمون "رہتوں کے سایہ میں" سے اقتد کیا گیا۔ روزنامہ جنگ، ۲۲ اپریل ۲۰۰۰ء)

مولائی صل وسلم والہما ایدا علیٰ حبیبک خیر الخلق مہمم

۳۵۔ بناب محمد ہاشم مجددی لکھتے ہیں کہ میں کوئٹہ کے مکان کے اس کمرے میں رہتا تھا جس کو حضرت مرشدی و مولائی نے راتوں کی تاریکیوں میں قیام و ذکر و فکر سے بھرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک دن مجھے بخار ہو گیا۔ علم کے وقت زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ دروازہ کھلا تھا کہ ایک حضور اقدس ﷺ دروازے سے اندر آکر کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے رعب سے کاتب رہا تھا اور غایت اشتیاق سے بے اختیار رو رہا تھا۔ نہایت ادب سے آپ کی طرف آہستہ آہستہ کھسکا جاتا تھا، لیکن یہ تاب و توانائی نہیں تھی کہ کھڑا ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ، آپ اپنے اس ادنیٰ غلام کے پاس کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا کہ "ابھی ابھی بشیر نے تمہارا سلام پہنچایا اور تمہاری سفارش کی تو ہم جیسا دیکھنے اور تمہاری حجاج پر ہی کے لئے آگئے۔" میں نے روتے ہوئے نہایت ہجر و زاری سے عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کی قدم پوسی

کروں اور آپ کے دست اقدس کو بوسہ دوں۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ ”تم ابھی جس عالم میں ہو، اس میں یہ نہیں ہو سکتا۔“ اس اثناء میں کچھ اور باتیں بھی ہوئیں مگر یاد نہ رہیں۔ یہ جو کچھ دیکھا بیداری میں دیکھا۔ سرخوشی اور بے خودی تو ضرور تھی لیکن نیند ہرگز نہ تھی۔ لطف یہ ہے کہ جو لوگ میرے پاس بیٹھے تھے، انہوں نے میری سب باتیں سنیں۔ وہ میری گریہ و زاری و حرکات و سکنات کو برابر دیکھتے رہے، مگر انہوں نے حضور ﷺ کو نہ دیکھا نہ آپ کی باتیں سنیں۔ میں نے اس واقعہ کا دن، تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا۔ میں نے حاجی بشیر صاحب سے حج پر روانگی کے وقت کہا تھا کہ روضہ رسول ﷺ پر میری جانب سے صلوٰۃ و سلام ضرور عرض کرنا۔ جب وہ حج سے واپس آئے تو میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ آپ کی سفارش کی وجہ سے مجھے یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی۔ حاجی صاحب نے اپنا جیبی کتابچہ نکال کر مجھے دکھایا کہ مواجہہ شریف میں پہلی بار عین اسی وقت اسی دن میری حاضری ہوئی تھی اور میں نے تمہارا صلوٰۃ و سلام پہنچا کر دعا طلبی کی تھی۔ یہ معلوم کر کے اس واقعہ کی صحت کی مزید تائید ہوئی اور تقویت ملی۔ (رسالہ ”زیارت فیض بشارت“ از محمد ہاشم مجددی صفحہ ۱۲۵۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۶۔ جناب محمد ہاشم مجددی فرماتے ہیں کہ میرے ایک پیر بھائی جو صاحب نسبت تھے اور بڑی کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ اب بفضلہ تعالیٰ میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب درود شریف پڑھتا ہوں تو عیناً حضور اقدس ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں۔

(رسالہ: زیارت فیض بشارت۔ صفحہ ۱۱۰ سلامیہ پر لیں۔ کوئٹہ۔ ۵ شوال ۱۳۸۹ھ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۳۷۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی (ولادت ۸۵۰ھ بمطابق ۱۴۴۶ء وصال ۹۱۱ھ بمطابق ۱۵۰۵ء) اولیاء اللہ میں بہت بڑے ولی شمار ہوتے ہیں، جو سوتے جاگتے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ سے بالمشافہ گفتگو فرماتے اور بہت سی غیب کی باتیں معلوم کر لیتے تھے۔ بادشاہوں اور امراء کے پاس تازیست نہ گئے۔ چھ سو علما سے علم حدیث حاصل کیا اور ۴۶۰ کتابیں لکھیں۔ ایک روز علامہ سیوطی نے اپنے خادم محمد بن علی سے فرمایا کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں نماز عصر پڑھیں گے، بشرطیکہ میری زندگی میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرو۔ خادم نے وعدہ کر لیا۔ فرمایا:

دونوں آنکھیں بند کرو۔ پھر خادم کا ہاتھ پکڑ کر کوئی ۲۰ قدم ڈالو۔ پھر فرمایا: آنکھیں کھول دو۔ خادم نے آنکھیں کھول دیں تو ہم مکہ مکرمہ میں باب جنت المصلیٰ کے پاس تھے۔ یہاں ہم نے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کی۔ پھر بیت اللہ شریف کا طواف کر کے آپ زم زم پیا، نماز عصر کے بعد پھر طواف کیا اور آپ زم زم پیا۔ پھر شیخ نے مجھ سے فرمایا چاہو تو میرے ساتھ چلو اور پاناہ تو عاصیوں کے آنے تک یہاں ٹھہر جاؤ۔ میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ چلوں گا۔ فرمایا: دونوں آنکھیں بند کرو، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی سات قدم چلے اوں گے کہ فرمایا آنکھیں کھول دو۔ دیکھنا کیا ہوں کہ جہاں سے ہم روانہ ہونے تھے، پھر وہیں ہیں۔ (ابن ماجہ، سنن، حدیث نمبر ۸۶۰۲)

مولای صل وسلم والہما ایدا علی حبیبک خیر الخلق محمد

۳۸۔ حضرت شیخ موسیٰ زویٰ کو بحالت بیداری حضرت رسول اللہ ﷺ کی بہت زیارت ہوتی تھی اور ان کے اکثر کام آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ہوتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، دار صادر، قدس، باب شعرائے عرب، صفحہ ۲۷۳)

مولای صل وسلم والہما ایدا علی حبیبک خیر الخلق محمد

۳۹۔ حضرت شیخ ابو ظہر بن عیسیٰ بن ابراہیم بن ابی بکر بہت بڑے ولی اور عارف باللہ تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ کو بحالت بیداری حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہر گزٹ کا شرف حاصل تھا۔ زبید شہر کے قاضی ابو جہانی کو اس معاملے میں شک تھا۔ وہ ایک شخص کے ہمراہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے تو انہیں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ حضور انور ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اور قاضی صاحب آپ کے پاس بالکل خاموش بیٹھے رہے تو اس شخص نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ شیخ صاحب سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اس پر قاضی صاحب نے کہا اللہ کی قسم! جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سرکار اہ قرآن ﷺ کو شیخ صاحب کے نزدیک بلوا دیا تو دیکھا کہ قاضی صاحب خود سامنے بیٹھے تھے، اس لیے آپ پر یہ بات مستطاب ہو گئی۔ شیخ صاحب نے ۸۰۰ ھ میں انتقال فرمایا۔ (ہاشم کرمانی، لا احصا، ص ۱۱۹)

مولای صل وسلم والہما ایدا علی حبیبک خیر الخلق محمد

۴۰۔ حضرت عبدالرحمن بن علی الجباری، حضرت امام شافعی کے مشہور محدث و مؤرخ

کے خطیب اور بہت بڑے محدث تھے۔ ہر فن میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت بحالت بیداری ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حدیث پاک کی کوئی کتاب مکمل پڑھ کر دعا شروع کی۔ دعا کے دوران کھڑے ہو گئے اور جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی تو کچھ طلبا تھک کر چلے گئے، مگر آپ سر جھکائے اور ہاتھ اٹھائے دعا مانگتے رہے۔ جب دعا ختم ہوئی تو کسی خاص شاگرد نے عرض کیا: اتنی دیر اس طرح آپ کیوں کھڑے رہے؟ اس سے قبل ایسی بات دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ فرمایا: اللہ کی قسم میں اسی وقت کھڑا ہوا تھا جب مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ نظر آئے کہ آپ کھڑے ہوئے ہمارے لئے دعا فرما رہے تھے۔ میں بھی آپ کی دعا میں شامل ہو گیا اور اس وقت تک شامل رہا جب تک آپ نے دعا ختم نہ کر لی۔ زیارت بحالت بیداری یہ آپ کی عظیم کرامت تھی۔ ۱۰۵۶ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

(جامع کرامات اولیا جلد دوم - صفحہ ۹۹۰ تا ۹۹۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۱۔ حضرت الشیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی کی یہ بہت بڑی کرامت تھی کہ آپ سوتے جاگتے (بحالت بیداری) حضور رسالت مآب ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب وقت وصال قریب آیا تو زبان پر تشہد اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا ورد جاری تھا، فرمانے لگے: یہ دیکھو میرے سامنے حضرت امام الانبیاء ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما ہیں۔ مجھ پر رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ فرشتے موجود ہیں جنہیں بہت جلدی ہے کہ وہ مجھے لے کر اللہ کریم کے پاس جائیں۔ جب نماز جنازہ کا وقت آیا تو غیب سے بہت بلند آواز آئی (ترجمہ = مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے دوست کی نماز جنازہ بہت جلد ادا کی جانے والی ہے)۔ فرشتے بھی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے موجود تھے۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کو ”شہر الملک“ میں دفن کیا گیا جو بغداد کے مغرب میں ہے۔

(جامع کرامات اولیا جلد دوم - صفحہ ۷۲۹ تا ۷۳۰)

ایک مرتبہ ایک رات میں ۱۷ مرتبہ آپ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے اکثر کام حضور انور ﷺ کے واسطے سے ہوتے تھے۔

(الحاوی للخواص جلد دوم - صفحہ ۳۴۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۲۔ حضرت احمد بن حسن عبد اللہ بن علی عطاس باعلویٰ اولیائے عارفین کے فرد

فرید اور عمرت نبوی مساوات آل باعلوی کے رکن رکین ہیں۔ نصف رجب ۱۳۲۱ھ کے قریب آپ نے ایک خط علامہ یوسف مہمانی کے نام اپنے کاتب کو املا کرایا کیونکہ بینائی بہت کمزور ہو گئی تھی، مگر اس کے بدلے اللہ کریم نے آپ کو قوت بصیرت عطا فرمادی تھی۔ علامہ کو اس سے پہلے آپ کے حالات کا علم نہ تھا۔ خط پڑھ کر بے حد خوش ہوئے۔ اسے کئی بار پڑھا اور آپ کی ولایت کے قائل ہو گئے۔ آپ حضور اقدس ﷺ کی محفل پاک میں اکثر خواب اور بیداری میں رہتے ہیں جو بذات خود بہت بڑی کرامت ہے۔ ولایت میں یہ بڑا اعزاز اور اعلیٰ درجہ ہے اور ان افراد ہی کو حاصل ہوتا ہے جو ولایت عرفان میں عظیم مرتبے والے ہوتے ہیں۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۸۶ تا ۹۲ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۳۔ ”سکینۃ الاولیاء“ میں حضرت میاں میر قدس سرہ کے وصال کے تذکرہ میں ہے کہ جب آپ کا وقت رخصت آیا تو آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے۔ حضرت میاں میرؒ اپنے آقا ﷺ کے استقبال کے لئے چارپائی سے زمین پر اتر آئے اور فرمایا: ”الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“۔ اس کے بعد سانس پھولنے لگی۔ خدام نے آپ کو بستر پر لٹا دیا۔ اس وقت زبان پر ”اللہ اللہ“ تھا۔ مسکراتے تھے اور دونوں ہاتھ اہل وجد کی طرح ہلاتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں جا پہنچے۔ وصال ۷ ربیع الاول ۱۰۳۵ھ بمطابق ۱۶۳۵ء کو لاہور میں ہوا۔ پورا شہر لاہور نماز جنازہ میں شامل ہوا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۴۔ امام عبدالوہاب قطب شعرانی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ اخلاص، شرط و آداب اور تدبیر معانی کے ساتھ ہر روز اس کثرت سے درود شریف پڑھے کہ رذائل سے پاک ہو کر حضرت رسول اللہ ﷺ کے مشاہدے کا مقام حاصل ہو جائے۔ شیخ احمد زواریؒ کا بیان ہے کہ مجھے حالت بیداری میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی یہاں تک کہ میں نے پورے ایک سال شب و روز پچاس ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد رکھا۔ شیخ نور الدین شونی نے کئی سال روزانہ تیس ہزار مرتبہ درود شریف کا وظیفہ کیا۔ سیدی علی خواصؒ کا قول ہے کہ ہندو مقام عرفان میں کامل نہیں ہوتا یہاں تک کہ جس وقت چاہے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے۔ فرماتے تھے کہ سلف میں جن مشائخ کی نسبت ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ وہ حالت بیداری میں بالمشافہ حضرت رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات کیا کرتے تھے، وہ یہ ہیں: شیخ ابو مدین، شیخ الجماعہ، شیخ عبد الرحیم قتادی، شیخ موسیٰ زوی، شیخ ابوالحسن شاذلی، شیخ ابوالعباس مرسی، شیخ ابوالسود بن ابی العاشر اور سیدی ابراہیم مقبولی۔ شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ستر مرتبہ سے زیادہ بحالت بیداری حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے۔ سیدی ابراہیم مقبولی کی ملاقات کا تو شمار ہی نہیں کہ وہ اپنے تمام حالات میں مشرف بہ زیارت ہوا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ سوائے حضرت رسول اللہ ﷺ کے میرا کوئی شیخ نہیں۔ شیخ ابوالعباس مرسی فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ایک ساعت مجھ سے پوشیدہ رہیں تو میں اپنے تئیں مومنوں میں شمار نہیں کرتا۔

(لوائح الانوار القدسیہ) (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۵۰۰ تا ۵۰۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۵۔ حضرت خنی احمد یار عباسی قادری ملقب بہ فخر اخیاء (۱۷۷۹ء تا ۱۸۵۵ء) دریائے چناب پر سخت ترین مجاہدات پر مشغول تھے۔ کچی لگن تھی کہ اسی اثناء میں حضرت سرور کونین ﷺ مع جمیع صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کنارہ دریا پر تشریف فرما ہوئے۔ براق پر سوار اپنے عاشق صادق کے پاس تشریف لا کر فرمایا: ”اے احمد یار! تو مجھے چاہتا ہے۔“ آپ نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس فرحت آثار دیدار کا شیدہ بنایا ہے۔ یہ سن کر حضور سر اپا نور ﷺ نے اپنے دونوں بازوؤں سے آپ کو پکڑ کر ازوجہ محبت مصافحہ کیا، بغل گیر فرمایا اور سینے سے ایسا لگایا کہ اسرار ربانی کا مخزن بنا دیا اور فرمایا: ”اس نعمت عظمیٰ کا شکر اے یہ ہے کہ آپ یہاں سے جا کر اللہ کی مخلوق کو اس کی طرف دعوت دیں۔“ (سکینۃ العارفین از چوہدری شبید الدین خان ندیم بھٹی قادری المعروف کندن لاہوری۔ صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۸ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۶۔ حضرت فخر اخیاء جب عبادت و ریاضت سے لوٹے تو اس وقت آپ کے چھوٹے بھائی غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری (۱۸۰۷ تا ۱۸۹۱ء) کی عمر ۱۶ سال ہو چکی تھی۔ آتے ہی انہیں اپنی تمام نوازشات کا حقدار سمجھتے ہوئے ان کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اسی اثنا میں سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بحالت بیداری اپنی زیارت بابرکت عطا فرما کر حضرت غوث العصر کو دنیائے روحانیت میں سرفرازی بخشی اور آپ کے برادر بزرگ جو آپ کے شیخ بھی تھے، نے آپ کو اپنا

جانشین مقرر کر کے مخلوق کی رہنمائی کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنا گاؤں کوٹ پیر و شاہ چھوڑ کر شہر گوجرانوالہ تشریف لے آئے، جہاں درگاہ معلیٰ، غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ بمقام بازار خرداں وجود میں آئی۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار پُر انوار سرچشمہ فیوض ربانی ہے۔

(بیعت اقبال از صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی قادری۔ موجودہ سجادہ نشین)
 ”بیعت اقبال“ اصل میں ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ فیضان غوث العصرؒ ہے کہ آج علامہ اقبالؒ شاعر مشرق، حکیم الامت، مصور پاکستان، صاحب اسرار خودی، دانائے راز اور ترجمان رموز اسرار جیسے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک بیعت اس قدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر حق تک رسائی اور تصفیہ قلب و باطن ممکن نہیں، فرماتے ہیں:۔

کیما پیدا کن از مشیت گلے بوسہ زن بر آستان کا ملے

ترجمہ = (مٹھی بھر مٹی سے کیما پیدا کر) (اس مقصد کے لئے) کسی مرد کامل کی چوکھٹ چوم لے۔
 مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۷۔ حضرت غوث العصرؒ کے صاحبزادے اور جانشین سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ (۱۸۳۶ تا ۱۹۱۳ء) نے اپنے بیٹے اور جانشین مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ (۱۸۷۶ تا ۱۹۳۲ء) کا نکاح ثانی رابعہ ثانی حضرت محترمہ بیگم بی بی (حضور بے جی، رانی ماں) سے کیا جو حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ روضہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہوئیں۔ سنہری جالیاں تھام کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں پتھر کی یہ عمارت دیکھنے نہیں آئی، مجھے اپنے دیدار کی نعمت عطا فرمائیے ورنہ میں واپس نہیں جاؤں گی۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے آپ پر نہایت شفقت فرماتے ہوئے بعالم بیداری آپ کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا۔ (سکینۃ العارفین۔ صفحہ ۶۰)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۵۸۔ عارف باللہ سیدی علی بن علوی بن عبداللہ بن احمد بن عیسیٰ علویؒ المشہور ”قسم توڑ“ متوفی ۵۲ھ بحالت بیداری حضور پر نور، شافع یوم النشور ﷺ کی زیارت بابرکت کیا کرتے تھے اور مشکل مسائل بھی دریافت فرماتے تھے تو حضور اقدس ﷺ ان کو توضیح و تشریح کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ (المشروع الروی فی السادات نبی علوی از سید شبلی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۹۔ ایک بزرگ کو بیداری میں حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) کیا میں بیداری میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”ہم نے پردہ ان سے کیا ہے جو ہمارے قریب نہیں آتے، لیکن دوستوں سے پردہ نہیں۔“ (ریح الجالس صفحہ ۲۸۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۰۔ میں ان دنوں ٹرک ڈرائیور تھا۔ میرا بھائی بھی میرے ساتھ ہوتا تھا۔ ہم دونوں روزانہ آٹے کا ٹرک سالار والے جاتے تھے جس کا ہمیں کرایہ ملتا تھا۔ ہم نے کبھی بابا جی سرکارؒ (ابوانیس حضرت صوفی محمد برکت علی لدھیانوی قدس سرہ) سے ملاقات نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ ہمیں جانتے تھے۔ میں ان پڑھ جاہل سہی پھر بھی اتنی بات جانتا ہوں کہ انسانیت کی خدمت ہی میں تسکین ہے۔ انسان کو تو پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کرے نہ کہ اس پر ظلم ڈھائے۔ میری یہ کوشش ہوتی تھی کہ جو آدمی پیدل جا رہا ہو، اس کے قریب ٹرک روک لوں اور اسے بیٹھنے کے لئے کہوں۔ آٹا لے جانا ہمارا معمول تھا۔ ایک دن حسب معمول ڈیوٹی دینے والے افراد ٹرک سے آٹا اُتار رہے تھے کہ میں قرآن محل کے نزدیک باغ میں چلا گیا۔ باغ کے ایک طرف درختوں کے درمیان بہت ہی زیادہ روشنی ہو رہی تھی۔ پہلے تو میں خوفزدہ ہو گیا، لیکن نہ جانے کون سی طاقت مجھے اس طرف لے گئی۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آقائے نامدار، حضور انور ﷺ میرے سامنے ہیں۔ کہاں میں کمی نہ اور کہاں حضور اکرم ﷺ! میں نے جی بھر کر دیدار کیا لیکن بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ باہر آیا تو جماعت کھڑی تھی۔ میں بے وضو ہی جماعت میں شامل ہو گیا۔ مجھے وہ سکون ملا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ سلام پھیرنے کے بعد بابا جی سرکارؒ جو اگلی صف میں تھے، کھڑے ہو گئے اور اشارہ کرنے لگے۔ میں دُور بیٹھا تھا۔ میں نے سمجھا مجھے تو حضرت صاحب جانتے ہی نہیں، پتہ نہیں کہے بلارہے ہیں؟ اتنی دیر میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہ رانا صاحب آپ کو بابا جی سرکارؒ بلارہے ہیں۔ میں ڈر گیا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھی تھی۔ شاید حضرت صاحب ڈانٹیں، لیکن نہیں۔ بابا جی سرکارؒ نے اس زور سے معافہ کیا اور میں نے وہ وہ چیزیں دیکھیں کہ مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ یہی نہیں ایک شخص نے مجھے قرآن محل ایسے دکھایا جیسے کہ میں ایک پڑھا لکھا آدمی ہوں۔

اس واقعہ کو بیس سال گزر چکے ہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ میرے تین ٹرک ہیں۔ میں نے کبھی نماز میں کوتاہی نہیں کی۔ آج تک محفوظ ہوں حالانکہ کئی بار ڈاکوؤں سے سابقہ پڑا لیکن وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ جو کچھ بھی ہے انہی بابا جی سرکار کی وجہ سے ہے۔ (مون ڈائجسٹ لاہور، جولائی ۱۹۹۷ء۔ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۵ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۱۔ حضرت مفتی محمد حسن قدس سرہ کے صاحبزادے اور میرے (مصنف/مؤلف کتاب ہذا) پیر بھائی حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور ماشاء اللہ نہایت درجہ خوش بخت انسان ہیں۔ جامع اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور میں ہر جمعہ کے دن بعد نماز عصر تا مغرب و رود پاک کی محفل سالہا سال سے منعقد کر رہے ہیں جس کی برکت سے آپ کو کئی مرتبہ بحالت خواب و بیداری حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی حصہ پنجم۔ صفحہ ۹۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۲۔ محترمہ رضیہ لال شاہ نور اللہ مرقدہا انتہائی نیک سیرت اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ بڑے ہی ذوق و شوق سے روزانہ کثرت سے درود شریف پڑھتی تھیں۔ نعت گو شاعرہ بھی تھیں۔ آپ نے بارہ سال تک گنگ محل گلبرگ، لاہور میں درس قرآن پاک دیا اور ہر پیر کے روز محفل میلاد شریف کا آغاز کیا، جو برابر جاری ہے۔ اپنے گھر پر ہر پیر کو درس قرآن پاک دیتی تھیں اور محفل میلاد شریف منعقد کراتی تھیں۔ آپ نے بتایا کہ ایک مرتبہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے لگی تو ایسا محسوس ہوا جیسے دن نکل آیا ہو۔ میرا کمرہ نور سے منور تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے کمرے کی دیوار میں جو خانے بنے ہوئے ہیں حضور نبی کریم ﷺ ان خانوں میں کچھ کاغذات رکھ رہے ہیں اور کچھ نکال رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”رضیہ میں نے تمہارے سب کام کر دیئے ہیں۔“ اور یہ فرمانے کے بعد آپ تشریف لے گئے۔

(رسالہ نظر کرم از جناب محمد فیاض حسین چشتی نظامی۔ صفحہ ۹۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۳۔ جناب بشیر احمد چشتی نظامی کو ایک مرتبہ عین اس وقت بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی جب قائد اعظم کی تدفین کراچی میں ہو رہی تھی۔ آپ نے بتایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ خود تشریف لائے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں

سے قائد اعظم کو لحد میں اتار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: ”یہ میرا پیارا ہے۔“

(رسالہ نظر کرم۔ صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۳۔ حضرت محمد صوفی بہت بڑے عارف اور محقق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی

چاہتے ہیں، عالم بیداری میں سردارانِ انبیاء علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

(جامع کرامات اولیاء حصہ اول، صفحہ ۷۱۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۵۔ حضرت استاذ سیدی محمد بکری صدیقی کی کرامت جو آپ نے خود بتائی کہ

جب ایک سال حج کے بعد مدینہ منورہ میں حضور اقدس علیہ السلام کے روضہ اطہر کی زیارت

کی تو حضور رحمۃ اللعالمین علیہ السلام نے بالمشافہ مجھ سے کلام فرمایا اور یہ دعا دی: ”اللہ تعالیٰ

تمہیں اور تمہاری اولاد کو برکات سے نوازے۔“

(جامع کرامات اولیاء حصہ اول، صفحہ ۷۷۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۶۔ حضرت محمد بن زین العابدین اپنے باپ دادا کی طرح اکابر اولیائے ربانی میں

شمار ہوتے ہیں۔ ایک سال حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ حضور اقدس علیہ السلام کے مزار

سبط انوار کی زیارت کی۔ جب الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضور انور علیہ السلام،

حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نورانی چہرے سامنے آ

گئے۔ آپ سر جھکائے عالم حیرت میں ڈوبے باادب حضور اکرم علیہ السلام کے حضور کھڑے

تھے اور آپ کے خادم عرض کر رہے تھے کہ حضور قافلہ روانہ ہو چکا ہے۔ وہ چاہتے تھے

کہ آپ جلدی چلیں اور پھر وہ چہرہ انور (علیہ السلام) آہستہ آہستہ یوں اوجھل ہونے لگا جیسے

چاند بادل کی اوٹ میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے مقدس چہرے بھی اسی طرح اوجھل ہو گئے۔ (جامع کرامات اولیاء حصہ اول صفحہ ۸۲۵)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۷۔ حضرت شیخ محمد فاسی شاذلی نے حضور اقدس علیہ السلام کے حجرہ مبارک میں عالم

بیداری میں سیدہ کائنات حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت بابرکت کا شرف

حاصل کیا۔ امیر سید عبدالقادر جزائری نے اپنی کتاب ”المواقف“ میں لکھا ہے کہ

حجاز مقدس میں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ”میں میں

برس سے آپ کے انتظار میں ہوں، آپ میرے شیخ ہیں۔“ مجھے ۱۲۸۴ھ میں طریق شاذلی عطا فرمایا۔ پھر مختصر سی مدت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے فتوح کے لاتعداد دروازے کھول دیئے۔ حضور انوار ﷺ نے عالم بیداری میں مجھے شرف دیدار بخشا۔ حضرت شیخ محمد فاسیؒ نے مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا حصہ اول صفحہ ۸۹۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۸۔ حضرت شیخ ابوالفیض محمد بن عبدالکبیر کتاتی فاسیؒ کی ولایت کبریٰ کی صحت کو خواص و عوام نے تسلیم کیا ہے۔ آپ عالم بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ طبع کی علم و عمل میں ممتاز شخصیت شیخ عبدالرحمن زریؒ نے حضرت شیخ ابوالفیض کے حقیقی بھائی حضرت سید عبدالحئی کو ایک گرامی نامہ لکھا جس میں حضرت ابوالفیض کی بے حد مدح کے ساتھ یہ بھی تحریر تھا کہ آپ عالم بیداری میں حضور پر نور شافع یوم النور ﷺ کی زیارت فرماتے ہیں۔ یہ بھی لکھا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں ایک عظیم مجمع میں دیکھا، آپ کے سب سے زیادہ قریب حضرت ابوالفیض محمد بن عبدالکبیرؒ تھے اور حضور ﷺ کی توجہ اشرف سب سے زیادہ آپ ہی پر تھی۔

(جامع کرامات اولیا حصہ اول صفحہ ۹۱۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۶۹۔ ۱۳۳۱ھ کے میلاد شریف کا حال: یہ سال ذکر شریف میلاد اور حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ کی حیات طیبہ کا آخری سال تھا:۔

ادب سے یہاں بیٹھو اب سر جھکا کے	فضائل سنو دل سے خیر الوریٰ کے
یہ محفل ہے میلاد کی تم یہاں سے	خدا کی رضا لے کے جاؤ کما کے
محبت کا جذبہ کرو دل سے پیدا	رہے چشم تر ذکر میں مصطفیٰ کے
سنو نام نانی کرو نذر تحفے	مزے خوب لے لے کے صل علیٰ کے
یہ آداب اس محفل پاک کے ہیں	سنو دل سے غفلت کے پردے ہٹا کے

نماز عشا کے بعد قریب سوانو بجے حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ تخت پر جو مزارات شریف کے قریب بچھایا گیا تھا، رونق افروز ہوئے۔ دو زانو یہ کمال ادب و خشوع و چار منٹ آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھے رہے۔ خانقاہ لوگوں سے بھر گئی تھی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر درود کبریت احمر پڑھی۔ آپ جسم و روح و قلب و خیالاً بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ تھے۔ اہل نسبت پر مشکف تھا کہ آپ حضور اقدس ﷺ

کی خدمت عالیہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کر رہے ہیں اور جن کی چشم باطن وانہ تھی، ان کی زبانوں پر بار بار سبحان اللہ آ رہا تھا۔ آپ کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز کھلوی بنگالی اس دوران بے اختیار اپنی جگہ کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے یہ صد جذب و درد دونوں ہاتھ آپ کی جانب اٹھا کر کہتے ہیں: دیکھو! رسول اللہ ﷺ ہمارے حضرت کے پاس آئے ہیں۔ یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو بھیج کر زار و قطار رونے لگتے ہیں۔ دوسرے اہل نسبت عالم کیف و سرشاری میں آپ کی طرف بڑھتے ہیں۔ آپ خاموش ہیں اور دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ کے مخلص قدیم بابو وزیر خان مسجد کی درمیانی محراب میں کھڑے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں:۔۔۔
 و دفعنا لك ذكرك كايان هوتا ہے ایسے موقع پہ ہمیں ہوش کہاں ہوتا ہے
 اور پھر وہ مرد پیر و جد میں دیر تک جھومتے ہیں۔

(مقامات خیر یعنی سوانح ہادی کامل شاہ ابو الخیر صفحہ ۷۷۷)

مولای صل وسلم دائماً ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۷۰۔ ڈاکٹر محمد جاوید حیدر ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی کی نانی محترمہ عائشہ صدیقہ زوجہ جناب محمد علی (ساکن شاہدہ ٹاؤن، لاہور) کے پیٹ میں تکلیف تھی اور وہ مکان کے ڈرائنگ روم میں سو رہی تھی۔ مئی/جون ۱۹۵۱ء کا مہینہ اور دن کے دس گیارہ بجے کا وقت تھا کہ یکایک ایسا معلوم ہوا کہ وہ گلاس میں بوتل کھول کر کسی کو پینے کے لئے دے رہی ہیں۔ دوبارہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر آنکھ کھل گئی اور آواز دے کر ڈاکٹر صاحب کے نانا جان کو بتایا کہ انہوں نے حضور انور ﷺ کی زیارت کی ہے اور دروازے کی چٹائی اٹھا کر اشارہ کیا کہ وہ دیکھیے حضور اقدس ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس طرح اس خوش بخت خاتون کو بحالت بیداری حضرت رسول کریم ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ والدہ ڈاکٹر جاوید اور ان کے نانا جان کو کچھ نظر نہ آیا (سیرت النبی بعد از دسال النبی ص ۱۳۰) ڈاکٹر صاحب کے نانا نانی پرانے قبرستان شاہدہ ٹاؤن، لاہور میں مدفون ہیں۔
 مولای صل وسلم دائماً ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۷۱۔ سلسلہ تیجانیہ کے بانی عارف باللہ سید احمد محمد تیجانی بیداری میں حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مجھے سید الوجود ﷺ نے فرمایا: ”اسم اعظم پر پردہ ڈالا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ان حضرات کو اس کی اطلاع دیتا ہے جنہیں اپنی محبت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو اسی میں

مصروف ہو جائیں اور باقی سب کام چھوڑ دیں۔ جو اسے جان لے پھر قرآن مجید اور درود و سلام پڑھنا چھوڑ دے کیونکہ اس میں اسے زیادہ فضیلت نظر آئے گی، لیکن اس میں اس کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔“

حضرت تجمانی نے فرمایا کہ پس سمجھ لو کہ اسم اعظم دنیا اور طالب دنیا کے لائق نہیں، کیونکہ جس نے اسے جانا اور طلب دنیا کے لئے استعمال کیا تو وہ دنیا اور آخرت میں زیاں کار رہا۔ امام نوویؒ نے ”الحی القیوم“ کو اختیار کیا ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ”اسم اعظم ان تین سورتوں میں ہے: سورۃ بقرہ، سورۃ آل عمران اور سورۃ طہ۔“ جب کہ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ اور پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسم ذات ”اللہ“ کو اسم اعظم فرمایا ہے۔ (سعادۃ الدارین، حصہ دوم، صفحہ ۸۶ تا ۸۷ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۷۲۔ ریٹائرڈ سرکاری افسر جناب ضیا اللہ خان نیازی نے ایک مرتبہ حضرت صوفی محمد برکت علی لدھیانویؒ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی وظیفہ بتائیے جس کا ورد کیا کروں۔ فرمایا: کاپی پنسل لے کر آئیں میں لکھ دوں۔ صوفی صاحبؒ نے خوبصورت حروف میں ایک چھوٹی سی درود شریف تحریر فرمادی اور ہدایت کر دی کہ روزانہ پابندی کے ساتھ کم از کم پانچ مرتبہ اسے ضرور لکھا کریں۔ اگر زیادہ لکھ سکیں تو اور اچھا ہے۔ اسے معمولی وظیفہ نہ سمجھیں، یہ بہت بڑا وظیفہ ہے۔ ایک روز فرمایا: ہمارے ایک دوست تھے ہم نے انہیں یہ وظیفہ بتایا جس پر انہوں نے عمل کیا۔ ایک روز وضو کر رہے تھے کہ حضرت امام الانبیاء علیہ السلام نے پہنچ کر انہیں اپنی زیارت کرا دی (نیازی صاحب نے اس پر عمل کر کے فائدہ حاصل کیا) (حضرت صوفی برکت علی قدس سرہ۔ مون ذالنجست، دسمبر ۱۹۹۷ء۔ صفحہ ۸۳)

میرے ایک دوست نے ایک نہایت پیچیدہ مقدمے میں کامیابی کے لئے میرے کہنے پر ایک لاکھ مرتبہ ”اللہم صل علی محمد“ لکھا اور کامیاب ہوئے۔ واقعی یہ ایک نہایت مبارک اور سودمند عمل ہے۔ اس عمل کو کرنے والے کی وفات کے بعد بھی درود شریف والے وہ کاغذ جب تک محفوظ رہیں گے، فرشتے اس کی طرف سے درود شریف بھیجتے رہیں گے جس کا اس کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ چھری اور دودھ، دنیا میں بھی فائدہ اور آخرت میں بھی فائدہ۔ مذکورہ بالا چھوٹی سی درود شریف کو نہایت معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اپنے حالات کے مطابق روزانہ خاص تعداد مقرر کر کے لکھ سکتا ہے۔ برسوں اور لاکھوں مرتبہ لکھے۔ پھر ان کاپیوں کو محفوظ کر لے، ان شاء اللہ فائدہ

ہی فائدہ ہے۔ (از جانب مصنف کتاب ہذا)

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

مولای صل وسلم دائماً ابداً

۷۳۔ حضرت ابراہیم لقمانی مصری مالکی کی بہت سی کرامات اور تالیفات ہیں۔ ایک مرتبہ مشہور واعظ شیخ علامہ حجازی آپ کے درس میں آکر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: آپ تشریف رکھیں یا تشریف لے جائیں۔ انہوں نے جواب دیا: ایک ساعت صبر کیجیے۔ ایک ساعت کے بعد کہا: اے ابراہیم اللہ کریم جل مجدہ کی قسم! میں صرف اس لئے آپ کے درس میں رُک کر کھڑا ہو گیا تھا کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ آپ کا درس سن رہے تھے۔ حج سے واپس ہوتے ہوئے ۱۰۴۱ میں مصری قافلے کے راستے پر عقبہ ابلہ کے قریب فوت ہوئے اور دفن کئے گئے۔ (جامع کرامات اولیاء جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۰)

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

مولای صل وسلم دائماً ابداً

۷۴۔ حضرت ابوالرجال عظمائے ملت میں شامل تھے۔ دمشق کے قریب منین نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ شیخ صدر الدین بن دکیل جیسے اپنے وقت کے رئیس جن کا انتقال ۷۱۶ھ میں ہوا، آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کے وصال کے بعد لوگوں نے آپ کی بیوی سے آپ کے مخفی حال کی بابت پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضور سید کل ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کئی مرتبہ بطور مہمان آپ کے پاس تشریف لائے تھے۔

(جامع کرامات اولیاء حصہ دوم۔ صفحہ ۲۱۱)

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

مولای صل وسلم دائماً ابداً

۷۵۔ سلطان العارفين حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ عالم بیداری میں حضور سرور کائنات ﷺ کے حضور پہلی مرتبہ شرف باریابی کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ بچپن میں ایک وجیہہ بازو عب نورانی شخص گھوڑے پر سوار میرے سامنے آئے اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھالیا اور ایڑ لگا کر اسے اڑا دیا۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ”میں علی ابن ابی طالب ہوں اور تمہیں بزم سرور کائنات ﷺ میں پیش کرنے کے لئے جا رہا ہوں کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے تمہیں یاد کیا ہے۔“ تھوڑی دیر بعد مجھے سرور دو عالم ﷺ کے دربار گہر بار میں پیش کر دیا گیا۔ اس وقت وہاں آپ کے علاوہ جملہ انبیاء و مرسلین، تمام صحابہ خصوصاً چاریار، حضرات حسنین کریمین اور حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ آفتاب عالم تاب کی طرح کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے

اور باقی خاصان اور پاکان بارگاہ نظام مٹھی کی طرح آپ کے ارد گرد اپنے اپنے مخصوص مقام پر جلوہ گر تھے۔ حضور انور ﷺ اس فقیر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھے گود میں لے کر سب حاضرین مجلس سے اس فقیر کو روشناس فرمایا اور فرمایا: ”یہ فقیر باہو ہمارا نوری حضوری فرزند ہے۔“ خصوصاً چار یاڑ نے مجھے باری باری گود میں بٹھایا۔ حضرات حسینؑ اور پیران پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی نے کمال شفقت اور محبت پدرانہ کا اظہار فرمایا اور اپنی توجہ و فیض سے مشرف و سرفراز فرمایا۔ (سلطان الاوراد۔ صفحہ ۲۰۶)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۷۶۔ ایک درویش اپنی ابتدائے ارادت کا ذکر فرماتے ہیں کہ میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا، وہ مجھ سے کام کراتے اور میں خوش ہو کر کرتا تھا۔ ایک دن فقراً کے لئے گوشت لانے کا حکم دیا۔ میں قصائی کے پاس گیا۔ گوشت خریدا اور ایک برتن میں لے کر جوں ہی چلنے کے لئے مڑا تو ایک شخص، جو سامان سے لدا ایک گھوڑا ہانک کر لارہا تھا، نے مجھے گھونسا مارا اور میں قصاب کے باڑے کی ایک میخ سے سخت زخمی ہو گیا۔ قصاب جوں ہی میری مرہم پٹی سے فارغ ہوا تو گھوڑے والا وہی شخص اپنے تین ساتھیوں کو لئے آن پہنچا اور کہنے لگا کہ میرا بٹوہ گم ہو گیا ہے جس میں دس دینار تھے۔ وہ لوگ مجھے اور قصاب کو پکڑ کر کو توال کے پاس لے گئے اور کہا کہ انہوں نے ہمارا بٹوہ چرایا ہے۔ اس پر کو توال نے ہمیں کوڑے لگوائے۔ جس برتن میں میں نے گوشت لیا تھا، اتفاق سے بٹوہ بھی اس میں مل گیا۔ پس کو توال نے میرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ تیل گرم کیا جانے لگا، لوگ جمع ہو گئے اور سب نے مجھے خوب مارا مگر میں صبر کئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے رہا۔ ایک سپاہی نے مجھے چور ڈاکو کہتے ہوئے زور سے جھٹکا دیا جس سے میں منہ کے بل زمین پر جا گرا۔ عین اس وقت مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ تبسم فرماتے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں ابھی سیدھا کھڑا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میری تمام پریشائیاں دور ہو گئیں کیونکہ اسی وقت کسی پکارنے والے نے پکارا کہ لوگو! جسے تم نے پکڑا ہے، وہ تو شیخ کا خادم ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ مجھے دیکھنے لگے اور کہا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کے بعد کو توال سیت سب نے مجھ سے معافی مانگی۔ بٹوے والا بھی گریہ و زاری کرنے لگا تو میں نے سب کو جواب دیا: اللہ میری اور آپ کی مغفرت فرمائے، یہ ایک امتحان تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بٹوے کی رقم اور گھوڑے پر لدا سامان شیخ ہی کے لئے تھا۔ جب میں گوشت لے کر خانقاہ میں پہنچا اور تمام قصہ شیخ کو سنایا تو انہوں

نے فرمایا: جس نے صبر کیا، کامیاب ہو گیا۔ اے فرزند! فقراً کے ساتھ میں تیری حالت دیکھ رہا تھا کیونکہ اس کا مجھے پہلے سے علم ہو گیا تھا۔ نیز یہ فرمایا: یہ واقعہ راہ طریقت میں تیرے کامل ہونے کا ذریعہ بن گیا، اب تو جہاں چاہے سفر کر۔ (روض الریاحین)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۷۔ دوران جہاد ایک مرتبہ عین حالت نماز میں انگریز فوج نے مجاہد کبیر اخوند صاحب سوات قدس سرہ اور آپ کی جماعت کا محاصرہ کر لیا کہ دفعتاً ابر آگیا اور برسنے لگا۔ گھپ اندھیرا چھا گیا اور انگریزی فوج پر ایسا زعب طاری ہوا کہ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ مجاہدین جیسے ہی نماز سے فارغ ہوئے، ان کا تعاقب کیا اور کئی ایک مارے گئے۔ (اس موقع پر حسب ذیل واقعہ سے سالار بدرو حنین رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت اخوند صاحب سوات کی مدد کے لئے تشریف لانے کی شہادت ملتی ہے):

اسی وقت ایک افغانی غلے کے وزنی تھیلوں کو اپنے اونٹوں پر لادے بغیر کی پہاڑی پر چڑھ رہا تھا۔ راستے کے نشیب و فراز کی وجہ سے تھیلے گر گئے۔ وہ اتنے وزنی تھے کہ یہ تنہا انہیں اونٹوں پر نہ لاد سکتا تھا۔ اسی عالم پریشانی میں حیران کھڑا تھا کہ چار سوار وہاں سے گذرے۔ اس نے ان کو سلام کیا تو سب نے سلام کا جواب دیا اور چلے گئے۔ آخری سوار کو بھی جاتے ہوئے جب اس نے دیکھا تو عالم مایوسی میں کہا: ماشاء اللہ آپ نیک لوگ ہیں لیکن اس غریب پر کسی کی توجہ نہیں۔ آخری سوار نے پوچھا: ”تیرا کیا مسئلہ ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ ان وزنی تھیلوں کو لادنے میں آپ کی مدد درکار ہے۔ انہوں نے اپنے نیزے سے جوں ہی تھیلوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ تھیلے از خود اپنی اپنی ساریوں پر لد گئے۔ یہ دیکھ کر وہ بے حد حیران ہوا اور قسم دے کر دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں؟ ان آخری سوار نے جواب دیا: ”پہلے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، دوسرے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، تیسرے محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور میں سید محمد گیسو دراز (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں۔ یہ شخص جو تھے بزرگ سے واقف نہ تھا۔ جب گھر پہنچا اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دکن کے قطب ہیں۔ (آخری سوار نے یہ بھی فرمایا کہ یہ افغانی ہمیں کیا ستارہا ہے؟ ہم کو تو سوات کے اخوند صاحب کی مدد کو پہنچنا ہے۔ (احوال العارفین تذکرہ قطب الاولیاء غازی اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات قدس سرہ صفحہ ۱۰۵)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۷۸۔ محترمہ رضیہ لال شاہ تہجد گزار خاتون تھیں۔ درود و سلام کی کثرت کیا کرتی تھیں۔ انہیں دو مرتبہ تہجد کے وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری مرتبہ جنوری ۱۹۸۱ء میں، جب محترمہ حسب معمول گنگ محل گلبرگ، لاہور کے لیکچر ہال میں بیٹھی مطالعہ کر رہی تھیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ بحالت بیداری تشریف لائے۔ آپ جلدی میں تھے اور محترمہ کو بھی جلدی چلنے کو فرمایا۔ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل پڑیں، لیکن چند قدم چلنے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد ۳۰ جنوری کو جمعہ کی نماز کے لئے وضو کرتے ہوئے محترمہ نے رحلت فرمائی۔

(درود شریف کے فوائد از محترم فیاض حسین چشتی نظامی۔ صفحہ ۶۵ تا ۶۶)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۷۹۔ سیدی ادریسی یمن کے رہنے والے تھے۔ پشتینی پیرزادہ۔ نام سیدی محمد ابن علی ابن احمد ابن ادریس ہے۔ آپ کا عرف ادریس اپنے پردادا کے نام سے منسوب ہے۔ سید ادریس شاذلی طریقہ شاذلیہ کے بڑے صاحب کمال درویش تھے۔ سیدی ادریس ان تمام محاسن کا مجموعہ تھے جو ایک درویش میں ہونے چاہئیں۔ ان کے دادا سید احمد کی نسبت عام طور پر یہ عقیدہ ہے کہ انہوں نے عالم بیداری میں حضرت محسن انسانیت ﷺ کی زیارت کی تھی۔

۱۹۲۶ء میں سیدی ادریسی ۳۲ سالہ نوجوان تھے۔ روزانہ ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار عرب آپ کے مرید ہوتے تھے اور یہ کام آدھ گھنٹے سے ایک گھنٹہ میں ختم ہو جاتا تھا۔ ایک بڑے میدان میں مرید جمع ہوتے اور ان کے چاروں طرف رسی کا ایک حلقہ بنا دیا جاتا۔ پھر سیدی ادریسی ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اس کے سرے ہاتھ میں لے کر تلقین فرماتے اور شریعت کا پابند رہنے کا عہد لیتے اور بیعت کی تعلیم مکمل کر کے ان کو رخصت کرتے۔ آپ کے مرشد حضرت شیخ احمد سنوسی الجزائر کے مالکی مسلمان بہت بڑے عالم اور علم جفر کے ماہر تھے، جنہوں نے ۱۹۳۲ء میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا تھا۔ سیدی ادریسی کا فتویٰ ہے کہ نئی طاقتیں حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پہلے عقائد کو چنتہ کر لیں اور اپنے وجود کو اسلام کا نمونہ بنالیں۔ اس کے بعد جو کام ہو گا اچھا ہو گا۔ مرد مومن تقویٰ سے پہچانا جاتا ہے۔ پہلے متقی بنو پھر نئی روشنی کے تمام ہتھیار زیب تن کر لو، کچھ ڈر نہیں۔ اسی بات کو علامہ اقبالؒ نے یوں فرمایا ہے:

جو ہر میں ہو لالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانا!

عرب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو "سیدنا" اور باقی تمام بزرگوں کو "سیدی" کہتے ہیں، بالخصوص جب کسی غائب شخص کا ذکر آئے اور عرب اسے "سیدی" کہیں تو سمجھ لو کہ وہ کوئی بہت بڑا انسان ہے۔ (چار درویشوں کا تذکرہ از مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلی والے)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۰۔ ایک مجذوب حضرت سائیں توکل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور گذشتہ رات حضرت رسول اللہ ﷺ اور چاروں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے یہاں تشریف لائے تھے۔ جب حضرت رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) میرا حصہ۔ تو حضور ﷺ نے آپ کا نام لے کر فرمایا تھا کہ "ان کے پاس جا، وہیں کھانا کھا اور وہیں تیرا حصہ ہے۔ ہم وہیں سے آرہے ہیں۔" اگر وہ رات والی بات درست ہے تو مجھے کھانا کھلا دیں۔ چونکہ مجذوب کریمہ المنظر تھا، کچھ مریدوں نے اس سے کچھ کہنا چاہا جس پر سائیں صاحب نے فرمایا: ہوں ہوں..... کبھی عام لوگوں کے لباس میں خاص لوگ بھی ہوتے ہیں۔ آپ نے اسے کھانا کھلایا۔ پھر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ وہ مجذوب بولا: حضرت جی! میرا کام ہو گیا۔ اور وہ چلا گیا۔ بعد میں سائیں صاحب نے فرمایا: یہ ٹھیک کہتا تھا، بے شک رات کو حضرت رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف لائے تھے۔ (ذکر خیر معروف بہ صحیفہ محبوب مرتبہ حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب، خلیفہ اعظم حضرت سائیں توکل شاہ صاحب۔ صفحہ ۱۳۸ تا ۱۳۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۱۔ ایک مرتبہ حیات و موت کے مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت مشہور ہے کہ آپ حیات ہیں، حالانکہ آپ کا وصال ہوا اور آپ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ اگر آپ واقعی حیات النبی ہیں تو اس حیات کے کیا معنی ہیں؟ حضرت سائیں توکل شاہ نے فرمایا کہ بلا شک و شبہ حضرت رسول اللہ ﷺ حیات النبی ہیں۔ اس حیات کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح تصرفات و اختیارات آپ سے بوقت حیات جسمانی جاری تھے، اسی طرح آج بھی جاری ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار روضہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور اپنے کپڑے مجھے دے کر اپنے گھوڑے کے آگے کر لیا۔ میں بتلاتا جاتا تھا کہ یہ آپ کا عاشق صادق ہے۔ یہاں آپ کے دین

کی بڑی ترقی ہوئی۔ میں ساتھ ساتھ چلتا آیا یہاں تک کہ ہم سرہند شریف (بھارت) پہنچ گئے۔ میں نے کہا اس جگہ آپ کے دین کو بڑی ترقی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ کی حدیث شریف اور قرآن مجید پڑھا گیا۔ پھر جو خیال آیا تو دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے روضہ مبارک کی جگہ ایک نہایت خوبصورت بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے نیچے اترے اور گھوڑا مجھے پکڑا کر اس بارہ دری میں تشریف لے گئے۔ بڑی دیر تک اندر رہے۔ نہیں معلوم باہم کیا اسرار کی باتیں ہوئیں۔ پھر باہر تشریف لائے اور سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف چلے۔ میں مدینہ منورہ تک آپ کے ہمراہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس ملک میں ضرورت ہوتی ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ”جو شخص دل سے مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے، میں اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں ورنہ فرشتے لا کر میرے حضور پیش کر دیتے ہیں۔“

حدیث پاک سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جمعرات کی شب کو تمام امت کے درود اور اعمال حضور اقدس ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات کو کوئی سونے لگا تو اس کو کچھ خیال نہ تھا مگر صبح اٹھا تو محبت رسول اللہ ﷺ اس کے دل میں موجزن تھی اور دین و سنت کی پیروی کو از خود اس کا دل چاہنے لگا۔ غرض حضرت رسول پاک ﷺ اب بھی امت کی پرورش فرماتے ہیں جس سے حیات النبی کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ذکر خیر صفحہ ۱۳۸)

حضرت شیخ ابوالمواہب شاذلی فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا خواہش مند ہو، اسے چاہیے کہ کثرت سے رات دن آپ کا ذکر کیا کرے (درود شریف پڑھا کرے)۔ ساتھ ہی اولیاء اللہ کی محبت بھی ہو ورنہ باب بارت مسدود رہے گا، اس لئے کہ اولیاء اللہ لوگوں کے سردار ہیں۔ ان کے غصے سے ہمارا رب خفا ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت رسول اللہ ﷺ بھی خفا ہوتے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ ایسے امور پر مطلع ہوتے ہیں جن کی اطلاع علماء کو نہیں ہوتی۔ لہذا جو شخص کامیاب ہونا چاہے، ان حضرات کے ساتھ ادب و تسلیم کا برتاؤ کرے (فہم عظمیٰ، جلد سوم اردو ترجمہ انسیدہ عبدالغنی دار ثی۔ صفحہ ۳۰۴) حضرت شاذلیؒ کو بکثرت حضور انور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۸۲۔ سوئدھے خان، ساکن نگر ا، ضلع ہوشیار پور سے نقل ہے کہ میں اپنے بھائی کے ہمراہ فوج میں ملازم تھا۔ عراق گیا اور وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں

نے میرا وطن دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ وہاں قصبہ جہان خیل بھی ہے اور وہاں کوئی بزرگ خواجہ قادر بخش بھی ہیں۔ میں نے کہا خواجہ صاحب کی تو حال ہی میں وفات ہو گئی۔ یہ سن کر انہوں نے اس قدر آہ و زاری کی کہ ان کو غش آ گیا۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ جب انہیں ہوش آیا تو مجھ سے پوچھا کہ وہاں تم نے ان کو دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ جی ہاں، دیکھا تھا۔ یہ سن کر وہ پھر گریہ و زاری کرنے لگے اور پھر وہی حالت ہو گئی۔ غرض انہوں نے تمام شب اسی طرح رور و کر گزاری۔ صبح میں نے دریافت کیا کہ آپ ان کو کس طرح جانتے ہیں؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ ہم دونوں ایک ساتھ فوج میں ملازم تھے۔ جب جنگ کابل میں راجہ رنجیت سنگھ گئے تو ہم دونوں ساتھ تھے۔ ان کا اور میرا ہمیشہ دستور رہا کہ اتوار، پیر اور بدھ کو روزہ رکھتے تھے۔ وہ ہر صبح مجھ سے پوشیدہ ہو کر لوٹا اور جاء نماز لے کر کہیں جایا کرتے تھے۔

ایک روز میں بھی چھپ کر تجسس میں ان کے پیچھے گیا۔ انہوں نے ایک تالاب پر وضو کیا اور جاء نماز بچھا کر اذان دی۔ اتنے میں ایک سمت سے پانچ سوار غیب سے نمودار ہوئے۔ ان کے بدن پر سبز پر مزین تھے۔ انہوں نے آکر سلام علیک کے بعد مصافحہ و معائنہ کیا اور پھر نماز کی تیاری کی۔ ان میں چار مقتدی اور ایک امام بن گیا۔ جماعت میں خواجہ صاحب بھی شامل تھے۔ جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو میں بھی قریب پہنچ گیا اور سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور چپ چاپ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے، مگر خواجہ صاحب نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کئی روز تک ان سے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے اور آپ کے پاس کیوں آئے تھے؟ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر جب میں نے اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیا کہ سچ بتائیں وہ کون لوگ تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ خبردار یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا، وہ حضرت رسول پاک ﷺ چاروں خلفائے راشدین کے ہمراہ تھے۔ میں نے کہا مجھے کس طرح زیارت ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیری قسمت میں یہی تھا، اگر تیری قسمت یادری کرتی تو تو بھی نماز میں شریک ہو جاتا۔ اس بوڑھے آدمی نے اپنا نام عبدالغنی بتایا اور کہا میں ریاست ”کچھ“ علاقہ کاٹھیاواڑ (بھارت) کا رہنے والا ہوں۔

(لمعات کمالات قادریہ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)

مولای صل وسلم وامنم ابدا
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۳۔ ہمیشہ کریم بخش، ساکن جہاں خیل سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ

قادر بخش باہر سے تشریف لائے۔ میں ان کے پیچھے پہنچ گئی اور حضرت خواجہ صاحب سے بیان کیا کہ ایک بزرگ تحصیل شکر گڑھ کے باشندے ہیں۔ ان کے یہاں دو پٹھان آئے اور کہا ہمیں حضور نبی پاک ﷺ کی زیارت کرادیجیے۔ انہوں نے ان کو ایک درود شریف پڑھنے کو بتادی، مگر چونکہ وہ ہلکے تھے اس وجہ سے صحت لفظی کے ساتھ ادا نہ کر سکے۔ چالیس روز بعد آئے تو آکر کہا کہ ہماری مراد بر نہ آئی۔ آپ نے فرمایا: جس طرح میں پڑھتا ہوں اس طرح پڑھو، ضرور اثر ہوگا۔ پھر انہوں نے آپ کے فرمان کے مطابق پڑھا اور مراد کو پہنچے۔ خواجہ صاحب میں اسی غرض سے آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا: مائی! یہ وقت مغرب کا ہے، پھر آنا۔ یہ کہہ کر خواجہ صاحب نماز میں مشغول ہو گئے اور میں چلی گئی۔ دوسرے دن پھر حاضر خدمت ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: ان بزرگ نے تو وظیفہ بتا کر حضور اقدس ﷺ کی زیارت کرائی تھی جب کہ فقیر ابھی زیارت کرائے دیتا ہے، اور اسی وقت مراقبہ فرما کر دربار رسول مقبول ﷺ میں استدعا کی۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم زیارت کر لی۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: مائی! جو کچھ عرض کرنا ہے کر لے۔ پس میں نے دل کھول کر عرض و معروض کی۔ زبے قسمت کہ حضرت خواجہ صاحب کے طفیل مجھے زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ (لمعات کمالات قادریہ۔ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۵)

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۴۔ محمد تھے خان (۱۸۷۱ء تا ۱۹۸۰ء) کالاہور کے ایک زرگر خاندان سے تعلق تھا۔ ڈیزل جنریٹروں اور بجلی کے کاموں کو سرانجام دے کر روزی کماتے تھے۔ نو برس کی عمر میں پہلی بار آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ لگن پچی تھی جس نے آپ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے مدینہ طیبہ کا باسی بنادیا، وہیں وفات پائی اور جنت البقیع میں قیامت تک کے لئے محو استراحت ہیں۔ فرماتے تھے کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو چلتا پھرتا دیکھتا ہوں۔ مدینہ طیبہ میں حاضر ہونے والے اس شخص پر برس پڑتے جو کلین شیو (ڈاڑھی منڈا) ہوتا۔ فرماتے تھے کہ کس منہ سے اس مقدس شہر میں آئے ہو؟ حضور اقدس ﷺ کی سنت پر عمل پیرا نہیں ہو اور آپ کے روضہ پر حاضری دینا چاہتے ہو، شرم کرو۔ (بارہ عاشقان رسول صفحہ ۵۲ تا ۵۳ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۵۔ شیخ طاہر بخش حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے۔ سپاہی تھے۔ ایک مرتبہ فوج

ایک قلعہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اشارہ میں شب کو آپ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم فوج سے الگ ہو جاؤ اور فقر و تجرید اختیار کرو۔ آپ فوراً فوج سے علیحدہ ہو گئے اور گدڑی پہن لی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خرقة پہنایا۔ سنا ہے بدتوں خلوت و جلوت میں آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک کا مشاہدہ کرتے رہے۔ (اردو ترجمہ زبدۃ المقامات)

بہالت بیداری خواص اولیا کو دیدار مصطفوی ﷺ ہو سکتا ہے۔ (دیکھو حیات جاوداں صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۷۔ از ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ سابق صدر شعبہ ادب عربی۔ جامعہ اسلامیہ۔ بھاو پور)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۸۶۔ ایک بزرگ بالکل ان پڑھ تھے مگر قرآن پاک دیکھ کر نہایت صحیح اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ لوگوں کو تعجب تھا۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں التجا کرتا تھا کہ مجھے قرآن مجید کی تلاوت پر قدرت ہو جائے۔ ایک رات سویا تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول فرمائی ہے، اب قرآن پاک دیکھ کر پڑھ۔“ صبح اٹھا تو قرآن حکیم دیکھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ سب مجھ پر آسان ہو گیا۔ اب جہاں کہیں غلطی ہوتی ہے تو خود حضرت رسول اللہ ﷺ بتا دیتے ہیں کہ فلاں مقام پر یوں نہیں یوں ہے۔ (بغیۃ ذی الاحلام)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۸۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ بیدار ہوئے تو اس حدیث کی توجیہ میں متفکر تھے (جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمید تھی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے بہالت بیداری بھی مشرف ہوں گا۔ اتنے میں اپنی حقیقی خالہ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ایک آئینہ نکال کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے دیا۔ یہ وہ آئینہ تھا جسے حضرت رسول اللہ ﷺ استعمال کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوں ہی وہ آئینہ دیکھا تو اس میں انہیں حضرت رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک نظر آئی اور اپنی صورت مطلق نظر نہ آئی۔

(مناقب الحسن حضرت رسول نما ویسی دہلوی)

حضرت ابن عباسؓ کو بعد میں بیداری میں بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کا دیدار نصیب

ہوا۔ آپ نے اپنی کچھ پریشانیاں حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش کیں تو حضور ﷺ نے ایسے کلمات بتادیئے جن کے پڑھنے سے وہ پریشانیاں بالکل ختم ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس پر قادر ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی خواب میں زیارت کو بیداری کی زیارت کا سبب بنادے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ تو جب کسی انسان کی اس طرح عزت افزائی ہو سکتی ہے کہ وہ آپ کو زندہ و سلامت دیکھے تو پھر وہ آپ سے ہم کلامی کے شرف سے کیوں مشرف نہیں ہو سکتا؟ لہذا آپ سے کلام کرنے، سوال کرنے اور مسائل کے حل کے لئے آپ کے جواب حاصل کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں، اس پر نہ شرعاً انکار ہو سکتا ہے نہ عقلاً۔

اس زندگی کو زندگی ڈاکر میں کیوں کہوں جس زندگی میں سید کل پروبر نہ ہوں
مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۸۔ جناب سید رفیق احمد، سینئر سب جج، لدھیانہ، خلف الصدق جناب سید فیض محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد کے دل میں اپنی سیادت کی تصدیق کی تمنا پیدا ہوئی تو وہ حضرت توکل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنا عمامہ اُتار کر رکھا ہوا تھا اور وضو فرما رہے تھے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے پاس ادب سے عمامہ اٹھا کر انہیں دیا، جس پر وہ بہت خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں اس وقت حضرت سرورِ کونین ﷺ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ مجھ سے جواب طلب فرما رہے ہیں کہ ”تم اب سادات سے بھی خدمت لینے لگے ہو۔“ پھر شاہ صاحب نے مجھ سے معافی مانگی اور عہد لیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرو گے۔

(مذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۲۰ تا ۳۲۱)
مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۸۹۔ مولانا مشتاق احمد مرحوم مفتی ریاست مالیر کوئٹہ (بھارت) نے فرمایا کہ میں جب مدینہ منورہ گیا تو وہاں کے مشائخ سے سنا کہ امسال روضۃ الطہر سے عجب کرامت کا ظہور ہوا۔ ایک نوجوان نے جب درگاہ رسالت مآب ﷺ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا تو فوراً جواب آیا ”وعلیکم السلام یا ولدی“ (وعلیکم السلام اے میرے بیٹے) جسے وہاں موجود سیکڑوں لوگوں نے سنا۔ بعد میں آپ ہی تو دارالعلوم دیوبند (اب اسلامک یونیورسٹی دیوبند، یوپی، بھارت) کے مشہور و معروف مدرس اول شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے نام سے مشہور ہوئے اور ۱۳۷۷ھ میں ہجرت ۸۱ سال وہیں وصال فرمایا۔

(سلاسل طیبہ۔ صفحہ ۷۷، الجھوتہ شیخ الاسلام نمبر)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۰۔ مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، فوج کشی کا حکم دیا۔ اس لشکر نے حرہ کے مقام پر ڈیرہ ڈالا۔ ایام حرہ میں مدینہ منورہ میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور مسجد نبوی ﷺ میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ آپ کو افضل التابعین کہا جاتا ہے۔ ابو نعیم، ابن سعد، امام دارمی، زبیر بن بکار اور علامہ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ بعد اقامت ہوتی اور میں اس اقامت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں نماز ادا کرتا تھا۔ میں نے پندرہ نمازیں اسی صورت ادا کیں۔ (جذب القلوب صفحہ ۱۸۸، مدارج جلد ۲۔ صفحہ ۹۵۔ حلیۃ الاولیاء، قول بدیع، وفاء الوفاء، خصائص الکبریٰ)

کوئی سہارا نہ تھا۔ بیٹیاں جوان تھیں اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہو چکے تھے۔ خلیفہ وقت نے وظیفہ مقرر کرنا چاہا تو اسے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ مجھے وظیفہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو بتا دیا ہے کہ نہایت پابندی کے ساتھ ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لیا کرو، ان شاء اللہ کبھی روپے پیسے کی تنگی نہ ہوگی (یہ مجرب ترین مسنون عمل ہے)۔ آپ کا وصال عمر ۸۴ سال ۹۳ھ میں ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۱۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ کے ایک شاگرد شیخ عبدالقادر الشاذلی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت امام الانبیاء ﷺ کی بیداری میں زیارت کی اور آپ نے مجھے ”یا شیخ الحدیث“ فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) کیا میں جنتی ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے عرض کیا: کیا بغیر کسی سابقہ عذاب کے جنت میں جاؤں گا۔ حضور پر نور ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا: ”ہاں تیرے لئے یہی ہے۔“

(جامع کرامات اولیاء دوم۔ صفحہ ۹۸۱ تا ۹۸۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۲۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ محض دلیل و برہان سے نہیں بلکہ دیکھتی آنکھوں سے حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف

ہوں یعنی فرمایا کہ ذات مصطفیٰ ﷺ کی جامعیت و تعارف پر قرآن مجید اور حدیث شریف میں جو دلائل و علامات مذکور ہیں، ان کی روشنی میں نہیں اور نہ ہی خواب میں آپ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوتا ہوں کہ یہ مقام تو بہت سے میرے بھائیوں کو بھی حاصل ہے، بلکہ میں سردارِ دو عالم ﷺ کے دیدار مبارک سے بحالت بیداری مشرف ہوتا ہوں۔ جیسے سیدی احمد الرفاعی قدس سرہ اس دولت بیدار سے مالا مال ہوئے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کو جنت میں تخت پر بٹھایا۔ (سعادت الدارین، جلد دوم۔ صفحہ ۹۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۲۔ امام بوصیریؒ کے قصیدہ ہمزہ کے ایک شعر کا ترجمہ = (کاش مجھے اس چہرہ اقدس کی خصوصی زیارت نصیب ہوتی جس کے دیکھنے سے ہر دیکھنے والے کی بدنہی جاتی رہتی ہے)۔ اس مقام پر آخر میں فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے والد کے شیخ محمد بن ابی الجہلؒ کثرت سے بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے یہاں تک کہ جب کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے میں اسے حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش کر لوں۔ پھر اپنا سر گریبان میں لے جاتے۔ پھر فرماتے کہ حضور ﷺ نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے اور پھر ویسا ہی ہوتا جیسا فرماتے، کبھی اس سے مختلف نہ ہوتا تھا۔ (سعادت الدارین، حصہ دوم۔ صفحہ ۴۳۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۳۔ شیخ عبدالغفار بن نوح القویؒ نے ”کتاب التوحید“ میں شیخ ابو یحییٰ ابو عبید اللہ اسوانی مقیم اخیم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سید الخلق حضرت رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت دیکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ لمحہ بہ لمحہ آپ کی خبریں بتایا کرتے تھے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۵۔ الیافعیؒ نے ”روض الریاحین“ میں لکھا ہے کہ مجھے بعض حضرات نے بتایا کہ وہ خانہ کعبہ کے گرد قرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو دیکھتے ہیں۔ یہ منظر اکثر جمعرات اور پیر کی رات کو نظر آتا ہے۔ انہوں نے میرے سامنے بہت سے انبیاء اکرام علیہم السلام کا نام لیا اور بتایا کہ خانہ کعبہ کے گرد ہر نبی کو مخصوص مقام پر بیٹھے دیکھا۔ ان کے ہمراہ ان کے رشتہ دار، اہل و عیال اور صحابہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل اولاد کعبۃ اللہ کے دروازے کے بالمقابل مقام ابراہیم پر بیٹھے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت رکن یمانی و شامی کے درمیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور آپ کے پیروکاروں کی ایک جماعت حجر اسود کی طرف بیٹھتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے گرد اتنی تعداد میں اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اتنی تعداد باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے گرد جمع نہیں ہوتی۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے امت کے ہمراہ رکن یمانی کے پاس بیٹھے دیکھا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۶۔ عارف باللہ امام شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو انعام و اکرام عطا فرمایا، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے حضرت رحمت کائنات ﷺ سے شدید قربت حاصل ہے اور اکثر اوقات میرے اور حضور اقدس ﷺ کی قبر اقدس کے درمیان والی مسافت لپیٹ دی جاتی ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات میں مصر میں ہوتے ہوئے بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کے روضہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس طرح ہم کلام ہوتا ہوں جیسے انسان اپنے ساتھی سے باتیں کرتا ہے۔ آگے فرمایا، بھائی! فقرائے ایسے دعوے تسلیم کر لو اور جب تک شریعت صراحتاً منع نہ کرے، انکار نہ کرو۔

امام قرطبیؒ نے ”تذکرہ“ میں حدیث صغیہ کے بیان میں اپنے شیخ کا یہ قول نقل فرمایا کہ موت عدم محض نہیں، یہ تو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ شہادت کے بعد بھی شہداء زندہ ہوتے ہیں۔ رزق پاتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور مبارک باد حاصل کرتے ہیں جب کہ دنیا میں یہ زندہ لوگوں کی صفات ہیں۔ جب شہداء کے لئے یہ سب کچھ ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام تو بطریقِ اولیٰ اس کے مستحق ہوئے۔ حضور نبی الرحمت ﷺ نے فرمایا: ”نبی زندہ ہوتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، زمین ان کے جسموں کو نہیں کھا سکتی۔ آپ نے یہ بھی خبر دی کہ جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجے میں اس کا جواب دیتا ہوں۔“

حضور انور ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ تصرف فرماتے ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ ہماری آنکھوں سے اسی طرح اوجھل ہیں جیسے روح و جسم کے ساتھ زندہ فرشتے، البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر کرم نوازی کرتے ہوئے پردہ اٹھانا اور اپنے حبیب ﷺ کا دیدار کرانا چاہتا ہے تو وہ بندہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو حقیقی صورت میں دیکھتا ہے، کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

(تجوید الحکک از علامہ جلال الدین سیوطی)

استاذ علامہ شیخ محمد خطیبی مدفون بیت المقدس کے فتویٰ میں حسب ذیل سوالات کا جواب ہے:

- (۱) ایک شخص حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب یا بیداری میں دیکھتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟
- (۲) کیا حقیقت میں وہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات باریکات کو دیکھتا ہے؟
- (۳) اس کا کیا حکم ہے کہ دو شخص بیک وقت آپ کو دیکھتے ہیں، حالانکہ ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں؟

استاذ علامہ شیخ محمد خطیبی نے فرمایا کہ حفاظ ربہم اللہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نیند یا بیداری میں حضور اقدس ﷺ کا دیدار جائز ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا دیکھنے والا آپ ہی کی ذات شریفہ کو حقیقتاً دیکھتا ہے یا ایسی مثال جو حقیقت کی خبر دیتی ہے۔ ایک جماعت پہلے قول کی طرف گئی ہے جب کہ امام غزالی، الیاقنی، القرانی اور دیگر دوسرے قول کی طرف۔ پہلی جماعت کی دلیل یہ ہے کہ چراغ ہدایت، نور ہدایت اور شخص المعارف ﷺ کا دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے نور، چراغ اور سورج نور سے نظر آتے ہیں اور نظر آنے والی سورج کی تکیہ مع اپنی صفات و عوارض کے نظر آتی ہے۔ ایسے ہی سرکار دو عالم ﷺ کا جسم کریم اور بدن شریف ہے۔ پس روضہ اقدس سے آپ کی جدائی اور لحد انور کا آپ سے خالی ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کے سامنے سے پردہ چاک کر دیتا اور رُکاوٹ ہٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ آپ کو دیکھ لیتا ہے۔ چاہے وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں یا پردے اتنے شفاف کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کے پیچھے والی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ (سعادت الدارین، حصہ دوم، صفحہ ۷۷-۷۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیب خیر الخلق محمد

۹۷۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے فرمایا کہ جس وقت مدینہ شریف میں تھا تو روضہ اقدس پر حاضری دیتا پائنتی کی طرف جا کر سلام عرض کرتا اور اسی جگہ نماز میں مشغول ہو جاتا تھا۔ زیارت کرنے والے میرے آگے سے گزرتے رہتے تھے۔ میں نے روضہ مبارک سے آواز سنی ”والدی لا تم بین یدی زواری“ (یعنی اے فرزند! کھڑا نہ ہو واسطے نماز کے زویر و میرے زانروں کے)۔ پس میں اس جگہ سے دور ہو گیا اور گوشہ روضہ میں دیوار کے سامنے مشغول ہو گیا کیونکہ میں نے تحقیق کر لیا کہ وہ آواز حضرت رسول اللہ ﷺ کی تھی اور یہ بات دن میں حالت بیداری میں تھی۔ اس آواز کو مدینہ منورہ کے شریفوں نے بھی سنا تھا۔ یہ خبر مشہور ہوئی اور لوگوں نے یقین کر لیا کہ

میں سید ہوں جس کی شہادت خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

(ملفوظات حضرت محمد دوم جہانیاں جہاں گشت، حصہ دوم صفحہ ۳۷۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۸۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ایک دن سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور اس قدر روئے کہ بے حال ہو گئے۔ اسی حالت میں نیند آگئی۔ جب سو گئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھے کہ شاید بحالت خواب آپ کچھ بڑبڑا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگا دیا۔ آپ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ میں اس وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور عرش کے نیچے تھا اور آپ جناب باری میں بہضرع عرض کر رہے تھے کہ ”میری امت کو بخش دے۔“ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ اس قدر پریشان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی مراد بر لائے گا۔ یکا یک ندا آئی: ”ہم نے بخشا، ہم نے بخشا۔“ اتنے میں آپ نے مجھے جگا دیا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ کس قدر امت بخشی گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی یہ بات ختم نہ کی تھی کہ روضہ اقدس سے آواز آئی: ”سب بخش دیئے گئے“ (الحقۃ المرصیہ)۔ مراد یہ ہے کہ جو طریقہ نبویہ ﷺ پر چلے گا بخشا جائے گا۔ یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ انجام کار پوری امت محمدیہ نجات پا کر جنت میں داخل ہو جائے گی اگرچہ بعض گناہ گاران امت پہلے سزا کے طور پر عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۹۹۔ ایک بزرگ نے مکاشفہ (شم بیداری) میں دیکھا کہ سید الانبیاء ﷺ فرما رہے ہیں کہ ”مجھے ان (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم) کی یہ ادا بہت پسند ہے کہ کوئی وقت ضائع نہیں کرتے۔“ (محببتیں، حصہ اول۔ صفحہ ۵۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۰۔ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اپنے احباب کے ہمراہ مدینہ منورہ میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہیں حضور اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد کئی ماہ قیام فرمایا تھا۔ نوافل ادا کر رہے تھے کہ اچانک خیال آیا کہ یہ اصلی جگہ ہے بھی کہ نہیں؟ کیونکہ سعودی حکمرانوں نے اکثر مقدس مقامات کے نشانات مٹا دیئے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی مولانا نیازیؒ نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ

حضرت رحمت کائنات ﷺ اونٹنی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ (مصنف / مؤلف کتاب ہڈانے ۱۹۷۳ء میں جج کیا۔ اس کے بعد ۱۹۹۸ء میں عمرے کے لئے گیا۔ اس اثناء میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ دونوں مقدس شہروں میں اس قدر انقلاب آپکا ہے کہ پہچانے نہیں جاتے۔ اب تو یہ پورا محلہ جنت البقیع تک مسجد نبوی ﷺ کا حصہ بن چکا ہے۔ اس زمانے میں یہ مبارک مکان موجود تھا۔ میں نے بھی زیارت کی ہے)۔

(ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جولائی ۲۰۰۱ء)

مولانا نیاز علی کلیم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو موضع انک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے اور ۹ مئی ۲۰۰۱ء میں وصال فرمایا۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

۱۹۳۳ء میں اشاعت اسلام کالج، لاہور میں داخلہ لیا جہاں کا نصاب علامہ اقبالؒ نے مرتب کیا تھا۔ تین سال بعد ”ماہر تبلیغ“ کی سند حاصل کی جس پر علامہ کے دستخط تھے۔ ۱۹۳۶ء میں اسلامیہ کالج، لاہور میں داخل ہوئے جہاں حمید نظامی، میاں شفیع (م ش) اور عبدالسلام خورشید جیسے ملی سوچ کے حامل اور مسلم اُمہ کی زبانوں پر فکرمند رہنے والے طلباء کے گروپ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی تو آپ کو بھی جیل جانا پڑا۔ دو سال بعد رہا ہوئے۔ آپ کی حق گوئی ضرب المثل ہے۔ حلقہ یاراں میں ابریشم اور رزم حق و باطل میں فولادی قوت کے مالک تھے۔ حضور نبی پاک ﷺ کے لیے شیفنگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ کو قائد اعظمؒ، علامہ اقبالؒ، اسلام اور پاکستان سے عشق تھا۔ قیام پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔

علمائے اکرام و اولیاء عظام کا فیضان
پاکستان! پاکستان! پاکستان!!!
مولای صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۱۔ حضرت احمد احمدی صعدیؒ درود شریف کی کثرت کیا کرتے تھے۔ خود کہتے ہیں کہ وہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت بابرکت کے لئے جاتے تو سید کل ﷺ آپ کے سوال کا جواب ارشاد فرماتے۔ بقول منادیؒ وصال ۱۰۰۹ھ میں ہوا۔ مقام صعد میں بنی احمد کے زاویہ میں دفن ہوئے۔ (جامع کرامات اولیاء حصہ دوم۔ صفحہ ۷۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۲۔ حضرت احمد بن عیسیٰ بن قلاب کلابیؒ کی نسبت صحابیؒ رسول حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اکابر علماء و اولیاء سے تھے۔ ایک ولی نے بتایا کہ آپ کے درس

کو ملاحظہ فرمائے حضور امام الانبیاء ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ کی زیارت کی۔ کئی مدارس بالخصوص جوہریہ و اشرفیہ کے اخراجات آپ ہی کے ذمہ تھے۔ اسی طرح علامہ شوئی نے جامعہ الازہر میں جو مرکز (شیوخ) حضور نبی مکرم ﷺ کے ذکر پاک اور صلوٰۃ و سلام کے لئے بنا رکھا تھا، اس کے اخراجات بھی آپ ہی کے ذمہ تھے۔ ۱۰۲۷ھ میں وصال ہوا اور حضرت امام شافعیؒ کے قریب دفن ہوئے۔

(جامع کرامات اولیاء حصہ دوم۔ صفحہ ۴۲۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۳۔ حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوریؒ کے مرشد حضرت سید یحییٰ سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو گیا کہ جس کی وجہ سے چہرہ مبارک پر زہد و تقویٰ کے نور میں آثار تیرگی محسوس کرنے لگے۔ پس اپنے جرم کی مکافات کے لئے حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور روضہ مبارک کے چاروں طرف بارہ برس جا رو بہ کشتی فرماتے رہے، پھر روضہ مبارک کے اندر داخل ہونے کے لئے عرب محافظین سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت نہیں دی۔ تب آپ نے ”یا جدی“ کی صدا لگائی جس کے جواب میں ”یا ولدی“ کی ندا آئی، جسے سب نے سنا۔ اس آواز کو سنتے ہی محافظین نے آپ کو روضہ اطہر کے اندر جانے کی اجازت دے دی، جہاں جا کر اپنے دل کی کہانی کہہ سنائی۔ جرم تو معاف ہو ہی چکا تھا، دل کی روشنی نے چہرہ مبارک کو نورانی کر دیا۔ حضور ﷺ کے حسب الحکم مونگیر (بھارت) پہنچ کر مولانا شہباز سے ملے، جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (مشاہیر اسلام، جلد اول از ملک نواب علی خان اعوان پرنالوی۔ صفحہ ۲۰۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۴۔ شاہ صیخت اللہ بہرہ جی عطاری نام، مجدد الدین لقب، نائب رسول اللہ ﷺ خطاب، آپ کے نانا حضرت گیسو درازؒ کے داماد تھے۔ حرمین شریف گئے اور پھر مدینہ منورہ میں متوطن ہو گئے۔ صبح شام حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے روضہ اطہر پر حاضری دیتے تھے۔ قدم مبارک کی جانب کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام بھیجتے تھے۔ کبھی آپ کے سر مبارک کی جانب نہ جاتے تھے۔ ایک روز روضہ منورہ سے ارشاد ہوا کہ ”تو دکن جا، پھر بلاؤں گا۔“ آپ اسی وقت روزانہ ہو گئے۔ ۱۰۰۰ھ میں بیجاپور (دکن، بھارت) پہنچے۔ پانچ سال بعد پھر مدینہ منورہ آ گئے۔ روضہ اقدس کی جالی کے اندر کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ فاتحہ کے لئے آپ اندر داخل ہو گئے تو خواجہ سراؤں

نے کہا: یہاں سے نکلو، یہاں کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، مستغرق تھے۔ آپ کے سب ہمراہی باہر آگئے اور فرش بچھا کر وہاں بیٹھ گئے۔ رات کو حضرت رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے اور سب کو زجر و تنبیہ کی کہ ”تم نے میرے فرزند کو جو مجھ سے ملنے کو آیا، اندر نہ آنے دیا۔“ علی الصبح خواجہ سراؤں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہی اور اجازت دی کہ آپ روضہ مبارک کی جالی کے اندر جائیے۔ پھر آپ نے تین بار کہا: یا جدی، یا جدی، یا جدی۔ فی الفور اندر سے آواز آئی: ”یا ولدی، یا ولدی، یا ولدی۔“ آپ مدینہ شریف سے باہر نہ جاتے تھے کہ کہیں باہر انتقال نہ ہو جائے۔ سلسلہ ہٹا رہے کہ آپ نے حجاز میں عام کیا۔ ۱۶۰۷ء میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور ایک عرصہ تک مزار زیارت گاہ خاص و عام بنارہا۔

(تذکرہ اولیائے دکن، جلد اول صفحہ ۳۶۵۔ محبوب ذی السنن، جلد اول صفحہ ۳۶۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۱۰۵۔ سید شاہ اولیاء ملقب بہ سلطان الاولیاء حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ گئے۔ آپ نے روضہ پاک کی جالی کے اندر جانا چاہا تو خدام مانع ہوئے۔ آپ نے کہا کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا فرزند ہوں، مجھے منع نہ کیجیے، میں جالی کے اندر جا کر اپنے جد امجد (ﷺ) کی زیارت کروں گا۔ خادموں نے کہا کہ ہم روضہ اطہر کو قفل لگاتے ہیں، اگر آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرزند ہیں تو قفل خود بخود کھل جائے گا۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ۔ خادموں نے روضہ مبارک کے دروازے کو تالے سے بند کر دیا۔ آپ نے دروازے کے مقابل کھڑے ہو کر تین بار پکارا: یا جدی۔ اسی وقت روضہ پاک سے آواز آئی: ”یا ولدی“ اور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ پھر آپ روضہ اطہر کے اندر تشریف لے گئے اور نہایت اطمینان سے زیارت کی۔ روضہ منورہ کے سب خدام آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ نے سات مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی۔ ساتویں بار جب زیارت کو گئے تو ۱۳ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ مدینہ شریف میں آپ کو ہند اولی کہتے ہیں۔ جس تحت پر حضرت رسول اللہ ﷺ کو غسل میت دیا گیا تھا، اسی تحت پر آپ کو بھی غسل دیا گیا۔

(تذکرہ اولیاء دکن، جلد اول۔ صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۱۰۶۔ سلیمان بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) یہ لوگ جو آپ کی بارگاہ میں آتے اور سلام عرض

کرتے ہیں تو کیا آپ کو ان کے سلام کا علم ہو جاتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں، اور میں ان کو اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔“

اس کو ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کیا۔

اسلام کی سو اچودہ سو سال کی تاریخ میں یوں تو بے شمار خوش بخت حضرات ہوں گے، جنہیں ان کے سلام کا جواب ملا ہو گا۔ یہاں کچھ نام پیش کئے جاتے ہیں جو اس سعادت سے شاد کام ہوئے اور روضہ اطہر سے انہیں ان کے سلام کا جواب ملا:

(۱) حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ (حضرت داتا گنج بخشؒ) ”کشف المحجوب“ میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ جس وقت روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیتے اور فرماتے: ”السلام علیک یا رسول اللہ“ تو اندرون روضہ مقدسہ سے جواب آتا: ”وعلیکم السلام یا امام المسلمین۔“

(۲) حضرت شیخ نجم الدین صفابانی قدس سرہ کے مناقب میں تحریر ہے کہ جب بھی آپ حضرت رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتے تو باقاعدہ اس کا جواب سنتے تھے۔

(الدر المنظوم فی ترجمہ موقوف الخدم)

(۳) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے مدینہ طیبہ میں روضہ اطہر و اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو جواب میں کہا گیا: ”وعلیکم السلام یا قطب المشائخ، ہند کی ولایت ہم نے تجھے دی“ (انیس الارواح)

(۴) مصنف کتاب ”مظہر جلال“ لکھتے ہیں کہ سید جلال الدین شاہ سرخ بخاریؒ نے مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر جا کر سلام عرض کیا: السلام علیکم یا جدی امجدی تو فوراً سلام کے جواب کی آواز آئی: ”وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی“

(تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۷)

(۵) شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن علی برغشؒ نے روضہ نبی پاک ﷺ پر پہنچ کر سلام کیا تو آواز آئی: ”وعلیکم السلام یا ابا التجاشی۔“

(تواریخ الاولیاء، حصہ دوم صفحہ ۳۳۴۔ اردو ترجمہ محلات الانس، صفحہ ۵۰۴)

(۶) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر فرمایا: السلام علیکم یا جدی۔ فوراً جواب آیا: ”وعلیکم السلام یا احسن ولدی۔“

(تواریخ الاولیاء، جلد دوم از امام الدین صفحہ ۳۳۷)

(۷) سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوریؒ نے فرمایا کہ جب حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ

۱۰۔ حضور رسول اللہ ﷺ پر بغرض سلام حاضر ہوئے تو جواب آپ کو با آواز بلند ملا
 تھا، جسے سب سنتے تھے پھر باب رخصت کے وقت جاتے تو یہ ریت پڑھتے تھے۔
 سیدای مروجعی و مولای بسطرمیروم چہ لومانی
 اس کا جواب آپ کو یہ ملا کہ سے یوں ملا کہ

بسطر دفت صارک باد بسلافت ووی و بالائی
 آخری بار رخصت کے وقت جواب یہ ملا گیا۔ آپ کی قبیلگی پر اسے رسول
 اللہ ﷺ ضرب اللیل بن یحییٰ ہے۔ آپ مدینہ طیبہ کے لئے علیحدہ سفر کرتے تھے۔ حج
 کے طفیل میں بھی مدینہ منورہ نہ جاتے تھے۔

(۱) کہ حسب یحییٰ حالات ہی یہ تمام یہاں علی شاہ جال پورائی۔ (صفحہ ۳۳۰)
 (۸) شیخ ابو بکر دیار بکر نے مواہبہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: السلام
 علیک یا رسول اللہ۔ تو اسی وقت حجرو شریف کے اندر سے آواز آئی: "وعلیک
 السلام یا ابابکر" اور اس کو ان تمام لوگوں نے جابجا حاضر تھے۔

(الحادی، لطائف، صفحہ ۲۰۲)
 (۹) علامہ سخاوتی نے فرمایا کہ ہم کو حکایت پہنچی ہے کہ سید نور الدین (۱) عبد اللہ محمد بن
 عبد اللہ والد سید عقیق الدین شریف حسنی الاسلمی نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی
 زیارت کے بعد بعض اوقات قبر شریف سے خود اپنے سلام کا جواب سنا: "علیک
 السلام یا والدی" اور یہ جواب حاضرین نے بھی سنا۔

(سعادۃ الدارین۔ الحادی۔ لطائف، صفحہ ۲۳۳)
 (۱۰) شیخ ابوالکرم بن شیبان نے قبر مبارک کے قریب جا کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت
 بابرکت میں سلام عرض کیا تو حجرو شریف سے فوراً "وعلیکم السلام" کی آواز سنی۔
 (قول بدیع، لطائف، صفحہ ۲۱۸، لطائف، دورہ شریف، صفحہ ۳۲)

(۱۱) حضرت اسحاق بن سنان فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۷ مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ
 کے حجاز مبارک کی زیارت کی۔ ہر زیارت کے موقع پر وہ فدا اقدس کے سامنے
 کھڑے ہو کر عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ اسی وقت قبر مبارک سے جواب
 ملا: "وعلیک السلام یا بن سنان۔" (خیر المواقف، جلد اول، صفحہ ۳۳۹)

(۱۲) علاقہ کاشی کے ایک مشہور بزرگ قیام پاکستان کے وقت کراچی تشریف لائے۔
 انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی ﷺ میں محفل تھا۔ میں نے دیکھا کہ

نصف شب کے بعد ایک صاحب آئے اور روضہ اقدس کے سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا تو روضہ اطہر سے سلام کے جواب کی آواز آئی جس کو میں نے بھی اپنے کانوں سے سنا اور ہر رات یہ سلسلہ جاری رہا۔ (ذکر اللہ اور درود و سلام کے فضائل و مسائل از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، مفتی اعظم پاکستان۔ صفحہ ۵۴)

(۱۳) محمد صدر الدین البکرؒ کی جب حج و زیارت مدینہ طیبہ سے مشرف ہوئے تو لوگوں نے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ علامہ شعرانی نے بھی آپ کی اس کرامت کا ذکر کیا ہے۔ ۹۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔ (انوار الحسنین، حصہ اول۔ صفحہ ۶۳)

سہ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے چشم عالم سے چھپ جانے والے
(۱۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ جب حضرت حبیب حق ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوئے اور درود و سلام کے بعد سلام عرض کیا تو فوراً جواب آیا: ”وعلیکم السلام یا ولدی“ جسے وہاں موجود سینکڑوں لوگوں نے سنا۔ (مسائل طیبہ صفحہ ۷۷)

(۱۵) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کی بابت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وہ جب جوار پاک شہ لولاک ﷺ میں پہنچے تو جواب صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام ﷺ سے مشرف ہوئے (امداد الملتاق صفحہ ۱۴)۔

(۱۶) تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب ”ابن التجار“ نے ابراہیم بن بشار سے فرمایا کہ میں حج کے بعد مدینہ طیبہ آیا اور امام الانبیاء ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی ”وعلیکم السلام“ اور ایسا ہی جواب اور بہت سے اولیا کرام اور صلحا امت نے سنا ہے۔ (وقفا الوفا، جلد ۴ صفحہ ۱۳۵۲)

(۱۷) سید محمود کردی نے اپنی کتاب ”الباقیات الصالحات“ میں بیان کیا کہ میں نے حجرہ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کیا تو سلام کا باقاعدہ جواب سنا، حالانکہ اس وقت وہاں کوئی اور نہ تھا۔ پھر میں حجرہ شریف کے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر گھومتا رہا مگر مجھے کوئی اور شخص نظر نہ آیا جس سے یقین ہو گیا کہ یہ جواب حضور نبی کریم ﷺ نے ہی دیا تھا۔

مولای صل وسلم وانما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم
حضرت احمد شہاب الدین بن علی دجانی حسینی ابتدا ہی سے علم نحو سے ناواقف

تھے، کیونکہ آپ نے نحو کی طرف توجہ ہی نہ دی تھی۔ آپ مسجد اقصیٰ میں اپنے خلوت خانے میں تھے کہ کشفی طور پر (بحالت نیم بیداری) حضرت نبی مکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اے احمد! نحو سیکھ لو۔“ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے نحو سکھا دیں۔ آنحضور ﷺ نے چند اصول عربیہ مجھے ارشاد فرمائے، پھر تشریف لے جانے لگے۔ میں خلوت خانے کے دروازے تک آپ کے پیچھے گیا اور عرض کیا ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ میں نے رسول کے لام پر پیش پڑھا (یا کے بعد رسول مضاف ہے اور لفظ اللہ مضاف الیہ ہے۔ عربی نحو کا قاعدہ ہے کہ جب لفظ ندا مضاف پر آجائے تو اس پر زبر پڑھتے ہیں: یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ یہاں رسول کے لام، حبیب کے ب اور شفیع کے عین پر حرف ندا کی وجہ سے زبر پڑھا جائے گا۔ اس قاعدے کی رو سے رسول کے لام پر پیش پڑھنا غلط ہے)۔ لہذا سرکار عرش وقار ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں ابھی بتا رہا تھا کہ خلاف قاعدہ عربی مت بولو، یا رسول اللہ کے لام پر زبر کہو۔“ اس کے بعد میں نے نحو پڑھنا شروع کر دیا اور پھر یہ علم میری سمجھ میں آ گیا۔ (جامع کرامات اولیاء حصہ دوم صفحہ ۲۰۷ تا ۲۰۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

۱۰۸۔ کشمیر کے ایک نوجوان پیر زادہ ۱۹۲۰ء میں علامہ اقبالؒ سے ملنے لاہور آئے اور علامہؒ کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی۔ علامہؒ نے یہ سوچ کر یہ شخص شاید مصیبت زدہ اور پریشان حال ہے اور میرے پاس کسی ضرورت سے آیا ہے، شفقت آمیز لہجے میں استفسار کیا۔ پیر زادے نے کہا مجھے کسی امداد کی ضرورت نہیں، مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ میرے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملازمت کی اور میں ان کی پیشکش کھا رہا ہوں۔ میرے بے اختیار رونے کی وجہ خوشی ہے نہ کہ کوئی غم۔

میں سری نگر کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ ایک دن عالم کشف (نیم بیداری) میں میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کا دربار دیکھا۔ جب نماز کے لئے صف کھڑی ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”محمد اقبال آیا یا نہیں؟“ معلوم ہوا کہ نہیں آیا۔ اس پر ایک بزرگ کو بلانے کے لئے بھیجا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان جس کی ڈاڑھی منڈی تھی اور رنگ گورا تھا، بزرگ کے ہمراہ نمازیوں کی صف میں داخل ہو کر حضور انور ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔

پیر زادے نے کہا: علامہ صاحبؒ میں نے آج سے پہلے نہ آپ کی شکل دیکھی تھی اور نہ میں آپ کا نام و پتہ جانتا تھا۔ کشمیر میں ایک بزرگ ہیں مولانا نجم الدین، میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا تو انہوں نے آپ کا نام لے کر آپ کی بہت تعریف کی۔ اگرچہ انہوں نے بھی آپ کو کبھی نہ دیکھا تھا مگر آپ کی تحریروں کے ذریعے جانتے تھے۔ اس کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور کشمیر سے لاہور تک کا سفر کیا۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی میری آنکھیں اشک بار ہو گئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے کشف کی عالم بیداری میں تصدیق ہو گئی۔ عالم کشف میں میں نے جو شکل دیکھی تھی، آپ کی شکل و شباہت عین اس کے مطابق ہے، سرمو فرق نہیں۔ اس کے بعد کشمیری پیر زادہ چلے گئے۔ (روزگار فقیر، جلد دوم صفحہ ۷۲۔ مرتبہ فقیر سید وحید الدین)

اللہ تعالیٰ کے حضور علامہؒ عرض پرداز ہیں کہ روزِ محشر میرا عذر قبول فرما، اگر نامہ اعمال کا حساب ناگزیر ہی ہے تو پھر اے میرے مولیٰ! اسے چشم محمد (ﷺ) سے پوشیدہ رکھنا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

گر حسابم راتو بنی ناگزیر

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

مولای صل وسلم دائمًا ابدًا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۰۹۔ حضرت سیدنا احمد بن ادریس قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۲۵۳ھ) تیرھویں صدی ہجری کے ادریسی سلسلے کے بے حد مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی عظیم کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنے تمام اوراد و وظائف بالمشافہ امام الانبیاء حضرت رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مواہب محمدیہ، علوم دیدیہ اور ظاہری دنیا میں حضور نبی پاک ﷺ کی معیت سے نواز رکھا تھا۔ آپ بحالت بیداری براہِ راست سب کچھ حضور سید کل ﷺ سے حاصل کرتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے بہ نفس نفیس آپ کو شاذلی طریقے کے اوراد بتائے تھے اور فرمایا تھا: ”جو تمہاری طرف آئے گا، میں اسے کسی اور کی ولایت و کفالت میں نہیں دوں گا بلکہ خود اس کا ولی و کفیل ہوں گا۔“ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے شاگرد، اویسی اور مرید خاص تھے۔

حضرت احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور پر نور ﷺ سے ملا۔ حضرت

خضر علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مجھے سلسلہ شاذلیہ کے اذکار سکھائیں۔ انہوں نے آپ کی موجودگی میں مجھے اذکار تلقین فرمائے جس پر سرکارِ عظمت مدار علیہ السلام نے فرمایا: ”اے خضر! انہیں وہ سکھائیں جو سب اذکار، درودوں اور استغفار کا جامع ہو اور اس کا ثواب افضل ہو۔“ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کون سا ذکر ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پڑھیے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فی کل لمحۃ و نفس عدد ما وسعہ علم اللہ“ (ترجمہ = یہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہر لمحہ اور ہر سانس میں اتنی تعداد میں ہو جتنا اللہ تعالیٰ کا علم وسیع ہے)۔ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کلمہ پڑھا۔ ہر دو حضرات کے بعد پھر میں نے پڑھا، پھر حضور اقدس ﷺ نے ”صلوٰۃ عظیمہ“ کا ورد شروع کر دیا اور آخر تک پڑھ کر حضرت خضر علیہ السلام کو فرمایا: ”اب آپ یہ پڑھیں: استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو الحی القيوم غفار الذنوب ذو الجلال والا کرام۔“ یہ ”استغفار کبیر“ ہے۔ اسے بھی میں نے ہر دو حضرات کے بعد پڑھا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”احمد! اب تمہیں آسمانوں اور زمین کی چابیاں مل گئی ہیں۔ یہ ہے: ”ذکر مخصوص“ اور ”درود عظیم“ اور ”استغفار کبیر۔“ انہیں ایک مرتبہ پڑھنا دنیا و آخرت اور مافیہا سے کئی گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ احمد! میں نے تمہیں وہ خزانہ دے دیا ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھا۔ اپنے مریدوں کو سکھائیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں۔“

”درود عظیم“ کی برکات: حضرت احمد بن ادریسؒ کا ایک مرید مکہ شریف میں وفات پا گیا اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوا۔ ایک صاحب کشف بزرگ دفن کے وقت اس کے پاس تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جنت سے قالین، بستر اور قدیلیں لائے ہیں۔ بستر لگا کر قدیلیں روشن کر کے ان کی قبر کو حدنگاہ وسیع کر دیا۔ صاحب کشف نے یہ دیکھ کر کہا: کاش میری موت کے بعد پروردگار میرا بھی اس طرح اکرام فرمائے۔ اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی اس عظیم درود کی برکت سے ایسی ہی عزت افزائی ہوگی۔

جامع کرامات اولیاء، حصہ دوم از علامہ یوسف میہانی کے صفحہ ۴۷۵ تا ۴۷۷ پر درود عظیم (صلوٰۃ عظیمہ) تحریر ہے۔ اس شاندار کتاب کو مکتبہ حامیہ، گنج بخش روڈ، لاہور اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور نے شائع کیا ہے۔ کیا اچھا ہوا اگر کوئی صاحب خیر مذکور بالا تینوں اذکار کو شائع کرائیں اور مفت تقسیم کر کے ثواب کمائیں۔ درود

اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ
بِنُورِ وَجْهِ اللَّهِ الْعَظِیْمِ
الَّذِیْ مَلَأَ اَوْکَانَ
عَرْشِ اللَّهِ الْعَظِیْمِ
وَ قَامَتْ بِهِ عِوَالِمْ
اللَّهُ الْعَظِیْمِ اَنْ تَصَلِّیَ
عَلٰی مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
ذِی الْقَدْرِ الْعَظِیْمِ وَ
عَلٰی اٰلِ نَبِیِّ اللَّهِ
الْعَظِیْمِ بِقَدْرِ عَظَمَةِ
ذَاتِ اللَّهِ الْعَظِیْمِ فِی
کُلِّ لَمْحَةٍ وَ نَفْسٍ
عَدَدًا مَا فِی عِلْمِ اللَّهِ
الْعَظِیْمِ صَلَوةً دَائِمَةً
بِدَوَامِ اللَّهِ الْعَظِیْمِ
تَعْظِیْمًا لِحَقِّکَ یَا
مَوْلَانَا یَا مُحَمَّدٍ یَا
ذَا الْخَلْقِ الْعَظِیْمِ وَ
سَلِّمْ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی اٰلِ
مِثْلِ ذٰلِکَ وَ اَجْمَعِ
اَبْنِیْ وَ بَنَیَّ کَمَا
جَمَعْتَ بَیْنَ الرُّوحِ وَ
نَفْسٍ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا،
بِقِفْلَةٍ وَ مَنَامًا وَ اَجْعَلْهُ
یَا رَبِّ رَوْحًا لِّدَانِیْ

اے اللہ! میں آپ سے عظمت
والے اللہ کریم کی ذات کے نور
کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس
نے عظمت والے اللہ کے عرش کے
ارکان کو بھر رکھا ہے اور عظمت
والے رب کے سب جہان اسی
کے ذریعے قائم ہیں کہ آپ
صاحب قدر عظیم ہمارے مولانا
حضرت محمد مصطفیٰ اور عظمت والے
رب کے نبی کی آل پر درود بھیج
دیں یہ درود و عظمت والے اللہ کی
ذات کی عظمت کے مطابق ہو اور
ہر لمحہ و ہر نفس جاری و ساری ہو اور
آپ کے علم کی تعداد کے مطابق ہو
اور چونکہ آپ کی ذات عظمت
مآب دائمی ہے لہذا یہ درود بھی
دائم ہو، اے ہمارے آقا! یا
رسول اللہ! اے خلق عظیم والے یہ
سب آپ کے حق کی عظمت کے
لئے ہے، اے اللہ آپ پر اور آپ
کے ساتھ آپ کی آل پر بھی اسی
طرح سلام نازل فرما مولا کریم!
مجھے اور میرے آقا علیہ السلام کو
یوں جمع فرما دے جس طرح روح
و نفس ملے ہوئے ہیں ظاہر و باطن،
بیداری اور خواب میں ہم اکٹھے
ہوں، مولا کریم! ہر حیثیت سے

مِنْ جَمِيعِ الْوُجُوهِ فِي
 الدُّنْيَا قَبْلَ الْآخِرَةِ يَا
 عَظِيمُ
 آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھی
 آپ حضور علیہ السلام کو میری
 ذات کی روح بنا دیں، عظمت تو
 اللہ آپ ہی کی ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
 علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۱۰۔ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی طرح پنجاب میں بھی بیوہ کا نکاح ثانی برا
 سمجھا جاتا تھا۔ شمس الکوینین حضرت خواجہ محمد عبدالحق نقشبندی مجددیؒ (۱۸۵۱ء تا
 ۱۹۳۱ء) پسر شمس العارفین، قطب الاقطاب، خواجہ قادر بخشؒ کی ان تھک کوششوں سے
 پنجاب میں تیرہ سو سال بعد قرآنی حکم (اپنی بیواؤں کا نکاح کرو) پر راجپوت مسلمان
 راضی ہوئے۔ کلانور (مشرقی پنجاب) میں ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۰۹ھ کو اس سلسلے میں
 تیسرا جلسہ ہوا۔ صوفیائے اکرام اور اولیائے عظام جو اس جگہ جمع تھے، ان ہی میں سے
 بعض نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور جب دعا کی جاتی ہے تو آمین
 فرماتے ہیں۔ آپ کا چہرہ انور نہایت شاداں و فرحاں ہے۔ ان بزرگ ہستیوں نے اپنے
 چند احباب کو بتایا کہ یہ وقت عین مقبولیت کا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کا ظہور ہو
 گیا اور جو دعا مانگی گئی، مقبول بارگاہ الہی ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ
 رات کو میں نے عالم رویا میں حضرت امام الانبیاء ﷺ کو دیکھا کہ آپ بہ نفس نفیس مع صحابہ
 کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہمانوں کے واسطے طشتریاں رکھ رہے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں کہ
 ”اے اللہ! تو اس کارِ خیر کو بخیر و خوبی انجام دے۔“ میں نے یہ خواب متظہرین کو سنا کر
 ہدایت کر دی کہ جو جو حاضرین جلسے میں ہیں، سب کو کھانے میں شریک کیا جائے۔

(معاون تہذکات خالقیہ، صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
 علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۱۱۔ جہاں آرا بیگم کا شمار ان تیموری بیگمات میں ہوتا ہے، جنہیں صاحب تصنیف کہا
 جاسکتا ہے۔ بچپن ہی سے طبعی روحان صوفیائے عظام کے مقدس گروہ کی طرف تھا جس
 نے اس کے بھائی داراشکوہ کے اثر سے ایک غیر فانی شوق کی صورت اختیار کر لی تھی۔
 اس قطری ذوق کی وجہ سے اس نے بزرگان دین کے سوانح حیات و حالات کو اپنی
 تصانیف کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف ”مونس الارواح“ ہے جس میں

اس نے حضرت خواجہ اجیرئی کے حالات لکھے ہیں (اصل نسخہ دستخطی بیگم صاحب لکھنؤ کے کتب خانے میں موجود ہے)۔ حضرت خواجہ اجیرئی سے حد درجہ عقیدت ہی کی وجہ سے وہ کسی چشتی بزرگ کی مرید ہونا چاہتی تھی، لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا۔ بیگم صاحب کو بصورت مجبوری قادری مشرب میں شامل ہونا پڑا، جس میں اس کا بھائی داراشکوہ پہلے سے داخل تھا۔ ملا شاہ کی مرید ہونے سے پہلے جہاں آرا کا یہ حال تھا کہ جہاں کہیں اسے کسی بزرگ کی موجودگی کا علم ہوتا تو فوراً وہاں پہنچتی اور نذر و نیاز پیش کرتی۔ جہاں آرا کی ایک گمنام تالیف کا نام ”صاحبیہ“ ہے، جو ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے اور جس میں اپنے پیر و مرشد حضرت ملا شاہ بدخشان قادری کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ اس رسالے کا ایک قلمی نسخہ احمد آباد (بھارت) کے ایک کتب خانے میں موجود ہے، جس کا نام ”آپا راؤ بھولانا تھ لاہیری“ ہے۔ ”صاحبیہ“ کی وجہ تسمیہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ شہزادی ”بیگم صاحب“ کے لقب سے مشہور تھی۔ بیگم صاحبہ میں ”صاحب“ ثقافت کے طرز تکلم کے خلاف ہے۔ مولویوں نے اظہارِ عربیت کے لئے لکھنا شروع کر دیا ورنہ ”بیگم صاحب“ لکھنا چاہیے۔ ”بیگم صاحبہ“ پنجاب اور پورب کی بولی ہے۔ دہلی کی بولی ”بیگم صاحب“ ہے۔ (ابوالکلام آزاد)

ملا شاہ سلسلہ قادریہ میں حضرت میاں میر لاہوری کے خاص مرید تھے۔ داراشکوہ نے ملا شاہ کی جہاں آرا بیگم سے بہت تعریف کی اور وہ دل و جان سے ان کی معتقد ہو گئی اور اپنے بھائی کی وساطت سے ۱۰۵۰ھ میں دستِ انابت ان کے ہاتھ میں دے کر ان کو اپنا مرشد حقیقی بنالیا۔ آپ نے جہاں آرا کو سلسلہ قادریہ کے ذکر و شغل کی تلقین فرمائی۔ فرماتی ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ میں سلسلہ چشتیہ میں مرید ہوں اور اب قادری مشرب میں شریک ہو گئی ہوں، مجھے کشائش حاصل ہو گی یا نہیں اور حضرت ملا شاہ کی تلقین و ہدایت سے مجھے کچھ فائدہ ہو گا یا نہیں؟ اسی اثناء میں مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جو بیداری تھی نہ خواب۔ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی مجلس مقدس دیکھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے عظام بھی شامل تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں اور چار یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہے۔ میرا ملا شاہ بھی اس مجلس میں موجود ہیں اور انہوں نے اپنا سر حضرت رسول مقبول ﷺ کے پائے مبارک پر رکھا ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: ”اے ملا شاہ چراغ

تیموریہ رات روشن کر دی“ (اے ملا شاہ! تو نے تیموری چراغ روشن کر دیا)۔ جب میں اس حالت سے لوٹی تو میرا دل خوشی سے باغ باغ تھا۔ میں نے بارگاہ الہی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ میں سمجھ گئی کہ میرا شبہ دور کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ نسل تیموری میں صرف ہم دو بھائی بہن اس سعادت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ہمارے اسلاف میں سے کوئی بھی خدا جلّیٰ اور حق جوئی کی راہ پر گامزن نہیں ہوا۔ دہلی میں روضہ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء کے باہر جنوب مغربی گوشے میں سنگ مرمر کا ایک حجر ہے، جس میں جہاں آرا بیگم کی قبر ہے۔ سرہانے ایک لوح پر خود جہاں آرا ہی کا یہ شعر کندہ ہے:۔

بغیر سبزہ پنوشد کے مزار مرا کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاه سب است
(ترجمہ = میری قبر پر سوائے سبزے کے اور کچھ غلاف وغیرہ نہ ہو کیونکہ غریبوں کی قبر پوش یہ ہری گھاس ہی ہوا کرتی ہے)۔

یہ ہے بلند خیالی ایشیا کے بادشاہوں کی بیٹیوں کی۔ تین کروڑ روپیہ کا اپنا تمام مال و اسباب یہاں کے خادموں کو دے کر یہ جگہ حاصل کی تھی مگر اورنگ زیب نے یہ کہہ کر دو کروڑ روپیہ واپس لے لیا تھا کہ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت جائز نہیں۔ یہ حجر خالص سنگ مرمر کا ہے اور نور کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا ہے، جسے جہاں آرا نے اپنے سامنے بنوایا تھا۔ شاہی مسجد دہلی شاہ جہاں نے اور شاہی مسجد آگرہ جہاں آراء بیگم نے بنوائی تھی۔ ۱۰۹۳ھ میں وفات پائی تھی (جہاں آرا بیگم کی غیر معروف تصنیف ”صاحبیہ“ سے یہ مضمون تیار کیا گیا ہے۔) ”مقالات منتخب“ بہ پیش گفتار از جناب پروفیسر حمید احمد خان۔ صفحہ ۳۳۶ تا ۳۳۸ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۲۔ حسینی سید حضرت احمد کبیر رفاعی قدس سرہ نہایت جلیل القدر صوفیاء میں سے تھے۔ ہر سال حاجیوں کی معرفت آپ رسول امین ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام بھیجتے اور قافلہ کی رخصتی کے وقت فرماتے حضرت بشیر و نذیر ﷺ کے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر میرا سلام عرض کرنا۔ آپ کی مشہور ترین کرامت یہ ہے کہ ۵۵۹ھ بمطابق ۱۱۶۱ء میں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آپ مدینہ منورہ زیارت کے لئے گئے۔ روضہ نبوی (علی صاحبہ صلوٰۃ و سلاماً) کے قریب پہنچ کر آپ نے یاواز بلند فرمایا ”السلام علیکم یا جدی“ (نانا جان، السلام علیکم) فوراً روضہ مطہرہ سے ندا آئی: ”وعلیکم السلام یا ولدی“ (وعلیکم السلام میرے بیٹے)۔ اس آواز کو سن کر آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ آپ کے

علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے، سب نے یہ آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد بحالت گریہ آپ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

(آپ سے دوری کی حالت میں آپ کے پاس اپنی روح کو بھیجتا تھا۔ وہ میری قائم مقام بن کر آپ کی زمین کو چوما کرتی تھی۔ اب میں اپنی جان کو لے کر خود حاضر ہوا ہوں۔ پس آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میرے پیاسے ہونٹ اسے بوسہ دے کر حظ حاصل کریں)۔

یہ کہنا تھا کہ تربت اقدس سے حضور اقدس ﷺ کا چمکتا ہوا دست مبارک ظاہر ہوا جس کی نورانیت نے آفتاب کو بھی ماند کر دیا تھا۔ آپ نے اس کو بوسہ دیا جس کے بعد وہ پھر قبر اطہر میں مخفی ہو گیا۔ حضرت علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے اس وقت روضہ اقدس پر تقریباً ۹۰ ہزار عاشقان جمال نبوی و مشتاقان روضہ نبوی کا اجتماع تھا، جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان میں محبوب سبحانی، قطب ربانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطیؒ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الامویؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی موجود تھے۔ اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہیں۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس وقت حضرت رفاعیؒ نہایت ذوق و شوق اور نہایت ادب سے دست مبارک چوم رہے تھے تو کیا آپ کو اس وقت حضرت رفاعیؒ پر رشک آیا تھا۔ فرمایا: ہم تو ہم اس وقت تو حاملان عرش تک رشک کر رہے تھے۔ حضرت رفاعیؒ کو جب افادہ ہوا تو دیکھا کہ لوگوں میں بڑی عزت ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنے نفس کا اسی وقت یوں علاج کیا کہ مسجد نبوی ﷺ کی دہلیز پر لیٹ گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اوپر سے گزرو تاکہ ذلت ہو۔ لوگوں نے پھاندا شروع کر دیا۔ ایک بزرگ غالباً محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ حضرت رفاعیؒ کے اوپر سے نہیں گزرے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کرتا تو آتش قہر مجھے جلا دیتی، وہ اندھے تھے جو پھاندے۔ غرض اللہ کے خاص الخاص بندوں کو مدینہ طیبہ میں اسی قسم کی دو تیس نصیب ہوتی ہیں (ابریز حصہ دوم کا اردو ترجمہ، خزینہ معارف حصہ دوم۔ صفحہ ۵۰۹، خیر الموائس، جلد اول صفحہ ۳۵۰، الحاوی از علامہ جلال الدین سیوطیؒ، الہیان المعید اردو ترجمہ البرہان الموبد مؤلف حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ، طبقات الزمناوی، شرح الشفاء از شہاب خفاجی، ام البراہین از ابن الحاج، روح المعانی از حکیم الامت

مولائی صل وسلم والہما ابدی علیٰ مریک خیر الخلق کلہم

۱۳۔ چوہدری غلام حیدر خان چشتی جب بھی لاہور جاتے تو تمام بزرگوں کے محرابات پر حاضری دیتے۔ منارِ توحید حضرت علامہ اقبالؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھتے تو علامہؒ قبر سے نمودار ہو جاتے اور دونوں میں باہم گفتگو ہوتی۔ چوہدری صاحبؒ نے ایک مرتبہ قدسی مقالہ علامہ اقبالؒ سے دریافت فرمایا کہ آپ تقریباً اپنی روشنی کے مسلمان تھے، مغربی تہذیب میں رو کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی، پھر عملی طور پر آپ کیسے اسلام کی طرف راغب ہوئے اور کیوں کر عشق و اتباع رسول مقبول ﷺ اور صفت اللہ (اللہ کے رنگ) میں رہ گئے؟ حضرت علامہؒ نے فرمایا: سب اللہ کے فضل و کرم سے ہوا۔ میں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک عام مسلمان تھا مگر دورانِ تعلیم مجھے مسیحیت، عیسائیت، اشتراکیت، بت پرستی اور آزاد طرز زندگی وغیرہ سے نفرت ہو گئی تھی۔ پھر میں نے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ کتاب و سنت کا مطالعہ کیا اور تمام بزرگانِ دین خصوصی طور پر (اپنے روحانی استاد) حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے کلام کو بخور پڑھا اور استفادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پتہ چلا کہ دین کا روح رواں اور ما حاصل تو محبت، اتباع اور اطاعت حضرت رسول مقبول ﷺ ہے۔ میں نماز فجر سے پہلے الہامی اقوال ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت، ذکر اللہ، کلمہ طیبہ اور درود شریف کا بہت ورد کرتا حتیٰ کہ نماز فجر کے بعد بھی یہی عمل جاری رہتا۔ اکثر اوقات درود پاک اور کلام اللہ پڑھنے کے دوران ندامت کے آنسو جاری ہو جاتے۔ عشق و محبت غالب رہتی اور رقت طاری ہو جاتی۔ یہ آداب خود آگاہی و آم سحرگاہی، بزرگانِ دین کے اقوال و تجربات سے حاصل کئے اور یہ معمولات لازماً قائم رہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطائر ہو، دروئی ہو، رازنی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آم سحرگاہی
اور پھر گڑا کر اچھا کرتا ہے۔

تو اسے مولائے طرب آپ میری چارہ سازی کر میری دانش ہے افراگی، میرا ایمان ہے زہری
جو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوئی۔ میرے علم میں اضافہ ہونے لگا۔ عشق و محبت
میں حریر ترقی ہوتی گئی اور ادبِ الہی خصوصاً حضرت مولانا رومیؒ سے خواب اور دیداری
میں ملاقات ہونے لگی۔ ان بزرگانِ دین نے میری بہت رہنمائی کی اور سب نے اتباع،

اطاعت، غلامی و قربت نبی کریم ﷺ پر زور دیا۔ خلوص دل سے خوب محنت کی حتیٰ کہ بھوک، پیاس اور گرمی و سردی کا احساس بھی جاتا رہا۔ بعض اوقات گھنٹوں ذکر اللہ میں گم رہتا۔ کشف و کرامات اور گزشتہ و آئندہ کے واقعات کی خبریں ملنے لگیں اور مشاہدہ ہونے لگا، مگر دل نفی کرتا رہا کہ یہ منزل مقصود نہیں ہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور اقدس ﷺ نے نیم خوابی و بیداری کی حالت میں زیارت بابرکت سے نوازا شروع کر دیا اور پھر یہ سلسلہ آخر تک قائم رہا۔ اس میں میری کوئی خوبی یا اعمال کی اچھائی کو دخل نہ تھا بلکہ یہ تو حضور پر نور ﷺ کی اپنے ایک ادنیٰ امتی اور غلام پر نگاہِ رحمت و شفقت تھی کہ آپ نے میری چارہ سازی فرمائی اور براہ راست میری تعلیم و تربیت کے لئے ہدایات ارشاد ہونے لگیں اور اسرار الہی کھلنے لگے۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر چشم بینا تو پہلے ہی عطا ہو چکی تھی، دل بینا بھی عطا ہوا۔ کسود مقام خودی اور نمود امانت الہی نصیب ہوا، دولت وصل عطا ہوئی، مشاہدہ حق عطا ہوا اور مقصود موجود ہوا۔ الحمد رب العالمین۔ (والمقصود موجودہ۔ صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۷ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۱۳۔ ۱۹۶۹ء میں پراجیکٹ ہائی سکول، منگلا (اب گورنمنٹ پراجیکٹ ہائی سکول، منگلا) میں قائد اعظم ڈے پرسکول کی بزم ادب نے منگلا ڈیم آرگنائزیشن کے PRO جناب سید محمد ادریس شاہ (متوفی ۱۹۹۵ء) کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا تھا۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ قائد اعظم کے ایک نہایت قریبی ساتھی تھے جنہوں نے ایک مجلس میں جہاں میں بھی موجود تھا، یہ واقعہ سنایا تھا:

فرمایا کہ جب قائد اعظم انگلستان سے مستقل طور پر ممبئی (بھارت) آگئے تو میں آپ سے ملاقات کے لئے گیا۔ قائد اعظم گہری سوچ میں غرق تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ علامہ اقبالؒ نے مجھے بلایا، جب کہ کچھ کا خیال ہے کہ لیاقت علی خان مجھے لے کر آئے۔ بے شک ان دونوں حضرات کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہے، لیکن اصل بات جو مجھے یہاں لائی کچھ اور ہی ہے جو میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائی۔ تمہیں اس شرط پر بتانا چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں اسے ظاہر نہیں کرو گے کیونکہ لوگ بات کا جھگڑا بنا دیتے ہیں۔ جب میں نے انہیں یقین دلایا کہ ایسا ہی ہو گا تو انہوں نے فرمایا:

ایک رات میں لندن میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ ایک جھٹکے سے میری آنکھ

کھل گئی۔ میں پھر سو گیا۔ دوسرا جھٹکا تیز تھا۔ پس میں اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر کا جائزہ لیا اور یہ اطمینان کر کے کہ سب ٹھیک ہے، آکر سو گیا۔ تیسرے جھٹکے نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میں اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ میرا کمرہ خوشبو سے مہک رہا تھا اور میں کسی کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا:

Who are you?

I am your Prophet Muhammad (ﷺ) جواب آیا:

I have come to ordain you to leave for India & guide Muslims there in their Freedom Movement. I am with you. Finally you will emerge successful insha-allah.

یہ سن کر میں نے جواب دیا (ﷺ) Thank you my Holy Prophet

اس واقعہ کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکتا تھا میں مستقل طور پر بمبئی آ گیا۔

مصنف / مؤلف کتاب ہذا نے اس واقعہ سے یہ تین نتائج اخذ کئے ہیں:

(۱) قائد اعظم محمد علی جناح قدس سرہ کی بلند بختی کی انتہا ہے، یہ خواب نہیں ہے بلکہ آپ بیداری میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ عالیہ کی سماعت فرما رہے ہیں اور عین ممکن ہے دیدار بھی کر رہے ہوں (بات بہت پرانی ہو چکی ہے، کوشش بسیار کے باوجود قائد اعظم کے ان دوست کا نام معلوم نہ ہو سکا)۔

(۲) ہندو اور انگریزی کی بے پناہ رُکاوٹوں اور مخالفت کے باوصف قائد اعظم کو اپنے مشن میں کامیابی کا سو فیصد یقین تھا کیونکہ امام الانبیاء ﷺ آپ کو کامیابی کی نوید سنا چکے تھے۔ ایسا ہی ہوا۔ تمام رُکاوٹیں دھری کی دھری رہ گئیں اور بظاہر ناممکن حالات کے باوجود پاکستان وجود میں آ گیا۔

(۳) ڈائلاگ اور گفتگو انگریزی میں ہوئی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حضور نبی آخر الزمان ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ آپ کے امتی ہزار ہا قسم کی زبانیں بولتے ہیں۔ یہ بھی آپ کا زندہ معجزہ ہے کہ آپ کا جو امتی آپ سے جس زبان میں گفتگو کرتا ہے آپ اسی کی زبان میں اس کو جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی، جلد سات کا واقعہ نمبر ۳۱۲)

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

مولای صل وسلم داعما ابدًا

آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

عصیاں ماورحت پر وژدگار ما
ایں را نہایتے است نہ آں را نہایتے
اور اس مبارک کتاب کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں ہے
محبت مجھ کو جس سے ہے اسی کا ذکر کرتا ہوں
زباں پر میری بجز نام محمدؐ اور کیوں آئے

ناچیز
محمد عبد المجید صد

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

جناب محمد عبد المجید صدیقی پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے۔
 ۸۵ سال کی عمر میں بھی تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہیں۔ آپ کی
 عظیم تصانیف جب میرے مطالعہ میں آئیں تو میرے دل کی عجیب کیفیت
 ہوئی تھی۔ یہ کتب انتہا درجہ روح پرور ہیں اور حضرت رسالت مآب ﷺ
 کے لئے شیفتگی اور وارفتگی کا ذریعہ۔ ”زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری حصہ
 دوم“ صدیقی صاحب کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ اس سے قبل آپ کی
 تصانیف کا بیش بہا خزانہ ”سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ“ سات
 حصوں میں اور ”زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری حصہ اول“ کی شکل میں
 عرصہ دراز سے شائع ہو رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ انمول موتیوں کے اس
 بے بہا کنز اور خزانہ کو دوسری اہم زبانوں میں منتقل کیا جائے تاکہ ملت
 اسلامیہ کا ہر فرد اس سے مستفید ہو سکے۔ غیر مسلمین کے لئے یہ تصانیف جدید
 انداز میں تبلیغ اسلام کا انتہائی موثر ذریعہ ثابت ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ڈاکٹر عزیز الرحمن ٹیکسید

ایم اے (عربی) پی ایچ ڈی (جنرل ازم)

اسلام آباد۔

ISBN 969-0-01821-3



9789690018212



فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

لاہور۔ ڈاولپنسی۔ کراچی

Rs. 250.00